

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224325

UNIVERSAL
LIBRARY

جلد - ۲

نظارہ پرستان

نامی مصنف رینالڈس کا زبردست ناول

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ضرور ملاحظہ فرمائے

فسانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) باپ کا قاتل بخونی تلوار وغیرہ

مصنف :- جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس

مترجم :- تیرکھ رام فیروز پوری

پبلشر :- لال برادر س

مقام اشاعت ڈیرہ دون

صدر دفتر :- پارسنر روڈ نو لکھا - لاہور

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو بھر سلا چیدہ ادا کر کے اب بن جائے

اتنی بڑی ایک جلد مامور حاضر خدمت ہوتی رہیگی

دلی پرنٹنگ پرسن ہلی میں باہتمام ٹاکر دہل میڈن سٹریٹ جھی اور لال برادر س نے ڈیرہ دون میں شائع کی

رینالڈس کا بلند ترین ناول مسٹر نر آف لندن

اُردو ترجمہ منشی تیرتہ رام صافیہ رز پوری قلم سے

سلسلہ ثانی

رینالڈس کے معرکہ آرا ناول مسٹر نر آف لندن کے در سلسلے میں۔ یالیوں کہنا چاہیے کہ دو جداگانہ داستانیں ہیں جنہیں اس نام سے شائع کیا گیا ہے۔ سلسلہ ثانی سلسلہ اول سے بالفاظ نفس مضنون بالکل مختلف ہے۔ اس ناول کا ہیرو جدا۔ کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے۔ مگر ویچسی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ... اگر ممکن سمجھا جائے... تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے اس سلسلہ کی ایک متیاری خصوصیت یہ ہے کہ جہاں سلسلہ اول میں امیر طبقہ کی برائیاں دکھائی ہیں وہاں اس میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی۔ اور آدمی میں فیاضی اور مہربانی کا جو ہر موجودہ دھرتی وہ اپنی ثمرت کو دنیا کی بہتری کے لئے کیونکر صرف کر سکتا ہے۔

۲۵ جلدوں میں مکمل ضخامت ۶۶۶ صفحوں سے زیادہ قیمت ۱۱ روپے محصول ڈاک الگ۔

جو اجب جیسے بھی طلبہ کے ہاں سکتے ہیں۔ ہر حصہ کی قیمت ۱۲ روپے علاوہ محصول ڈاک ہے۔

سلسلہ اول

رینالڈس کے ناول میں جب دلچسپ و عبرت خیز قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دو راستے عین کئے ہیں۔ اور دونوں جان ایک ہی وقت میں ان دونوں کوں پر ایک ہی منزل مقصد دکھایا ہے کہ طرف روانہ ہوتے ہیں پہلی دشوار گزار اور پر شور و مغلغٹا سے گذرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جا بجا آسائی و دودھ موجود ہیں۔ دوسری سیدھی و صاف اور بظاہر شاداب مگر چھلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پڑ ہے۔ مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی مصیبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے۔ مگر جزوی طور پر اس قدر متنوع۔ ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان بڑھتا ہے مگر سینیں پوتا

۱۶ جلدوں میں مکمل ضخامت ۴۳۸ صفحوں سے زیادہ قیمت ۱۱ روپے محصول ڈاک الگ۔

جو اجب جیسے بھی طلبہ کے ہاں سکتے ہیں۔ ہر حصہ اول کی قیمت غیر اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ روپے علاوہ محصول ڈاک ہے۔

لال برادر میں کا پیار سنز روڈ نو لکھا لاہور

اگر آپ اب تک اس ناول کے مستقل خریدار نہیں بنے تو میرے کامی آرڈر بھیج کر اب بن جائے
سال بھر تک اتنی بڑی ایک بلند ماحوار بذریعہ رجسٹری ماضی مت ہونی پرگی
دوسری جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو۔ ایم۔ پینالڈس کے سب سے زبردست ناول

کا ترجمہ

تیرتھ رام فیروز پوری

مترجم فسانہ لندن۔ غنی تلوار۔ وطن پریس دہلی

۱۹۲۲ء

لال برادر س

دیرہ دون

ہیڈ آفس: ۶۔ پارسنز روڈ ٹولکھا۔ لاہور

دود و باتیں

اس سلسلہ کی دوسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ غور کیجئے ہم کس تہذیب سے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ مگر آپ

ہم ہندوستانیوں کی نسبت غیروں کو اس وطن کا اکثر موقعہ ملا کرتا ہے۔ کہ ان کے زبانی ہم سے بہت ہوتے ہیں۔ مگر عملی کچھ نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں۔ یہ چوٹ بے حقیقت نہیں۔ حق بارہ میں کوئی تازہ ثبوت رکھتا تو وہ ان اصحاب کے طرز عمل سے لڑتا ہے۔ جو ہر قسم کی امداد کے لیے لیے وعدے کرتے تھے۔ مگر اب خاموش ہیں۔

جن اصحاب نے کسی قسم کی امداد کا اقرار کیا تھا۔ ان کی خدمت میں یاد دہانی کے عریضے روانہ کئے گئے۔ مگر اب جواب تک نہیں آتا۔ اور اگر آتا ہے تو کسی قسم کے عذرات لئے ہوئے۔ جن سے نشانہ ہمارے ان محسنوں کے دل کو تسکین ہو گئی ہو۔ بہر حال ہمیں بالکل نہیں ہوئی۔ گنتی کے چند دوست ایسے ہیں جنہوں نے ایک ایک خریدار دیا کیا۔ مگر ایسے نئے خریداروں کی تعداد پانچ نہیں سات ہوگی۔ فرمائیے اس سے اس کارِ عظیم کی عہد برآئی ہیں کیا مدد دل سکتی ہے جسے ہم نے آپ کی تحریک سے شروع کیا۔

حضراتِ کرام۔ اب وقت امداد ہے حسبِ توفیق دستِ اعانت بڑھا کر جو عملہ افزائی کیجئے۔ ہمارے اخراجات عظیم کا ہار ہلکا کرنے کو جو نقد ڈی بہت نقد امداد ممکن ہو۔ روانہ فرمائے۔ اپنے حلقہٴ اصحاب میں بہت نہیں تو ایک ایک دو دو خریدار دے دیجئے۔ ایسے خریدار جن کا چندہ بذریعہ منی آرڈر آجائے۔ کیونکہ وی۔ پی۔ کی راہی سے اس دفتر کو اور زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ اور اگر غیر ممکن نہ ہو تو اپنے خرچے سے کسی مستحق اور زبردست دوست کے نام پر سلسلہ جاری کر دیجئے۔

امداد کی راہیں بہت ہیں۔ آپ خود جو طریقہ پسند کریں اختیار کر سکتے ہیں۔

بہر صورت اگر نامکانی خریداروں کی وجہ یا اخراجات کی ناقابلِ برداشت گزائی کے باعث ہم اس سلسلہ کو نبھانے پر مجبور ہوئے تو پھر ہمیں عطا نہ کیجئے گا۔

ہم اپنا عہد پورا کر رہے ہیں اور آپ چپ ہیں۔ یقین فرمائے یہ کام اس صبح پورا نہ ہوگا۔

لال برادر

نظارہ پرستان

دوسری جلد

باب - ۸

جوشن انتقام

لارڈ کلینڈن مجلس رے میں گیا۔ تو دیکھا شاگرد پیشہ کے جتن آدمی مال میں بے ہیں۔ سب کے رنگ فق
چہرے بدحواس اور حالت سکنت کی ہو رہی ہے۔ اسی وقت ڈیوک آف مارچ مونٹ تیز چلتا رہنے
سے اتر ااور کرطی آواز سے کہنے لگا۔ سنسز بیٹی کی گاڑی فوراً تیار کرادو۔ جاؤ۔ ابھی جاؤ۔ ایک لمحہ کی
تاخیر نہ ہو۔“

تین چار نوکر اس حکم کی تعمیل کے لئے صطبل کی طرف دوڑے۔ اتنے میں ڈیوک نے لارڈ کلینڈن
کو دیکھا۔ اور شتمناک حالت میں اس کی طرف جا کر۔ اس کے منہ کو گھورتے ہوئے غصہ کے لہجے میں
کہنے لگا۔ ”ہیو۔ تمہارے ناپاک مشورہ پر عمل کرنے سے آج میری عمر بھر کی راحت کا خاتمہ ہو گیا۔“
”فدا اسکے لئے بچا جان مجھے غریب کو معصوب نہ کیجیے۔“ لارڈ کلینڈن نے کہہ کر آپ اس
سیریشی اور فضاغی سے کام لیں۔ خود آج اس کی خصاصت کا جو سراہی ہے۔ تو عوام ہو گا۔ میں
اس معاملہ میں سراسر یہ قصور رہا ہوں۔“

”میرے معاف کر دو۔ معاف کر دو۔ میں اس وقت نیم دیوانہ ہو چلا ہوں۔“ ڈیوک نے بڑبڑا کر کہا کچھ
خبر نہیں۔ منہ سے کیا نکل رہا ہے۔ مگر آؤ میرے ساتھ آؤ۔“

وہ اسے دیکر ایک کمرہ میں داخل ہوا۔ اور دروازہ بند کر کے سخت اضطراب کی حالت میں
بلا مصر اور مصر چلنے لگا۔

”بچا جان۔ آپ کو اس حالت میں دیکھ کر دل سخت بقیہ رہتا ہے۔“ کلینڈن نے امداد

ہمدردی سے پاس جا کر کہا۔ ”مگر کوئی کام ایسا ہو جو میں آپ کے لئے سرانجام دے سکوں۔۔۔“
 ”کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔“ وہ جس سے دنیا ہی رہتیں مجھ پر حرام ہو گئیں۔“ ڈیوک نے اسی جوش کی حالت میں کہا۔ ”مگر فوراً ہی زیادہ سکون، وقار کا ہوا اختیار کر کے کہنے لگا۔ ”مگر نہیں ایک چھٹا عورت اگر برابر کے ناف خرام مرد سے ناجائز تعلق رکھتی ہے تو بلا سے۔ وہ نو بہن میں جائیں۔ میں ان کی خاطر کیوں پریشان ہوتا پھروں؟“ پھر کھپے ہوئے دانتوں سے اس نے کہا۔ ”ہیو تم نے سن لیا کہ وہ جسے میں آج تک اپنی دولت ثروت اور نیک نامی کا حصہ دار سمجھتا تھا۔ جس سے مجھے ناقابل بیان محبت تھی۔ آج وہ مارا ستین ثابت ہوئی۔ وہ اس قابل نہیں نکلی کہ میں آئندہ اسے اپنی زندگی کا حصہ سمجھوں۔۔۔“

میں نے اس بارہ میں کچھ اڑتی سی خبر سنی ہے۔ میرا بد نصیب بھائی ابھی مجھ سے ملا تھا۔ ”ہیو۔ خاموش! میرے سامنے اس بد کردار کا نام نہ لو۔“ ڈیوک نے سختی سے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ”اس کے متعلق ایک لفظ بھی میرے سامنے نہ کہو۔ تمہاری طبعی دنیا منی سے میں خوب واقف ہوں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہیں اپنے بھائی سے گہری محبت ہے۔ لیکن اگر تم نے اس کی سفارش میں ایک لفظ بھی مجھ سے کہا تو یا میں اس کمرہ سے چلا جاؤں گا۔ یا تمہیں گھر سے نکلوا دوں گا۔ جیسا اس قسم کے حالات میں اکثر ہوا کرتا ہے۔ گندہ گار جوڑا اپنی بے گناہی پر بے شک زور دے گا۔ اس دنیا میں جرم و معصیت ہمیشہ مصوویت کا پردہ اختیار کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اور جتنی بڑی کسی کی خطا ہو۔ اتنی ہی جیسے باک بننے کی کوشش کرتا ہے۔ میں ان چالوں کو خوب جانتا ہوں۔ پس خبردار اس مضمون پر ایک لفظ بھی میرے کانوں تک نہ آئے۔“ اتنا کہہ کر ڈیوک آف مارچ سوٹ کمرہ سے چلا گیا۔ دار کلینڈن قریباً ایک لمحہ اور وہیں ٹھہرا۔ اس کے بعد وہ بھی زمین کی راہ سے کمرہ نشست کی طرف گیا۔ رستہ میں سنہری ہلی۔ جو اپنے کمرہ کی طرف جارہی تھی۔ اس وقت اس نے سفری لباس پہنا ہوا تھا۔

کلینڈن کو دیکھ کر وہ غصبی اضطراب سے مرتعش آواز میں کہنے لگی۔ ”مالی لارڈ! اس بے عزتی کی کس کو خبر تھی۔ ڈیوک نے کہا ہے جس وقت تمہاری گاڑی تیار ہو۔ ورنہ کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔۔۔“ اتنا ہی یا اس کے سوا کچھ اور بھی؟“ ہیو نے بے تابی سے پوچھا۔

”بس اور کچھ نہیں۔“ مسز ویلی نے جواب دیا۔ ”اور نہ انہوں نے مجھی کو کچھ کہنے کی مہلت دی۔ اس دن کل باتیں جو میں نے آپ سے کہی تھیں۔ یقیناً آپ نے ڈیوک سے نہ کہی ہوں گی۔“

”نہیں۔ بالکل نہیں۔“ لارڈ کلینڈن نے جلدی سے کہا۔ ”مسٹر جلی میں کیا ایسا نادان تھا کہ راز کی باتیں ان کے سامنے ظاہر کرنے بیٹھتا؟ اُلٹا آپ سے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ ان سے آپ کی گفتگو ہو تو اس بارہ میں ایک لفظ تک نہ کہے گا۔“

”نہیں میں بالکل نہ کہوں گی۔“ زن مذکور نے عصبی اضطراب سے کانپتے ہوئے کہا۔ ”مگر دیکھو تو اس بے عزتی کی کس کو خیر کئی؟ بد قسمتی سے اس وقت محفہ بھی پاس نہ تھا۔ اور مجھے یقیناً غش آجاتا...“

”سنئے کوئی آ رہا ہے۔“ لارڈ کلینڈن نے جلدی سے کہا۔

”کھڑی دیر میں ڈیوک آف مارچ مونٹ پیرنودار ہوا۔ اب اس کے بشرہ سے وقار و تکبر کا اظہار ہوتا تھا۔ مگر اس کا موجودہ سکون اس قسم کا تھا جس کی مہ میں صدی کا اضطراب پوشیدہ ہوتے ہیں۔ چہرہ کی رنگت اب ہلدی کی طرح زرد تھی۔“

”مائی ڈیئر میڈم! اس نے قریب آکر مسٹر جلی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔“ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ مگر اس کے بغیر چارہ بھی نہیں کہ میری بیوی کے تیک کے واحد رشتہ دار کی حیثیت میں آپ اسے اپنے ساتھ لے جائیں۔ اس گھر سے اس کا تعلق آج ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ وہ گھر لگا ہے اور گھنگار عورت کا میرے گھر میں کام نہیں۔ اس کے مستقبل کی نسبت مجھے جو انتظام کرنا ہے اس کی اطلاع چند دن تک میرے وکیل آپ کو بھیج دیں گے۔ بجائیے۔ الوداع۔ ہیومن انہیں گاڑی میں سوا کر دو... اور خیال رکھو وہ بھی ان کے ساتھ چلی جائے۔“

ڈیوک یہ الفاظ کہہ کر مڑا چلا ہوا تھا۔ کہ پھر کچھ سوچ کر رک گیا۔ اور کہنے لگا۔ ”دیکھو میو۔ اگر وہ دو روزا سو کر عاجزی سے الحاج وزاری کر کے بھی کہے کہ تم اس کا کوئی پیغام میرے پاس لاؤ۔ تو جلدی میں حکم دیتا ہوں۔ ایسا نہ کرنا۔ ورنہ میں عمر کے لئے تم سے خفا ہو جاؤں گا۔“

وہ پاس کے کمرہ میں گھس گیا۔ اور دروازہ میں کھینچ پیرنے کی آواز سے لارڈ کلینڈن اور سرسری سیل نے معلوم کیا کہ اس نے دروازہ کو اندر سے مقفل کر لیا ہے۔ دونوں وہیں کھڑے تھے کہ الٹا کی خواہشوں میں سے ایک زینہ سے اترتی ہوئی آئی۔ اور مسٹر جلی کو رقعہ دے کر کہنے لگی۔ ”بیگم صاحبہ نے التجا کی ہے کہ ان کی طرف سے یہ خط ڈیوک کو پہنچا دیا جائے۔“

”مگر افسوس میں ایسا نہیں کر سکتی۔“ مسٹر جلی نے کہا۔ ”ڈیوک نے تاکید کی حکم جاری کیا ہے۔ کہ اس کی طرف سے کوئی شخص زبانی یا تحریری پیغام لے کر میرے پاس نہ آئے۔ انتہائی صورت یہ ہے کہ آپ“ لارڈ کلینڈن کی طرف اشارہ کر کے ”ایک آخری کوشش کر دیجییں...“

”میں ضرور ایسا کروں گا۔“ میو نے جواب دیا۔ حصول انصاف کی خاطر ایسا کرنا میرا فرض ہے خواہ اس سے چھپنا راضی ہی کیوں نہ ہوں۔“

رقعہ ٹٹہ میں لئے وہ اس کمرہ کی طرف گئی جسے ڈیوک نے اندر سے مقفل کر لیا تھا۔ اور باہر سے دستک دی۔ ڈیوک نے اندر بیٹھے بیٹھے ہی پوچھا۔ کون ہے؟ جس پر لارڈ کلینڈن نے جواب دیا کہ میں ہوں۔ اور ڈیوک نے دروازہ کھول دیا۔ دو نو قریباً دس منٹ تک بند کمرہ میں رہے۔ اس عرصہ میں مسز بیلی اور وہ خادمہ جو رقعہ لے کر آئی تھی۔ باہر کھڑی رہیں۔

”کیوں ڈوئس کا کیا حال ہے؟“ مسز بیلی نے خادمہ سے پوچھا۔ ”نذا دیر پہلے اس نے یہ کیوں کہلا یا تھا کہ میں ان کے کمرہ میں نہ جاؤں؟“

خادمہ کی صورت سے حسرت برپا ہوتی تھی۔ مایوس لہجہ میں کہنے لگی۔ ”میڈم گڈنشٹ ایک گھنٹہ کے عرصہ میں سرکار کے چہرہ میں ایسی تبدیلی ہو گئی ہے۔ کہ معلوم ہوتا ہے پہلے کی نسبت دس سال بوڑھی ہیں۔ بہر حال انہوں نے وہ خط جسے اب لارڈ کلینڈن ازراہ عنایت ڈیوک کے پاس لے گئے ہیں حیرت خیز سکون کے ساتھ لکھا۔ خدا کرے اس رقعہ کی تحریر ڈیوک کے دل میں کچھ اثر پیدا کر سکے۔ آپ کو انہوں نے اسی لئے آئے سے منع کیا تھا۔ کہ خط کی تحریر میں مشغول تھیں۔ میڈم سچ جانتے ان کی طرف سے کمزوری یا نا عاقبت اندیشی تو بے شک ہوئی ہو۔ مگر ان کو گھنہ گار کہنا سراسر ظلم ہے“

مسز بیلی چونکہ ان کی زندگی کے ابتدائی حالات جانتی تھی۔ اور برطرا م سے اس کی محبت کا حال سے بخوبی معلوم تھا۔ علاوہ بریں فیشنبل طبقہ کی نشست و برخاست سے فطرت انسانی کے بہتر پہلو کی نسبت اس کے احساسات اگر قطعاً تلف نہیں تو کم از کم ایک حد تک گند مزور ہو چکے تھے۔ اس لئے اسے یقین نہ آیا۔ کہ الزابے تصور ہو سکتی ہے۔ وہ اس کو گھنہ گار ہی سمجھتی تھی پس خادمہ کے الفاظ پر اس نے سر کو اس طرح مایوسی سے حرکت دی۔ کہ ظاہر ہوتا تھا وہ اپنے دل میں اس معاملہ کی نسبت کسی طرح کے شکوک نہیں رکھتی۔ اور اسے اس کی مصیبت کا پورا یقین ہے یہ حالت دیکھ کر خادمہ کا اپنا چہرہ بھی اتر گیا۔ جب اس نے مسز بیلی کے خیالات کو اس بارہ میں اس قدر چختہ دیکھا۔ تو بد نصیب الزابے کے گناہ کی نسبت اس کی ڈھمکنے والے بھی یقین کی صورت میں بدل گئی۔

اس وقت لارڈ کلینڈن جواب تک دروازہ بند کئے ڈیوک کے کمرہ میں اس کے پاس بیٹھا تھا۔ باہر نکلا۔ مگر اس کی صورت دیکھتے ہی معلوم ہو گیا۔ کہ وہ جس کام کے لئے گیا تھا۔ پورا نہیں

گرمی ہوئی آواز سے کہنے لگا۔ ڈیوک نے اس رقعہ کو میرے اصرار پر پڑھا تو سہی۔ کیونکہ میں نے ان کو انصاف کا حوالہ دے کر، بیاہ کرنے پر مجبور کیا تھا۔ مگر سارا مضمون دیکھنے کے بعد انہوں نے یہی کہا۔ میرا فیصلہ اٹل ہے۔ اور اس میں فرق نہیں آسکتا۔ ان کا آخری حکم یہ ہے کہ ڈچس فوراً اس گھر سے چلی جائے۔“

خادمہ رونی صورت بنا کر زینہ کی راہ سے اوپر چڑھنے لگی۔ مسز بیلی بھی اس کے ساتھ ہوئی اور دونوں اس زمانہ نشست گاہ میں داخل ہو گئیں۔ جہاں الزا اس قسم کے اضطراب کی حالت میں جس کی تفصیل سے قیاس نہیں ترے۔ ادھر ادھر چلی رہی تھی۔ ایک اور خادمہ اس کے پاس تھی۔ مگر وہ بھی ایک طرف کھڑی ہوئی۔ بیگم کی اس افسوسناک حالت کو دیکھ کر دل ہی دل میں آنسو بہاتی تھی۔ الزا کی صورت سے ظاہر تھا کہ اس کے دل کو خوفناک صدمہ پہنچا ہے۔ چہرہ لاش کی طرح زرد سا کہیں آتی ہوئی۔ اور نگاہ سے اس قسم کی شکن ظاہر ہوتی تھی۔ گویا اس کی عمر مسلسل رنج و اندوہ میں گزری ہے۔ دروازہ کھلا۔ تو اس نے اس قسم کی جھجکالی ہوئی آنکھوں سے جن سے بے چینی اور اضطراب ظاہر تھا۔ آئے والوں کی طرف دیکھا۔ سب سے پہلے مسز بیلی نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”الزا ناحق تم نے...“

”میڈم آپ کے لفظوں سے ظاہر ہے کہ آپ مجھ کو گنہگار سمجھتی ہیں۔ حالانکہ میں سراسر بے قصور ہوں۔“ ڈچس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اب اس کی بے چینی سکون و قاریں بدل گئی تھی۔ عزیز من۔ کاش تم بے گناہ مہتمم مسز بیلی سے کہا۔ مگر اس معاملہ میں مجھ سے بہتر حالات نہیں کو معلوم ہیں۔“

”جبین کیا میرے خط کا جواب ملانی ہو؟“ ڈچس نے مسز بیلی کی طرف سے دقاؤنگر سے منہ پھر کر خادمہ سے کہا۔ جو مودب ناصحلہ پر کھڑی تھی۔ اور جسے ڈچس نے رقعہ دے کر بھیجا تھا۔ یہ کہتے ہوئے حالت اضطراب میں ایک بار پھر اس کی نگاہ سے ہم درجہ کا اظہار ہونے لگا۔

لیکن مسز بیلی خادمہ کو بولنے کا موقع نہ دیتے ہوئے جلدی سے کہنے لگی۔ ”تم نے سنا نہیں ڈیوک نے حکم جاری کر دیا ہے۔ کوئی شخص میرے پاس رقعہ یا پیغام نہ لائے۔ وہ اس وقت دروازہ بند کیے بیٹھے ہیں...“

”جبین میرے خط کا جواب ملانی ہو؟“ ڈچس نے بے صبری سے پھر اسی خادمہ سے کہا۔ مسز بیلی کے الفاظ چونکہ یہ ظاہر کرتے تھے۔ کہ وہ اس کو گنہگار سمجھتی ہے۔ اس لئے اب اس نے ادھر توجہ دینا ہی کسر شان سمجھا۔

میں عرض کرتی ہوں "میں نے جلدی سے جواب دیا۔ لارڈ گلینڈن سرکار کا رقعہ لے کر ان کے پاس گئے تھے۔ اور کہتے تھے۔ میں ضرور چچا سے بیگم صاحب کی حمایت کروں گا۔ قریباً پانچ گھنٹہ وہ بندہ کمرہ میں سرکار کے پاس بیٹھ رہے۔ مگر جب باہر آئے۔۔۔"

تیس! میں سمجھ گئی۔ "اوپس نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا۔ اب فرط مایس سے اس کے پسینہ خط وخال میں تن و پید ہو گیا تھا۔ تمہارا جواب یہ سننے کو ڈیوگ میرے۔۔۔ پر یقین نہیں کرتے۔ اس صورت میں میرا اس گھر سے کوئی سرکار نہیں۔ میں جاتی ہوں مگر اس وقت دم بخت میں میں خدا کو حاضر جان کر کہتی ہوں کہ کمرہ دہی پانا عاقبت اندیشی کی خطا دار تو میں بے شک ہوں۔ مگر گناہ سے میرا دامن سراسر پاک ہے۔"

"اللا اب الا! مسز بیلی نے عصبی جوش کی حالت میں جلدی سے کہا۔ دیکھو خدا کے پاک نام کو اس طرح آلودہ نہ کرو۔۔۔"

دفعتاً لڑاکا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا۔ آنکھوں سے چنگاریاں جھپٹنے لگیں۔ غرور و عظمت سے مسز بیلی کی طرف دیکھ کر اس نے کہا۔ اے عورت کیا تو بھی آج بولنے کے قابل ہو گئی! اور جب مسز بیلی ان الفاظ سے مرعوب ہو کر حالت غف میں دو قدم پیچھے ہٹی۔ تو اُدھس نے اسی طرح پر جوش لفظوں میں کہا۔ دیکھو۔ اس جگہ سے رخصت ہو کر میں ایک لمحہ کو تیرے پاس بیٹھنا حرام سمجھتی ہوں۔ جرات ہے تو اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہہ کیا تو نے ہی مجھے براہ و نہیں کیا؟ میرے اشارہ کو تو خوب سمجھتی ہے۔ اور آج اس مصیبت میں میں جی بھر کب تکے دوستی نہ کر کیا کروں تیرے ساتھ والد مرحوم کے حق میں بددعا نہ کہنے کا ڈر ہے۔ بہر حال اگر میں واقعہ میں گنہگار ہوتی۔۔۔ گو خدا شاہد ہے کہ نہیں ہوں۔۔۔ لیکن بالافض ہوتی تو نہ امت سے سر جھکا کر سوچ کہ میرے اس دور مصیبت میں تیری اولیٰ سازشوں کو کتنا دخل ہوتا۔ جا میری نظروں سے دور ہو جا! میں تیری ناپاک صورت دیکھنے کی روادار نہیں ہوں!"

مسز بیلی جوڑتی تھی۔ کہ ایسا نہ ہو۔ لڑا واقعات ماضی کی نسبت کسی طرح کے حالات ظاہر کر کے مجھے بھی مبتلائے مصیبت کرے۔ اتنا ہی سن کر روڑتی ہوئی کمرہ سے نکل گئی۔ اور خوف سے بھاگتی ہوئی زینہ سے اترنے لگی۔

رستہ میں اسے لارڈ گلینڈن ملا۔ اس نے پوچھا "کیسے؟" وہیں کہاں ہیں؟" مگر جب مسز بیلی بے تحاشا دوڑتی ہوئی اس کے نکل گئی۔ کیونکہ خیالات کی ابھرن میں اسے معلوم نہ تھا۔ لارڈ گلینڈن کیا پوچھ رہا ہے۔ تو اس نے پیچھے جا کر دوبارہ فکر و تشویش سے پوچھا "تیم کیسے تو کیا فائدہ پیش آیا ہے؟"

مالی لارڈ پوچھے نہیں۔ ”زن مذکور نے جواب دیا۔ کیا وقت ہے کہ وہ عورت ہے میں نے اپنی کوششوں سے ڈپس کے رتبہ تک پہنچایا تھا۔ آج مجھے گالیاں دیتی اور برا بھلا کہتی ہے۔ افسوس! افسوس! اسان فوموشی کی بدتر مثال اور کیا ہوگی؟“

”لارڈ کلینڈن اب سمجھ گیا تھا۔ معاملہ کیس ہے۔ وجوہ کے لئے کہنے لگا۔ ”ہاں سچ تو ہے۔“ پھر جب اس نے سنر سلی کو تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف جاتے دیکھا۔ جو دعوادہ پر تیار کھڑی تھی۔ تو بولا ”مگر کیا آپ ان کو ساتھ لے جائیں گی؟“

”ذمائی لارڈ میں نے بھر پایا۔ کیا ابھی کچھ اور کا لکھ لگوانا باقی ہے؟“

”لیکن چچا باصرا حکم دیا تھا کہ آپ ڈپس کو ساتھ لے کر جائیں۔“

”پر ڈپس نہ آئے تو کیا زبردستی لے جاؤں؟“ سنر سلی نے جلدی سے کہا۔ پھر ساتھ ہی کہنے لگی ”چلو اچھا ہوا کہ وہ میرے ساتھ چلنے کو تیار نہیں۔“ اس وقت اس کے چہرے سے غصہ اور جوش ظاہر ہوتا تھا۔ اس بات کا انتظار نہ کر کے کہ کوئی اس کو سہارا دے کر گاڑی میں سوار کرے۔ وہ جھمک کر خود ہی چڑھ گئی۔

لارڈ کلینڈن نے نصیحتی سلام کیا۔ اور گاڑی چل دی۔ وہ تھوڑی دیر شش پہنچ میں اسی جگہ کھڑا رہا۔ سنر سلی کے ڈپس کو ساتھ لئے بغیر رخصت ہونے کے یسنی تھے۔ کہ ڈپک کے احکام کی تعمیل نہیں ہوئی۔ پس تھوڑی دیر سوچ کر وہ اس خیال سے چھا کے کرہ کی طرف چلا۔ کہ ان سے ملے کہ اس معاملہ میں مزید ہدایات لی جائیں۔

دوسری طرف سنر سلی کے رخصت ہوتے ہی الزا کا عارضی جوش مراجعہ اشارات سے مغلوب ہو گیا۔ نقابہت نے وہ خلاف فطرت سکون پیدا کر دیا۔ جو فطریاں کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ خادماؤں سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔ ”میری ٹوپی شال امد وستانے لادو۔ میں جاتی ہوں۔“

”میں سرکار کے لئے گاڑی لانے کو کہہ دوں؟“ جین نے رتقش آواز سے پوچھا۔ ”گو ڈپس کے اظہار بے گناہی کے باوجود وہ دل میں اسے خطا داری سمجھتی تھی۔ تاہم فطرت جنت سے اس کے رخساروں پر آئینہ بہتے تھے۔“

”نہیں جین۔“ الزا نے جواب دیا۔ گاڑی کی حاجت نہیں میں پیدل ہی جاؤں گی۔ میں اس گھر میں آئی تو محروم لارڈ اور محتاج تھی۔ اب رخصت کے وقت بھی بے سروسامان جاتی ہوں۔“

خادماؤں زار زار روئی الزا کے پاؤں سے لپٹ گئیں۔ انہوں نے ہنست عرض کیا کہ آپ ایسی

ہٹ نہ کریں۔ آپ چندے یہاں ٹھہریں گی، تو سرکار کا قصہ خود ہی فرو ہو جائے گا۔ مگر وہ اپنے مادہ پر قائم تھی۔ لہجے سے استعجال و استعانت کا اظہار ہوتا تھا۔ انداز کلام فیصلہ کن اور ایک حد تک سخت تھا۔ ناچار خادیاں فرس سے اٹھیں۔ اور جو سامان ڈچس نے طلب کیا تھا، پیش کیا۔ تبدیلی لباس کے بعد جب وہ چلنے لگی۔ تو اس کی نگاہ سے رقت ظاہر ہوتی تھی۔ کانپتی ہوئی آواز سے بولی عزیز لڑکیو۔ تمہاری عنایات نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہے۔ اس امتحان و آزمائش کی دنیا میں ایسے ہی واقعات کسی شخص کو فطرت انسانی کے بہتر پہلو سے واقف ہونے کا موقع دے سکتے ہیں۔ اور ان میں جاتی تھیں۔ مگر وہ کچھ دم نے میری وجہ سے غم نہ کرنا۔ نہ اپنے طور پر کسی سے کہنا کہ میں چلی گئی ہوں ہاں اگر پوچھا جائے کہ وہ کس حالت میں رخصت ہوئی۔ تو میری طرف سے کہہ دینا۔ کہ شادی کے بعد میں یہاں خالی ماتہ آئی تھی۔ اور اب اسی طرح خالی ماتہ یہاں سے رخصت ہوتی ہوں۔ کوئی پوچھے تو یہ بھی کہہ دینا کہ جن کاغذوں کا حوالہ میں نے اپنے خط میں دیا تھا وہ میز کے دراز میں بنے ہیں۔ بس خدا حافظ!

اتنا کہ کر اور نوکرانیوں کی طرف جن کی زاری سے آپنل بھیگ رہے تھے۔ پھر ایک بار دیکھنے کی جرات نہ کر کے وہ تیز چلتی ہوئی کمرہ سے رخصت ہوئی۔ عقبی زینہ کی راہ سے اتر کر وہ منی دروازہ سے آگن میں پہنچی۔ کسی نے اس کو رخصت ہوتے نہیں دیکھا۔ دو نو خادیاں اسی کمرہ میں کھڑی روتی رہیں جس سے وہ۔ ایک امیر کبیر کی بیاتیا بیگم اس حال زار میں رخصت ہوئی۔ انہیں چونکہ اس سے دلی محبت تھی۔ اور انہا ہمیشہ ان سے شفقت کرتی تھی۔ اس لئے شدت گریہ سے ان کے دل ٹھٹھ جارہے تھے۔

اس اثنا میں جیسا پیشتر بیان کیا گیا ہے۔ لارڈ مکینڈن پھر اسی کمرہ میں چلا آیا۔ جہاں ڈیوک آف باچ مونٹ دروازہ بند کئے بیٹھا تھا۔ اب اس کی آمد کا مدعا ڈیوک سے یہ کہنا تھا۔ کہ ستر چلی تو جس کے بنیر چلی گئی۔ فرمائیے اب آپ کا حکم کیا ہے؟ ہمیں معلوم نہیں کمرہ میں دو نو کے دریا کیا باتیں ہوتیں۔ بہر حال کوئی دس منٹ کے عرصہ میں لارڈ مکینڈن باہر نکلا۔ اور اس نے ایک نوکر کو بلا کر حکم دیا کہ فوراً جا کر سادہ بن۔ گاڑی تیار کراؤ۔ جس کے بعد وہ اس کمرہ کی طرف چلا جس سے الزا تھوڑی دیر پیشتر روانہ ہوئی تھی۔ وہاں جا کر اس نے آہستہ سے دستک دی۔

اس کی صورت نہایت غمزہ تھی۔ دروازہ کھلنے پر اس نے یلوسانہ انداز سے کہا۔ میں بیگم صاحب سے چاہ لفظ کہنا چاہتا ہوں۔

”مگر وہ چلی گئیں۔“ خادمہ صین نے نیکیاں لے لے کر روتے ہوئے کہا۔
 ”چلی گئیں!“ کلینڈن نے متعجب ہو کر کہا۔ ”مگر کس طرح؟... گاڑی قریب سے اب تک روانہ نہیں ہوئی۔“

”سرکار پیدل چلی گئیں“ خادمہ نے جواب دیا۔ ”کہتی تھیں گاڑی پر سوار ہو کر نہ جاؤں گی۔“
 ”پیدل!“ کلینڈن نے اور زیادہ حیرت سے پوچھا۔ ”مگر کس طرف؟ ہمیں معلوم ہے کہ ہر جا ناپا
 تھیں؟“

”مائی لارڈ اس کا ہمیں کچھ علم نہیں۔“ صین نے کہا۔ ”انہوں نے ہم سے الوداع کہی اور... چلی گئیں“
 لارڈ کلینڈن گہری فکر میں آہستہ آہستہ زمین سے اُترا اور اس کمرہ کے دروازہ پر آکر جہاں ڈیوک
 بیٹھا تھا۔ پھر دستک دی۔ اس مرتبہ دروازہ فوراً ہی نہیں کھلا۔ اور ڈیوک نے اندر سے ہی کڑی آواز
 میں کہا۔ ”کیا بات ہے، اچھے کیوں بار بار وق کیا جاتا ہے؟“

”چچا جان میں یہ عرض کرنے کا حاضر ہوا ہوں کہ بیگم صاحبہ روانہ ہو گئے۔۔۔“
 ”تو بس اچھا ہوا۔ جاؤ۔ اس سے زیادہ میں نہیں سنا چاہتا۔“ ڈیوک نے اندر ہی بیٹھے بیٹھے کہا
 ”اور دیکھو میو۔ میری طرف سے ہر شخص کو حکم دے دو۔ کوئی ٹیسرے کمرہ میں نہ آئے۔ میں تنہا...
 بالکل تنہا رہنا چاہتا ہوں۔“

لارڈ کلینڈن کے لئے اب چپ رہنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ وہ دروازہ سے ہٹ کر ایک
 نوکر بلا یا چاہتا تھا کہ اس نے اپنے ذاتی خادم کو زمین پر چڑھتے دیکھا۔

اس سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔ ”ٹریڈرس تم جاکر سائیس سے کہہ دو۔ وہ گاڑی جس کی تیاری
 کا حکم تھوڑی دیر پیشتر دیا گیا تھا۔ اب درکار نہیں۔“

”بہت اچھا۔“ کہہ کر خادم اپنے آقا کے احکام کی تعمیل کے لئے رخصت ہوا۔
 شام کے چھ بج چکے تھے۔ اور وہاں کمرہ نشست میں جمع ہو کر واقعات پیش آمدہ پر کانامہ لکھی
 کر رہے تھے۔ بعض کی رائے تھی کہ ہمیں فوراً گاڑیاں تیار کر کے چل دینا چاہیئے۔ کہ موجودہ حالات
 میں ہمارا قیام نازیباہ اخلاقت کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر بعض کا خیال یہ تھا کہ عجب نہیں آخر کار ڈچس
 بے قصور نکلے۔ اور میاں بی بی میں میل ہو جائے جس صورت میں ہماری رخصت قابل اعتراض
 سمجھی جائے گی۔ مگر یہ لوگ ایسے تھے جنہیں ڈچس کی روانگی کا علم نہ تھا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ لارڈ کلینڈن اس جگہ وارد ہوا۔ اور ہماروں نے اس کی صورت دیکھتے

ہی معلوم کر لیا۔ کہ اب کوئی اور زیادہ خوفناک اور فیصلہ کن واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ اس نے کہا صاحبان مجھے اس بات کا سخت پہنچ ہے کہ آج کے ناخوشگوار واقعات نے آپ کی بزم طرب کو مختل کیا۔ مگر چچا جان اور ان کی بیگم میں ایسا بگاڑ ہوا ہے جو کسی حالت میں رفع نہ ہوگا۔ ڈچس رخصت ہو گئی ہیں۔ اور چچا جان بارالم سے مغلوب ایک کمرہ میں بندھا لپٹے ہیں۔ یہاں کچھ اور تفصیل سننا چاہتے تھے۔ مگر پاس اخلاق مانع تھا۔ بہر حال اب ان کے لئے اس کے سوا چارہ کار نہ رہا کہ اپنی اپنی گاڑیاں تیار کر کے گھروں کو رخصت ہو جائیں۔ لارڈ کھینڈن نے یہی طور پر شام کا کھانا کھا کر جانے پر زور دیا۔ مگر حبیب اسید کی جاسکتی نفی ہر شخص نے شکر یہ کہ ساتھ افکار کر دیا۔ فوراً اسباب بندھنے لگا۔ گاڑیاں تیار ہوئیں۔ اور اس قابل یادوں کی شام کو سات بجتے بچتے یہاں لوگوں سے آخری شخص اس گھر سے رخصت ہو گیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر لارڈ کھینڈن اس گاؤں کی طرف چلا جس کی سرائے میں اس نے بھائی سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ فاصلہ قریباً ایک میل تھا۔ مگر وہ تیز چلتا ہوا قریباً پانچ گھنٹہ میں ہی سرائے میں پہنچ گیا۔ سرائے دار سے مسٹر برٹرام دوین کا پتہ پوچھا۔ تو وہ ایک کوٹھڑی میں لے گیا۔ جہاں بد نصیب فوجان فکر جانکاہ کی حالت میں بھائی کی آمد کا منتظر تھا۔ سایہ دار درختوں کا ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کے بعد جب برٹرام نے میو کو ڈلوک سے یہ کہنے کے لئے بلعیا کہ ڈچس بے قصور ہے اس ذلت کے بعد قریباً تین گھنٹہ گزر گئے تھے۔ مگر یہ تین گھنٹے اسے تین سال۔ تین صدیوں کے برابر طویل محسوس ہوئے۔ اور اس عرصہ قلیل میں اس کے ذہن نے وہ درد افیت۔ وہ کرب جانگداز وہ عذاب شدید برداشت کیا جسے کینان دوزخ شاید ازل سے اب تک برداشت نہیں کرتے اور جس کی شدت نے عرصہ کی قلت سے اتنا دور اختیار کیا کہ الفاظ اس کیفیت کو بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ لارڈ کھینڈن نے کوٹھڑی میں آکر برٹرام پر پہلی ہی نظر ڈالی تو معلوم ہو گیا کہ وہ بد نصیب کس خوفناک ذہنی تکلیف میں مبتلا ہے۔

”کیوں بھائی کیا خبر لائے ہو؟“ برٹرام نے میو کے آتے ہی بے تابی سے پوچھا۔ گو لارڈ کھینڈن کی افسردہ صورت دیکھتے ہی یہ خوفناک شبہ اس کے دل میں جاگزن ہو گیا تھا۔ کہ خبر اچھی نہیں ہے۔ ”افسوس! برٹرام میری کوششیں بے کار ہوئیں۔ کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا۔“ برٹے بھائی نے جواب دیا۔

”نہیں! بد نصیب برٹرام نے جس کے چہرہ پر اب یاس کے اثرات ظاہر تھے مری ہوئی آواز سے

کہا مگر کچھ حالت اضطراب میں نہ کہنے لگا۔ لیکن تباؤ تو کیا کیا باتیں جوئیں؟ تم نے چپ کو سمجھانے کی کوشش کی...؟
 اسے عزیز۔ میں نے جہاں تک حد امکان میں تھا۔ کوشش کی۔ لارڈ کلینڈن نے بھائی کا ہاتھ اپنے
 ہاتھ میں لے کر محبت سے دباتے ہوئے کہا۔ ”مگر بے سود... وہ کسی کی سنتے ہی نہیں۔“
 ”اور وہ خطہ... کیا ڈیوک نے میرا خط بھی پڑھایا نہیں؟“ برٹرام نے پوچھا۔
 ”خط اکون خطہ؟“ کلینڈن نے تعجب سے کہا۔

”آہ! مجھے یاد آگیا۔“ برٹرام نے جلدی سے کہا۔ ”وہ تمہارے آنے کے بعد وہاں پہنچا ہوگا۔ نصف
 گھنٹہ پہلے میں نے ایک راکٹ کے ہاتھ ڈیوک کے نام خط بھیجا تھا۔ بات یہ ہے تمہارے بار۔ حالت انتظار
 میں مجھ پر جنوں کی سی حالت طاری تھی۔ میں سخت بے قرار تھا۔ تم نہ آئے تو میری فکر اور بڑھی۔ جیرون
 تھا۔ کیا کروں...“

”میں سمجھا۔ بے تاب ہو کر تم نے ڈیوک کے نام ایک خط لکھا۔ مگر یہ تو کہو اس میں لکھا کیا؟“ لارڈ
 کلینڈن نے پوچھا۔

”کچھ یاد نہیں۔“ برٹرام نے جلدی سے جواب دیا۔ ”میں کہہ چکا ہوں۔ اس وقت میری حالت دیوانوں
 کی طرح تھی... ادراپ بھی ہے...“ ”ذرا رک کر! الہی! وہ بے قصور! اور مجھ بد نصیب کی وجہ سے
 ہمتاے مصیبت ہے... مگر بھائی وہ اس وقت کہاں ہے؟ ڈیوک نے اس پر کوئی تسخنی تو نہیں
 کی؟“

”دس اوک لینڈس سے چلی گئی ہے۔“ لارڈ کلینڈن نے جواب دیا۔ ”پچھلے فیصلہ ہوا تھا۔ کہ مسز ہیلی
 اسے اپنے ساتھ لے جائے...“

”چلی گئی!... چلی گئی!“ برٹرام نے انداز وحشت سے کہا۔ ”خاناں برباد ہو کر چلی گئی!... اور یہ
 اس حالت میں کہ سراسر بے گناہ تھی! آہ! برٹرام تو کتنا بد نصیب ہے۔ کہ تیری وجہ سے وہ بھی تباہ
 ہوئی جو اپنے گھر میں آرام کی زندگی بسر کرتی تھی۔ تیری وجہ سے اس کو بھی یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ جو اپنے
 شوہر کے پاس سکھتی تھی۔“ ”یہ کہتے ہوئے اس نے انداز تاسف سے دو نو ہاتھ ملنے شروع کئے۔ پھر دوا
 ”مگر تم بتا سکتے ہو۔ کہاں گئی؟“

”کچھ معلوم نہیں۔“ کلینڈن نے جواب دیا۔ ”ہاں سنو جیلی رخصت ہوئی ہے تو اس کے ساتھ نہ
 تھی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ تنہا پیدل کسی طرف کو چلی گئی ہے۔“

”ہا۔ پیدل! برٹرام نے پریشانی کی حالت میں کہا۔ ”ادراپ اس کی آنکھوں سے جنوں کا اظہار

ہونے لگا تھا۔ ”الزاکر عیڑ کر چلی گئی... تنہا!... پیدل!... کوئی اس کا غمخوار نہیں!... کوئی نہیں جانتا وہ کہاں ہے! اسے پیر فلک۔ یہ ستم کار یاں قابل برداشت نہیں!“ اور یہ کہتے ہوئے وہ ٹوپی ماتھے میں لے کر دیوانہ وار سرائے کے پھاٹک کی طرف چلا۔

”برٹرام! برٹرام! کہاں جاتے ہو؟“ لارڈ کلینڈن نے بھائی کا بازو پکڑ کر روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”کہاں! انیم دیوانہ نوجوان نے انداز حیرت سے کہا۔ میں بھی وہاں جاتا ہوں۔ یہاں وہ گئی ہے جس کو میرے جوش جذبات نے تباہ اور برباد کیا۔ بھائی میں اسی کے پیچھے جاتا ہوں۔ جو میری الائی ہوئی مصیبت کی وجہ سے باویہ پچائی پر مجبور ہوئی سب سے معلوم نہیں وہ کہاں ہے۔ مگر میں خاک بسر ہو کر سے اکناف عالم میں تلاش کروں گا۔ وہ جہاں ہوگی۔ وہیں جاؤں گا۔ میں اس کو تسلی دوں گا۔ اگر مجھ سیاح لقصیب کی تسلی اس کے لئے کسی طرح کارگر ہو سکتی ہے۔ میں دو زانو ہو کر اس سے معافی طلب کروں گا۔ اگر مجھ رو سیاح کے لئے دو جہان میں معافی حاصل کرنا ممکن ہے۔ میں اس کی بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش کروں گا۔“

”لیکن برٹرام...“

”مت روکو! بیو جانے دو! یہ کہتے ہوئے برٹرام نے بھائی کو جھٹکا دے کر بازو چھڑایا۔ اور حشی کی طرح دوڑتا ہوا سرائے کے پھاٹک سے باہر نکل گیا۔

لارڈ کلینڈن اس کے تعاقب میں دروازہ ٹک گیا۔ مگر وہ اس عرصہ میں نظروں سے غائب ہو چکا تھا!

باب ۹۔ سانچہ

لارڈ کلینڈن کو محل سے برٹرام کی طرف گئے پاؤ گھنٹہ گزرا تھا۔ کہ ایک لڑکا ڈیوک آف مارچ مونٹ کے نام خط لے کر آیا جسے اس نے ڈیڑھ ہی ہر دربان کے حوالہ کر دیا۔ چونکہ اس خدمت کا معاوضہ اسے پہلے ہی مل چکا تھا۔ اس لئے وہ خط حوالہ کرنے کے بعد نہیں ٹھہرا۔ بلکہ فوراً ہی تیز چلتا ہوا واپس چلا گیا یہی وہ خط تھا جس کا ذکر برٹرام نے اپنے بھائی سے کیا تھا۔ مگر خط اور غفاذ کی تحریر راقم کے ذہنی اضطراب

کی وجہ سے اتنی بگڑی ہوئی تھی۔ کہ جو شخص اس کی شناخت کا عادی بھی ہو۔ وہ بمشکل حرف پہچان سکتا تھا دربان نے ہند لغافہ ایک خادم کو دے دیا۔ جو اُسے لے کر اس کمرہ میں گیا۔ جس کا دروازہ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اب تک اندر سے بند کر رکھا تھا۔

خادم کی دست تک پر امیر موصوف نے اندر سے کرچی آواز میں پوچھا۔ ”کون کھٹکھٹاتا ہے؟ جب میں نے حکم دے دیا۔۔۔“

”مائی لارڈ۔ ایک خط آیا ہے۔“ نوکر نے خوف سے کانپتے ہوئے باہر سے عرض کیا۔
”کس کی طرف سے؟“ ڈیوک نے پوچھا۔

”میں عرض نہیں کر سکتا۔“ خادم نے جواب دیا۔ ”تحریر پہچانی نہیں جاتی۔۔۔“

ڈیوک نے دروازہ کھول کر خط لے لیا۔ اس ایک ثانیہ کے عرصہ میں کہ دروازہ کھلا۔ نوکر نے آقا کی صورت دیکھی۔ چہرہ لاش کی طرح رُو تھا۔ اور اس پر دلی جوش و اضطراب کے آثار نمودار تھے۔ ڈیوک نے خط پلٹتے ہی دروازہ بند کر لیا۔ اور صرف پہچاننے کی کوشش کی۔ اس سے قاصر رہ کر اس نے لغافہ چاک کیا۔ مگر جیسے ہی اس کی نظر ابتدائی الفاظ پر پڑی۔ اس نے خط کو فرشی قالین پر پھینک کر پاؤں سے کھل دیا۔ مگر فوراً ہی اس سبک حرکت سے دل میں شرمندہ ہو کر اس نے پھر اس کو اٹھالیا۔ اور کسی نامعلوم شخص کے اثر سے یہ جاننے کے لئے کہ برٹرام اپنے حق میں کیا عذرات پیش کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اس نے بیٹھ کر خط کو اول سے آخر تک پڑھا۔ انداز تحریر غیر مہوٹ چلے شکستہ اور تمکیموں اور التباؤں کی بھرمار تھی۔ لیکن مضمون اسی قدر تھا۔ کہ چپس بے گناہ ہے۔ اسی سلسلہ میں بے جوڑ طریقہ پر اس کا بھی ذکر تھا۔ کہ کبھی ہم دونوں کی آپس میں محبت تھی۔ لیکن مسخری ملی نے اس کی شادی آپ سے کرنے کے لئے ہمیں دھوکا دیا۔ سارا مضمون پڑھنے کے بعد ڈیوک کے دل میں روشنی کی ہلکی سی شعاع پیدا ہوئی۔

مراجعات خیالات کے اثر سے یہ سوچتے ہوئے کہ میں نے ذرا سی بات کا کتنا بنگر ٹھنڈا دیا۔ اس نے کرسی پر پیچھے کی طرف جھک کر کہا۔ ”ابھی ایہ تو نہیں ہوا کہ برٹرام نے عارضی کمزوری کے بس میں اس پریشانی کے باعث جو دونوں مصلحتی کے خیال سے پیدا ہونی لازم تھی۔ اسے اپنے بازوؤں کا سہارا دیا۔ ورنہ حقیقت میں وہ بے قصور تھی۔ مگر نہیں یہ بات ماننے کی نہیں۔ گنہگار لوگ ایسے عذرات پیش کیا ہی کرتے ہیں۔ بلکہ جس نے جتنی بڑی خطا کی ہو۔ اتنے ہی زور سے وہ اپنی مصومیت کا انکار کرتا ہے یقیناً وہ تو گنہگار ہیں۔۔۔ میرا وہ مارتین بھتیجا۔ اور یہ سیاہ کار عورت بھی جسے میں نے اپنے

بچہ و راحت کا حصہ دار بنایا... ہاں مگر اس خط میں ان کی سابقہ محبت اور اس فریب کا کیا ذکر ہے جو مسز ہیلی نے انہیں دیا۔“

منتصنا و خیالات کے باعث ڈیوک کے سر میں چکر آئے لگا۔ اس نے پیشانی کو رذ سے دبایا۔ اس وقت بھی یہ یقین کرنے کے لئے کہ وہ عورت جس سے ہاٹن ہیں اسے بے پار محبت تھی۔ اور جس کی اٹلی گزاری پر وہ ہمیشہ غم و سبات کیا کرتا تھا۔ واقعہ میں بے قصور ہے۔ وہ دنیا کی بہترین نعمت سے دست بردار ہونے کو تیار تھا۔ سینیں زور و جہد ہو رہی تھی۔ نفس کہتا تھا وہ بے قصور ہے اور ظاہر پرستی اس کو گنہگار تصور کرنے پر زور دیتی تھی۔ ان دو متضاد خیالات کے بیچ میں یہ احساس پریشان کر رہا تھا۔ کہ میں نے اس معاملہ میں غیر معمولی جلد بازی کی۔ اور اس پہلو سے میری سختی و حقیقت ناقابل معافی ہے۔ دفعتاً اس کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا جس کے زیر اثر وہ کمرہ کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ پوچھا۔ لارڈ کلبینڈن کہاں ہیں؟ اور جب معلوم ہوا وہ تھوڑی دیر پیشتر کہیں چلے گئے۔ تو نوکر کو حکم دیا۔ کہ بڑی خادمہ چین کو میرے پاس بھیج دو۔ اس کے آنے تک جو چند منٹ کا وقفہ حائل ہوا۔ اس میں ڈیوک نے اپنے اضطراب و پریشانی کو دبا کر سکون و وقار قائم کرنے کی ہرزور کوشش کی۔ انسان اپنی کمزوریوں کو اوروں سے چھپانے کی جتنی الامکان کوشش کرتا ہے۔ چین آئی۔ تو اس کی آنکھیں شدت گریہ سے سو جی ہوئی تھیں۔ چہرہ سے حزن و ملال کے آثار نمودار تھے۔ ڈیوک نے اس سے پوچھا۔ چین تمہاری سگم چلی گئیں کیا؟

”ہاں۔ سرکار چلی گئیں۔ مگر سچ ہائے ان کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ روتے روتے آنچل بچے جاتے تھے...“ خادمہ نے کہنا شروع کیا۔

”تم کو معلوم ہے کہاں گئیں؟“

”نہیں سرکار کچھ معلوم نہیں۔“

”آخر تم اسے گاڑی تک چھوڑنے تو سافہ گئی ہوگی۔ تمہارے سننے اس نے کو جان کو کہاں چلنے کا حکم دیا تھا؟“

خادمہ کی آنکھوں سے پھر طوفان اشک پڑ نکلا۔ کانپتی ہوئی آواز سے کہنے لگی۔ مائی لارڈ وہ یہاں سے پیدل ہی گئی تھیں...“

”کیا کہا۔ پیدل؟ امیر موصوف نے اننا زحمت سے پوچھا۔“

”ہاں مائی لارڈ۔“ چین نے کہا۔ ”خصت ہوتے وقت کہتی تھیں کہ میں یہاں غالی ہاتھ آئی تھی۔“

اور اب اسی طرح خالی باقیہاں سے جاتی ہوں ... ”
 ”اے!“ ڈیوک نے چونک کر کہا۔ اور وہ اس طرح خادم کے منہ کی طرف دیکھنے لگا۔ گویا بیان کے آخری حصہ کلبے تالی سے مختصر ہے۔

جاتے وقت انہوں نے خدا کو حاضر جان کر یہ بھی کہا تھا۔ کہ میں بے قصور ہوں۔ ”خادم نے بیجا جاری رکھتے ہوئے کہا۔ مائی لارڈ فطرت انسانی اتنی بڑی ہرگز نہیں ہو سکتی ہے۔ کہ کوئی گنہگار ہو کر ایسی شتمیں کھائے ... ”

وہ فقرہ کو نامکمل ہی چھوڑ کر گئی۔ کیونکہ دفعتاً اسے مسز ہیلی کے الفاظ یاد آ گئے۔ اور وہ اس خیال سے کانپنے لگی۔ کہ ایسا نہ ہو جسے میں ان لفظوں کے ذریعہ بے قصور ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ حقیقت میں خطا وار ہو۔

”اچھا اس لئے اور کیا کہا؟“ ڈیوک نے جس کے لہجہ اور انداز سے بے صبری ظاہر ہوتی تھی۔ پوچھا ”جتنے چلتے اتنا اور کہا تھا۔ کہ جن خطوں کا ذکر میں نے آپ کی جیبی میں کیا ہے۔ جسے لارڈ کلینڈن آپ کے پاس لیکر گئے تھے وہ سب ڈسک میں پڑے ہیں۔“ جین نے جواب دیا۔
 ”اے! وہ جیبی... میں اسے...“ خیر“ اور ڈیوک فقرہ کو ناتمام ہی چھوڑ کر تیز چلتا کمرہ سے رخصت ہوا۔

وہ سیدھا بیگم کے کمرہ میں گیا۔ ڈسک غیر محفوظ تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ ڈسک عہد اسی حالت میں چھوڑ گئی ہے۔ ڈیوک نے اسے کھولا۔ تو برٹرام کی وہ چھپیاں برآمد ہوئیں۔ جو اس نے مختلف اوقات میں کپتان لمسی کے نام لکھی تھیں۔ ڈیوک نے انہیں سرسری نظر سے دیکھا۔ تو عہد ماضی کے سب حالات روشن ہو گئے۔ وہی حالات جن کا ذکر حوائث اس خط میں درج تھا۔ جو برٹرام نے لگاؤں کی سرائے میں بیٹھ کر شدت اضطراب سے بے جوڑ عبارت میں لکھا تھا۔

ان خطوں کو پڑھ کر ڈیوک کے پاؤں تلے کی مٹی مچل گئی۔ آنکھوں کے سامنے پردہ سا ہٹ گیا۔ اور اول مرتبہ اس نے اس عجیب طرز عمل کی حقیقت کو سمجھا۔ جو برٹرام اور انرا دونوں نے اول الذکر کے ادک لینڈس آنے کے بعد چند دنوں میں برتا تھا۔ اب یہ سوچ کر اسے سخت غلامت ہوئی کہ میں ہی انہیں ایک دوسرے سے ملانے اور ان کی سرورمہری کو رفع کرنے کا ذریعہ بنا۔ دراصل میں نے ہی ان کے جذبات خفہ کو بیدار کیا۔ پس اگر ان کے میل سے میری بے عزتی ہوئی۔ تو اس کے لئے ذمہ وار خود میں ہوں! اور اب دیکھئے کہ جو باتیں گذشتہ پاؤ گھنٹہ میں بصورت امید وار نہ

اس کے دل میں پیدا ہوتی یقیناً اصل حقیقت بن کر اس کے پیش نظر ہیں۔ کیا یہ اعلیٰ نہ تھا۔ کہ گوارا کی طرف سے کمزوری کا اظہار ہوا۔ تاہم وہ گہہنگار نہ تھی۔ برٹرام نے اپنے خط میں صاف کہا تھا۔ کہ حالات کے زیر اثر اپنے جذبات پر قابو پانے سے قاصر رہ کر گویں نے اسے اپنے بازو کا سہارا دیا۔ تاہم اس سے قصداً فساد کا اظہار مطلوب نہ تھا۔ جتنا زیادہ ڈیوک اس معاملہ پر غور کرتا اتنا ہی برٹرام کا بیان اسے سچا نظر آتا تھا۔ ڈچس کی روانگی کے جو حالات خادمہ چین کی زبانی معلوم ہوئے۔ وہ بھی اس قانون کے گہہنگار ہونے کی بجائے اس کے وقار و معصومیت پر دلالت کرتے تھے۔

سارے حالات کو ان کی حقیقی صورت میں سمجھنے کے بعد ڈیوک نے اس جوش و محبت کے زیر اثر جو پھر ایک بار بد نصیب ڈچس کے لئے اس کے دل میں پیدا ہونے لگا تھا۔ دروسے کر رہتے ہوئے کہا۔ ”اُڑا۔ اُڑا۔ اگر میں نے تم پر ظلم کیا ہے۔ تو اس کا تادان اپنی جان سے دوں گا۔ ۱۰۰۔ ۱۰۰۔ ۱۰۰۔ خدا کی صاف ظاہر نہیں ہے کہ میں نے اس معصوم پر ظلم کیا؟ مجھے اندیشہ... نہیں یقین ہے۔ کہ میں نے اس پاکیزہ پسے جانتی کی... اُڑا تو برٹرام سے بے تکلف ہونا چاہتی تھی۔ اس سے تیرا سلوک بجا طور پر سردہری کا تھا۔ کہ سہارا واقعات ماضی کی یاد جذبات میں سیجان پیدا کر دے۔ فی الجملہ تیرا سلوک مجموعی طور پر وہی تھا۔ جو ہونا چاہیے۔ لیکن مجھ بد نصیب نے تہیں ایک دوسرے سے ملانے کی کوشش کی۔ خود میں نے تمہارے میل کے سامان پیدا کئے۔ تہیں عمدہ آستہا چھوڑا۔ ایسے حالات میں قدرتی تھا۔ کہ تم دوں جنہیں خوفناک دھوکا دیا گیا تھا۔ عہد ماضی کا ذکر کرتے۔ افسوس! افسوس! اسی بات کو میں نے تیرے گناہ پر محمول کیا! اُڑا تو کروڑ مگر پاک عصمت تھی۔ میں تیری کمزوری سے مدد نہ کرتا ہوں کہ وہ میری حماقت کا نتیجہ تھی۔ اب کچھ بھی ہو میں بہت جلد تجھے محکمہ اس میں واپس لا کر اپنی ملک بناؤں گا۔ میں خود تیرے سامنے دوڑاؤں ہو کر معافی کا خواستہ گا رہوں گا...“

اس قسم کے مجذوبانہ الفاظ کا کہنا ہوا۔ ڈیوک زمانہ کمرہ سے باہر نکل گیا۔ اب نہ اس کا فطری وقار باقی تھا۔ نہ سکون۔ جس کا وہ عادی تھا۔ احساس ندامت نے دونوں کو مغلوب کر دیا۔ جب زمین سے اتر کر وہ اس مقام پر گیا۔ جہاں سے کمرہ نشست کا دروازہ کھلتا تھا۔ تو لارڈ کلینڈن ملا۔ جو برٹرام سے مل کر گاؤں کی سڑک سے واپس آ رہا تھا۔

اُسے دیکھ کر ڈیوک کے دل میں ان خیالات کی یاد تازہ ہوئی۔ جنہیں وہ حالات کی الجھن میں بالکل نظر انداز کر چکا تھا بے ساختہ کہنے لگا۔ ”تم آگئے۔“ اور میرے ساتھ آؤ۔“ اور یہ کہہ کر وہ کمرہ نشست میں داخل ہوا۔ لارڈ کلینڈن بھی اس کے پیچھے گیا۔

دونوں میں قریباً دس منٹ باقی ہوئیں۔ مگر وہ کیا تھیں۔ ان کا سر درست ہمیں کچھ علم نہیں۔ مختصر یہ کہ اس عرصہ کے بعد لیکا پک دروازہ کھلا۔ اور ڈیوک اسی بے تابی سے باہر نکلا جس سے اندر داخل ہوا تھا۔ ہال میں اتر کر اس نے سب نوکروں سے جو اس جگہ موجود تھے۔ غصہ طاری کر لیا۔ میں کہا: "سارے آدمی چاروں طرف جا کر ڈچس کو تلاش کرو۔ اگر وہ مل جائے۔ تو کہنا اہل قصور دار میں یعنی اس کا شوہر ہوں۔" الزا کی بے گناہی سن کر ہر شخص کے منہ سے لغزہ صرست بلند ہوا۔ کیونکہ اپنی فطری نیکیوں اور حسن سلوک سے وہ گھر کے سب نوکروں اور خادموں میں ہر دل عزیز تھی۔ ہر شخص اس سے دلی محبت کرتا تھا۔ سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے ڈیوک نے اور زیادہ پر جوش آواز سے کہا: "تم نے کہنا خطا وارہ نہ تھی میں ہوں! ادب میں اس سے واپس آنے کے لئے التجا کرتا ہوں۔ آئندہ وہ اس گھر کی ملکہ اور میری راحت العین ہوگی۔ جاؤ سب آدمی اطراف میں پھیل جاؤ۔ ہر گھر۔ ہر جھونپڑی ہر مقام تلاش کرو۔ ایسا نہ ہو وہ چھپی رہ جائے۔ فوراً جاؤ۔ جو شخص اسے ڈھونڈ کر لائے گا۔ اس کو میں ایک سو پونڈ نقد انعام دوں گا۔ میں خود بھی اس کی تلاش میں جاتا ہوں۔ الزا بے خبری میں نے منجھ پر ناقابل معافی ظلم کیا ہے..."

ڈیوک آف ماریچ مونٹ نے ٹوپی اور ڈھلی۔ اور کچھ کہتا ہوا تیز چل کر محل سے روانہ ہوا جس وقت باہر کی سیڑھیوں پر اتر رہا تھا۔ اس کا شکیل میسٹف کتا جس کا ذکر پیشتر کیا گیا ہے۔ آقا کو دیکھ کر خوشی سے دوڑتا ہوا پاس آیا۔

"پلو۔ تم بھی میرے ساتھ جاؤ۔ ڈیوک نے کتے سے مخاطب ہو کر کہا: "وفادارہ درست۔ تم خوب جانتے ہو۔ میں ایک ضروری کام پر جا رہا ہوں۔"

اس نے یہ خبر ہر طرف پھیل چکی تھی۔ کہ کسی نامعلوم طریق پر ڈیوک کو بیگم کی بے گناہی کا یقین ہو گیا ہے اور اب جو شخص ڈچس کو تلاش کر کے لائیگا۔ اسے ایک سو پونڈ انعام دیا جائے گا۔ اس اطلاع کی سب سے زیادہ خوشی الزا کی دونوں خوں کو ہوئی۔ اور صبح دوسری خاندانہ کے گھر میں باہیں ڈال کر خوشی کے اندھ بھاتے ہوئے کہنے لگی۔ "ابھی جیسے تو نے ہماری بیگم کی آبرورکھی۔ سب کی رکھیب۔ بہن اب وہ بہت جلد ہمارے پاس آجائے گی۔ میں باہر گاۓ ایزدی میں معافی کی التجا کرتی ہوں۔ کہ ایک لمحہ کو ان کے خلاف کسی طبع کے شبہ کو دل میں جگہ دی۔"

ڈیوک کا حکم پاتے ہی سب نوکر ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ مختلف آدمی مختلف اطراف میں روانہ ہو گئے۔ لارڈ کلینڈن بھی اس تلاش میں شریک تھا۔ اور اس نے اعلان کیا کہ جو شخص ڈچس کو واپس لائے

میں کامیاب ہو گا۔ سچ بچا کے ایک سو پونڈ انعام کے علاوہ پچاس پونڈ اور میں اپنی طرف سے دوں گا۔
تلاش شروع ہوئی۔ نوشام کی تاریکی چاروں طرف پھیلنے لگی تھی۔ غور ڈھی وہیں اس نے سواشب

کی صورت اختیار کی۔ ستنے میں چاند روشن ستاروں کی فوج نے کر سیدان فلک پر نمودار ہو گیا۔ اسی

طرح وقت گزرتا گیا۔ رفتہ رفتہ آدھی رات ہونے لگی۔ نگراب تک کوئی شخص تلاش سے کامیاب یا ناکام

واپس نہ ہوا۔ لیکن آدھی رات کے بعد ایک ایک کر کے نوکر لوگ اوک لینڈس میں واپس ہونے لگے

جوتا۔ اس کے چہرہ کی انفرادی ناکامی کا پتہ دیتی۔ رات کا ایک بج تھا کہ لارڈ کلینڈن واپس ہوا۔

اس نے اس تلاش میں کچھ کم سرگرمی نہ کی تھی۔ لیکن واپسی پر اس کو بھی ناکامی کا اعتراف کرنا پڑا۔ نوکروں

سے پوچھا۔ کیا ڈیوک واپس آگئے؟ لیکن معلوم ہوا وہ اب تک نہیں لوٹے۔ اس پر لارڈ کلینڈن نے

کہا: ”اچھا میں ان کی واپسی کا انتظار کرتا ہوں۔“

ٹھیک ایک بجے ڈیوک آف بارچ مونٹ اپنے دفن دار کے پلوٹو کو ساتھ لئے واپس ہوا۔ اس

کی تحقیقات بھی اردوں کی طرح بے سود رہی تھی۔ فی الحقیقت اس ساری تنگ دود میں کسی کو معلوم نہ

ہوا کہ دس کہاں ہے۔ یا کس طرف گئی۔ قدرتی طور پر ہر شخص کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہونے لگا۔ کہ

ہر نہ ہو۔ اس نے خود کٹھنی کوئی ہے۔ لیکن ڈیوک کے دل میں چونکہ اس شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے کسی

کو ذکر کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ شاید وہ الزاکے فطری استقلال سے پوری طرح واقف تھا۔ اور یہ خیال

اس کے دل میں پیدا ہونا غیر ممکن تھا۔ کہ اس نے اس ہونٹاں جرم کا اقدام کیا ہو۔ اس کا خیال تھا کہ

اگر حقیقت میں بے قصور ہے۔ جیسا کہ اب اسے یقین ہو گیا تھا۔ تو اس کی کوششیں یہ ہونی چاہیے

کہ زندہ رہ کر اس کو رخ سیاہ کو دھوئے نہ یہ کہ جان سے گذر کر لوگوں کو مزید حیرت گیری کا موقع دے۔

تھوڑی دیر بعد ڈیوک نے کھڑے کھڑے نوکروں سے کہا: ”میں پھر ایک بار اسے تلاش کرنے جاتا

ہوں۔ مجھ خستہ تن پر اس وقت تک نیند بھرا ہوا ہے۔ جب تک دس کا سراغ حاصل نہ کروں۔“

نوکروں سے کیے بعد دیگرے اس نے دریافت کیا کہ تم نے اسے کتنے اطراف میں تلاش کیا، اس

سے معلوم ہوا کہ وہ پہل فاصلہ پر چند جھوپڑوں کا بوجھوٹا سا گاؤں آباد ہے۔ وہاں اب تک کوئی نہیں

گیا۔ باقی سب مقامات تلاش کرنے لگے ہیں۔

”خیر تو اب میں رہا جاتا ہوں۔“ ڈیوک نے کہا۔ اور اس کے چہرہ پر اسید کی شمع خفیف نظر

آنے لگی۔

کئی نوکروں نے ڈیوک کے ساتھ چلنے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور بعض نے اصرار کیا کہ ہم اپنے طور پر

جا کر پھر انہیں تلاش کرتے ہیں۔ مگر ڈیوک نے سب کو نگاہِ شکر گزاری سے دیکھ کر کہا۔ ”میرے دوستو آج تم نے کچھ کم جانفشانی نہیں کی۔ میری احانت سے اب تم جا کر آرام کرو۔ کیونکہ انہیں اس کی مجھ سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ اگر کل تک ہماری کوششیں بے سود ہیں۔ اور کوئی اطلاع نہ ملی۔ تو پھر ہم کوئی دوسرا کارروائی عمل میں لائیں گے۔ سر دست تمہاری خدمات کی ضرورت نہیں۔ اس لئے تم اپنے اپنے کمرے میں جا سکتے ہو۔“

”لیکن حضور کو ہم سے زیادہ آرام کی ضرورت ہے۔“ نوکروں نے باصرہ رکھا۔

”نہیں۔“ ڈیوک نے جواب دیا۔ ”میں اگر چار بائی پریٹ بھی جاؤں۔ تو بے فائدہ ہے۔ اس لئے میں جاتا ہوں۔ میں ہی سن خرابی کی جڑ ہوں۔ اور میرا فرض ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو خود ہی اس کی تلافی کروں۔ جاؤ تم لوگ آرام کرو۔“

نوکروں میں سے ایک نے عرض کیا۔ ”لارڈ کلینڈن اب تک آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ کیا ان سے حضور کی تشریف آوری کا حال کہہ دیا جائے؟“

”نہیں۔“ ڈیوک نے جلدی سے کہا۔ ”میرے پاس کسی سے ملنے کو وقت نہیں ہے۔ جاؤ آرام کرو۔ میں اکیلا اس کی تلاش میں جاتا ہوں۔“

یہ کہتے ہوئے ڈیوک نے اس روم سے مائیکہ کو حرکت دی کہ صاف ظاہر ہوتا تھا وہ اپنا حکم سنوئے پر تیار ہوا ہے۔ گونگا سے اب بھی اس ہمدردی کے لئے انہماک شکر گزاری ہوتا تھا۔ جو نوکروں نے اس موقع پر ظاہر کی۔ وہ اکیلا ہی باہر گیا۔ نوکروں میں سے بعض اپنے اپنے کمرے کی طرف روانہ ہوئے کچھ آرام کرنے سے پہلے دروازے اور کھڑکیاں بند کرنے لگے۔ اور لارڈ کلینڈن کا ذاتی خادم ٹریورس اپنے آقا کو ڈیوک کے احکام کی اطلاع دینے گیا۔ کیونکہ جس وقت ڈیوک آف مارچ مونٹ نے نوکروں سے وہ گفتگو کی جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ تو وہ بھی ٹال میں موجود تھا۔

ساری کیفیت سنسن کر لارڈ کلینڈن نے کہا۔ ”انہیں لازم تھا مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے اندیشہ ہے۔ تمہا پھر تے پھرتے تھا کہ بیمار ہو جائیں گے۔ خیر اب میں جا کے آرام کرتا ہوں۔ مگر کچھ ٹریورس مجھے علیٰ انصباح ہی بیدار کرنا کہہ رہے ہیں۔ سو اب وہاں دس کی تلاش میں جاؤں گا۔“

ٹریورس بہت اچھا کہہ کر اپنے آقا کے ساتھ اسے خوابگاہ تک چھوڑے گیا۔ اور اسے وہاں پہنچا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

ابھی سویدیا ہی تھا۔ اور نوکروں نے چند ہی گھنٹے آرام کیا ہو گا۔ کہ تقریباً چھ بجے ان میں سے اکثر

کیڑے پہن کر دوبارہ تلاش شروع کرنے کو تیار ہو گئے مگر جب ڈیوک کے خادم خاص پیچھے نے اکر اطلاع دی کہ اتفاقاً اب تک واپس نہیں ہوئے۔ تو ہر شخص کی صورت سے بے چینی ظاہر ہونے لگی۔ بعض آدمی ہال میں جمع ہو کر اس بات کا فیصلہ کر رہے تھے۔ کہ ہمیں کن اطراف میں جا کر گم شدہ بیگ کے ساتھ عدم پتہ آقا کو بھی تلاش کرنا چاہیے۔ کہ ایک عجیب قسم کی آواز جس میں چیخنے اور کراہنے کی آوازیں ملی ہوئی تھیں۔ باہر سے ان کو سنائی دی۔ ابھی تک محل سراپے کے سب دروازے بند تھے۔ کیونکہ بدعنوان رات بہت دیر جانگنے کی وجہ سے اب تک پڑا ہوا تھا۔ نوکروں نے کان لگا کر سنا۔ آواز برابر جاری تھی۔ گاہ بگاہ کتے کے بھونکنے کی سی آواز بھی سنائی دیتی تھی۔ گویہ بھی اس پہلی آواز کی طرح بہت مدغم اور ہلکی ہوتی تھی۔

”معلوم ہوتا ہے کسی کتے کی آواز ہے۔“ ایک نے کہا۔

”میں کہتا ہوں ضرور پلوٹو ہے۔“ دوسرے نے جواب دیا۔

”چلو دربان سے کچیاں لاکر دیکھیں۔ معاملہ کیا ہے؟“ تیسرے نے کہا۔

اور اب ہر شخص میں اک جوش سا پیدا ہو گیا۔ کیونکہ از خود یہ خیال ہر شخص کے دل میں جاگزیں

ہو گیا تھا۔ کہ ضرور کوئی خطرناک واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ گو سرست کسی طرح کے قیاسات قائم کرنا قبل از وقت تھا۔

دربان سے کچیاں لاکر دروازہ کھولا گیا۔ تو پلوٹو درناک حالت میں ریٹکا ہوا اندر آیا۔ وہ اس طرح دم کو آہستہ آہستہ ہلاتا تھا۔ گویا آخر کار داخلہ کی اجازت ملنے پر خوش ہو رہا ہے۔ غور سے دیکھا تو اس کا جسم کئی مقامات پر خمی تھا۔ اور آنکھوں میں جو عام طور پر روشن اور جگمگائی ہوئی ہوتی تھیں اس وقت موت کی سی چمک پائی جاتی تھی۔ کوئی چیز اس کے منہ میں تھی۔ اور گویا ہر حد درجہ تھکا ہوا تھا۔ مگر ہال میں داخل ہو کر فوراً ہی زمین پر لیٹنے کی سجا رہی تکلیف سے چلتا ہوا کبھی ایک کبھی دوسرے نوکر کے پاس جاتا تھا۔ ایسا کرتے ہوئے وہ ان میں سے ہر ایک کے منہ کی طرف دروناک انداز سے دیکھنے لگتا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ زمین و فساد و حیوان اگر بولی سکتا تو نامعلوم کیا قصہ ان سے بیان کرتا۔

”غریب زخمی ہو رہا ہے۔“ کئی نوکروں نے یک زبان ہو کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہر شخص کی آنکھوں سے خوف کا اظہار ہونے لگا۔ اب تک ڈیوک کے واپس نہ آنے سے جو تشویش ان کے دلوں میں پیدا ہوئی تھی۔ اب اس نے او بھی تقویت حاصل کی۔ اور ہر شخص کے دل میں گمان پیدا ہوا۔ کہ خدا نخواستہ

آقا کو کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ یا کسی نے قصداً انہیں گزند پہنچایا ہے۔ اس کے بغیر کوئی وجہ بنتی۔ کہ کتا اس حالت میں اکیلا واپس آتا۔

”مگر دیکھو تو اس کے منہ میں کیا ہے۔“ نوکروں میں سے ایک نے پکایک کہا۔

اس موقعہ پر لارڈ کلینڈن اور اس کا خادم ٹریورس دونوں ٹال میں داخل ہوئے۔

”اور رہا اس کتے کو کیا ہوا؟“ لارڈ کلینڈن نے پلوٹو کو اس حالت میں دیکھ کر تعجب سے کہا۔ زخمی

جیوان ضعیف و نقاہت سے وہیں اس کی نظروں کے سامنے فرش زمین پر لیٹ گیا۔ اور آنکھیں اس

طرح بند ہو گئیں۔ گویا مر رہے۔ دفعتاً لارڈ کلینڈن نے اس خوفناک خیال کے زیر اثر جس کا احساس

نوکروں کو ہوا اتفاقاً چونک کر کہا۔ ”مگر ڈیک کہاں ہیں؟“

”مالی لارڈ کو کچھ معلوم نہیں۔“ بچلے نے افسوسناک آواز سے کہا۔ ”مگر اندیشہ ہے۔۔۔“

”تو کیا اب تک واپس نہیں ہوئے؟“ کلینڈن نے چونک کر پوچھا۔ ”مائے اچھا جان آپ

کہاں ہیں؟“

معلوم ہوتا تھا اس کے دل پر اس خبر کا بہت گہرا اثر ہوا ہے۔ پھر پکایک اس نے کہا۔ ”دیکھو تو کتے

کے منہ سے کیا گتا ہے؟“

”مالی لارڈ۔ کپڑے کا ٹکڑا ہے۔“ نوکروں میں سے ایک نے اس کو اٹھاتے ہوئے کہا۔

معلوم ہوتا ہے کسی کوٹ کی دھجی ہے۔“ دوسرے نے کہا۔

الہی یہ باتیں کیا معنی رکھتی ہیں؟“ تیسرے کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

”مجھے ڈر ہے کہ بڑی سرکار کو ضرور کوئی خوفناک واقعہ پیش آیا ہے۔“ بچلے نے کانپتے ہوئے کہا۔

”دیکھو۔ سب آدمی اطراف میں دوڑو۔“ لارڈ کلینڈن نے جوش کی حالت میں کہا۔ ”میں خود گھوڑے

پر شاہراہ کی طرف جاتا ہوں۔ ٹریورس۔۔۔ ٹریورس سنتے نہیں کیا!۔۔۔ ارے کہاں گیا۔ ابھی بھی

تو یہاں کھڑا تھا۔“

مگر ٹریورس اس وقت ٹال سے چلا گیا تھا۔ لارڈ کلینڈن اپنے کمرہ میں گیا۔ تو دیکھا ٹریورس وہاں

نہ موجود تھا۔

ڈیوک کے خادموں نے فوراً لارڈ کلینڈن کے حکم کی تعمیل کی۔ شہر سے ادھر ادھر بھاگنے لگا کچھ

آہمی تنہا اور کچھ دو۔ دو کی جماعتوں میں روانہ ہوئے۔ ایک گھوڑے پر سوار کس کرائے لارڈ کلینڈن

کے لئے تیار کیا گیا۔ اور وہ اس پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔

ڈیوک کا خانہ ماں اور خادم خاص بیچے دونوں کو اس پر جوش مہم پر روانہ ہوئے۔ اور انہوں نے اس گاؤں کی زرا دلی جہاں ڈیوک آدھی رات کو پہلی مرتبہ ناکام واپس آنے کے بعد دوبارہ گیا تھا جیسا بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ جگہ محاصرے سے دوپہل فاصلہ پر تھی۔ مگر انہوں نے صرف چند سو گز فاصلہ طے کیا تھا کہ اس قسم کی آواز سنائی دی جیسے کوئی گھسٹتا۔ یا پھٹا اور کراہتا ہوا پیچھے آ رہا ہے۔ مرکز دیکھا تو وہی زخمی کتا پلوٹو تھا۔ معلوم ہوا جس وقت مار ڈھکیڈھن کے حکم پر سب لوگ اضطراب میں ادھر ادھر بھاگے تو کتا جو میں ہال میں رہ گیا تھا۔ گرتا پڑتا ان کے ساتھ ہوا۔ اس میں شک نہیں وہ انتہا درجہ کمزور تھا۔ اور آنکھوں میں مرونی کی چمک پیدا ہو رہی تھی۔ پھر بھی جان باقی تھی۔

”غریب پلوٹو۔ تو بھی اس تلاش میں حصہ لینا چاہتا ہے۔“ بیچے نے وفادار حیوان کو پیار دیتے ہوئے کہا۔

”دیکھو تو اس کی صورت سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا ہمیں ساتھ چلنے کو کہہ رہا ہے“ خانہ ماں نے کہا۔

”جے شک اس کی نگاہ۔ یہ ہی کراہٹ اور بھونکنے کی ہلکی آواز بے معنی نہیں۔“ چلو اس کے ساتھ ساتھ چلیں۔“

کتا دونوں کے آگے ہو گیا۔ ہر جگہ کہ زخموں سے مدھال تھا۔ مگر اب بڑے استقلال سے ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کسی فرض خاص کی انجام دہی کے لئے اپنے فرائض ضعیف سے پوری طرح کام لے رہا ہے۔ اس کے باوجود منہ سے چیخے اور کراہنے کی آواز مسلسل سنائی دیتی تھی خانہ ماں اور بیچے کو موجودہ حالت میں یہ آواز صدائے شیون معلوم ہوتی تھی۔

خیر اسی طرح حیوان و انسان ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ مگر جتنا آگے چلتے تھے۔ پلوٹو کی رفتار تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ اس کی آواز زیادہ دردناک اور نگاہ زیادہ التجا آمیز ہوتی گئی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ مرکز ان کی طرف دیکھتا گیا ساتھ چلے آنے کی استدعا کرتے رہے۔ اور پھر آگے ہو لیتا تھا۔ خود ان کے دلوں کی یہ کیفیت تھی۔ کہ محسوس کرتے تھے ہر قدم ہم کو کسی مہلک مار کے آخری انکشاف سے قریب تر لارہا ہے۔ یہاں تک پلوٹو دوڑ کر آگے بڑھا اور سڑک کے موڑ پر کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ دونوں آدمی ساتھ آتے ہیں یا نہیں۔ اس کے بعد نظروں سے غائب ہو گیا۔

چند منٹ کے عرصہ میں جب خانہ ماں اور بیچے اس موڑ پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سڑک کے کنارہ ایک جوہڑ کے پاس کالے رنگ کی کوئی چیز پڑی ہے۔ پلوٹو اس قسم کی صدائے ماتم پیدا کرتا

ہوا جیسے کوئی مین کر رہا ہو۔ اس کے پاس بیٹھا تھا۔ دونو خادم پاس آئے۔ تو جو کچھ انہوں نے دیکھا۔ اس کے پیروں تنے کی ٹیٹھکل گئی۔ ان کے آقا دیوک آف مارچ سوئٹ مروہ و مقتول سامنے پڑے تھے۔ ایک خنجر جس سے بٹا ہراں پر وار کیا گیا تاشوں کے درمیان گر پڑا ہوا تھا۔ اور بد نصیب امیر جو ہر کے کنا سے اس طرح منہ کے بل پڑا تھا کہ ایک بازو ٹوک کر گدے لے پانی میں لٹکا ہوا تھا۔

اس ہولناک نظارہ کو دیکھ کر دونو خادموں پر سکتہ کی حالت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر وہ اسی جگہ جم کر کھڑے رہے۔ مگر جلد ہی ہی سنبھل کر انہوں نے لاش کو سہارا دیا۔ شرارہ ہستی نامعلوم کب کا ٹھیکہ چکاتا مگر لاش کا سرو ہونا ظاہر کرتا تھا۔ کہ دیوک کو مرے ہوئے کئی گھنٹے ہو گئے۔

”اُفیس! آقا کے نامدار ہمیں برباد کر گئے!“ بیچلے نے اس حالت میں کہا کہ آنکھوں سے سیلاب اشک بہ رہا تھا۔

”ہے! ہے! اس کی کسے خبر تھی! خانا سائے نے افسردگی سے کہا۔ اور دونوں نے آہستہ سے لاش کو پھر زمین پر رکھ دیا۔

گلاب ایک نہایت موثر۔ جانکاہ اور جگر پاش واقعہ ٹبر میں آیا جس وقت دونو نوکروں نے ل کر لاش اٹھائی تو وہ خادار کتا امید و بیم کی حالت میں کبھی ایک کبھی دوسرے کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ گویا زبان حال سے پوچھتا تھا۔ کیا ہمارے آقا زندہ اور صحیح سلامت ہیں؟ مگر جب انہوں نے لاش کو دوبارہ فرش پر رکھ دیا۔ تو پلوٹنے ایک لمبی مدد ہی۔ درناک چیخ ماری اور اس کے بعد لاش کے پاس ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھا۔

اس واقعہ سے نوکروں کا رنج و غم تازہ ہو گیا۔ اور وہ نارنار روئے لگے۔ تھوڑی دیر اسی طرح چپ چاپ کھڑے رہنے کے بعد آخر کار بیچلے نے خنجر کو جو لاش میں دوڑک کھپا ہوا تھا۔ زور سے کھینچ کر نکالا۔ اور اسے رمال میں لپیٹ دیا۔ اسے میں گھوڑے کے سر پر ڈرے آنے کی آواز سنائی دی اور تھوڑی دیر میں لارڈ کلینڈن وہیں آ پہنچا۔

”الہی! کیا ماجرا ہے!“ اس نے جھٹ گھوڑے سے کود کر لاش کے پاس دوڑنا نہوتے ہوئے کہا۔

”اُفیس! چچا جان کو مہلک حادثہ پیش آیا...“

”سرکار حادثہ نہیں۔ قتل کی واردات ہے۔“ خانا سائے نے عرض کیا۔ کسی شخص نے ان کو بڑی سنگدل اور بے رحمی سے قتل کر دیا ہے۔“

”قتل! لارڈ کلینڈن نے چونک کر کہا۔ اور اس کے چہرہ کی بدحواسی اور دم رکنے کی حالت ظاہر

کرتی تھی۔ مگر اسے اس واقعہ سے کتنا بھاری ہوا یہ تو اسے ”مگر ان کو ضرر کہاں آیا ہے؟ مجھے نظر نہیں آتا“
ایسا ہونا تعجب و حیرت نہ تھا۔ کہ ان کو نوکروں نے لاش کو پیٹھ کے بل رکھ دیا تھا۔

”دیکھیے سرکار۔ یہ وہ مہنگا کٹار ہے۔۔۔ اور یہ کہتے ہوئے بچے نے رومال میں لپیٹا ہوا
خنجر حبیب سے نکالا۔

”خنجر!۔۔۔ برٹرام کا!۔۔۔“ کلینڈن کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

”ہیں! کیا یہ میسٹر برٹرام کا خنجر ہے؟“ دونوں کو دلوں نے یک زبان ہو کر ناقابل بیان خوف نما کر رکھے
ہوئے کہا۔

”اسے! کیا میں نے برٹرام کو نام لے دیا؟“ کلینڈن نے فوراً اپنی غلطی سے خبردار ہو کر کہا ”نہیں
نہیں۔۔۔ مجھ سے بھول ہوئی۔۔۔ میں اپنے الفاظ کو پس لینا چاہوں۔۔۔ یہ کب ممکن ہے کہ اس واقعہ
کو۔۔۔ مگر نہیں۔ میں نے برٹرام کا لفظ نہیں کہا۔“

نوکروں کے چہروں سے اب تک خوف کا اظہار موجود تھا۔ مگر اب اس میں رنج و پریشانی کی آمیزش
بھی تھی۔ دونو اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ لارڈ کلینڈن نے پہلے سے خبری میں سچی بات کہہ دی مگر اب بھائی
کو اس پر شک اور اس کے نتائج سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔

”اچھا! میں اب محکمہ میں جا کر امداد حاصل کرتا ہوں۔“ لارڈ کلینڈن نے بات ٹالنے کے لئے
کہا۔ ”یا ٹھیکر۔۔۔ اب مجھ سے کچھ ٹپے پر نہ بیٹھا جائے گا۔۔۔ میری طاقت نابل ہو گئی ہے۔ تم میں
سے ایک آدمی جاؤ۔ میرا فرض ہے کہ یہاں ٹھیکر کی پانچائی کی ناشتہ کی حفاظت کروں۔۔۔“

ڈیوک کا خادم خاص ایچیمہ گلوڈے یہ سوار ہو کر محل کی طرف روانہ ہوا۔ نوکروں میں سے اکثر
اب تک اتفاقاً اور گیم کی تلاش میں اور سردی و صبر سے پھرتے تھے۔ مگر بعض جو دن چڑھے تک سوتے
رہے۔ نیز سیکر کی خواہشیں وہیں بغیر جب انہوں نے پیچھے کی زبانی ڈیوک کے قتل کی خبر سنی۔ تو سب
کے چہروں سے بدحواسی ظاہر ہونے لگی۔ سب کے دل رنج و ملال سے بھر گئے۔

فوراً ایک گھڑی تیار کرانی گئی۔ اور پیچھے اسے ساتھ لے کر اس مقام پر پہنچا جہاں ڈیوک کی
لاش لارڈ کلینڈن اور خاندان کی حفاظت میں رکھی ہوئی تھی۔ لاش کو برٹے احترام سے گاڑی میں رکھا
گیا۔ اور وہ مافی کا بڑوں کی طرح آہستہ آہستہ غلطی محل کو واپس ہوئی۔ جو نوکربانک ڈیوک اور وچس
کی تلاش میں سرگردان تھے۔۔۔ اور ان میں لارڈ کلینڈن کا خادم خاص ٹریوس بھی شامل تھا۔۔۔ وہ چند
گھنٹے بعد ایک ایک کر کے واپس آئے تو یہ جانکاہ خبر معلوم ہوئی۔

اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ غریب پولی کی لاش کو بھی محل سرا میں لے گئے۔ جہاں ایک سلوتری سے اس کے زخم کا معائنہ کرانے کے بعد اسے پائین باغ میں پھولوں کے کچے کے پاس دفن کر دیا گیا۔

اگلے روز یہ بات کا افسر مرگ متول ڈیوک کی لاش کی تحقیقات کرنے کے لئے ایک سینڈش میں فار دھوا۔ اس تقریب پر ایک حیوری غریب ہوئی جس میں زیادہ تر ڈیوک کے مزارعین اور کاؤں کے اور لوگ شامل تھے۔ گواہوں میں سے غائب ماں اور بیچلے نے بیان کیا کہ لاش ایک جوہر کے پاس ملی تھی۔ خنجر بھی پیش ہوا اور بیچلے چونکہ نہایت ایماندار نوکر تھا۔ اور خواہ کچھ سمجھتا تھا۔ اسے فرض سے ہرگز کوتاہی نہ کرتا تھا۔ اس شخص اس شخص واقعہ کا حال بھی کہہ دیا کہ جب لارڈ کلینڈن نے آتے ہی خنجر دیکھا تو ان کے منہ سے اپنے بھائی کا نام نکلا تھا۔ جس اور برٹرام کے عشق کے چرچے پہلے ہی دیہات میں پھیل چکے تھے۔ ایسے حالات میں افسر لوگ اور اراکین حیوری کے دلوں میں یہ خیال جاگزن ہونا ذرا بھی حیرت خیز نہ تھا۔ کہ ڈیوک کا قاتل اس کے چھوٹے بیٹے کے سوا اور کوئی نہیں۔

لارڈ کلینڈن... یا جیسا آئندہ ہیں اس کو یاد کرنا چاہیے ڈیوک آف مارچ مونٹ کیونکہ چھا کے لاور مرے کے بوجھ اور خطاب کا وارث اب وہی تھا... افسر مرگ کے سامنے پیش تھے سے بچکا ہوا تھا۔ مگر قانون سے مجبور ہو کر حاضر ہونا پڑا۔ مگر جب وہ اس کمرہ میں داخل ہوا۔ جہاں افسر مرگ کا اجلاس تھا۔ تو چہرہ کا رنگ اڑا ہوا اور اس پر افسر دل چھائی ہوئی تھی۔ فٹوری دینے تک ہر شخص کو اس کے سبکیاں لینے کی آواز صاف طور پر سنائی دی۔ افسر مرگ نے خود اپنی اور اراکین حیوری کی طرف سے کہا۔ "اے بھائی وہ حالات میں آپ کو شادستہ پہنچو دے گئے" اس عدالت کو سخت افسوس رہا۔ مگر چونکہ فرض کی انجام دہی بہر حال لازم ہے۔ اس لئے طوعاً و کرہاً آپ کو تکلیف دی گئی۔"

حافظ دینے کے بعد افسر مرگ نے دوبارہ ڈیوک آف مارچ مونٹ سے کہا "میں آپ سے پہلے یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں جس کی نسبت اندیشہ ہے کہ آپ کے لئے باعث ملال ہوگا۔ مگر چونکہ آپ اس وقت حلف پر ہیں۔ اس لئے اس کا صحیح جواب دینا آپ پر لازم ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ یہ خنجر کس کا ہے؟"

"کیا میں اس سوال کا جواب دیتے پر مجبور ہوں؟" ہنر نے پوچھا۔ اس وقت اس کی صورت سے انتہائی پریشانی اور اضطراب ظاہر ہوا اور لاش کا شکل اس کی زبان سے نکلتے تھے۔

"نہیں۔ اس کا جواب دینا آپ کا فرض ہے" افسر مرگ نے کہا۔

”تو مجبور ہی کی حالت میں مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔“ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے مری ہوئی آواز سے کہا کہ یہ خنجر میرے... پر نصیب... میرے بھائی کا ہے...“

”جس کا نام برٹرام تھا؟“ افسر مرگ نے پوچھا۔

ڈیوک آف مارچ مونٹ نے سر کو بصورت اثبات حرکت دی۔ ساتھ ہی اس کے منہ سے کہنے کی آواز نکلی۔ اور اس نے فرط غم سے چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھک لیا۔

”مائی لارڈ اب فرمائیے اپنے بھائی سے آپ کی آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟“ افسر مرگ نے ٹھوڑی دیر بعد پوچھا۔

”پرسوں شام اوک لینڈس کے پاس واسے گاؤں میں۔“ ڈیوک نے جواب دیا۔

”اس وقت اس کی ذہنی حالت کیسی تھی؟“

”وہ بہت جوش کی حالت میں تھا۔“ ڈیوک نے جواب دیا۔ ”کیونکہ بعض حالات اس قسم کے پیش آئے تھے... مگر ان حالات کی کیفیت بیان کرنا یقیناً لاعمل ہوگا۔ یقیناً وہ چہرے آپ نے بھی سنے ہوں گے۔ بہر حال بھائی اپنی بے گناہی پر زور دیتا تھا...“

”اچھا تو جس وقت آپ واپس آئے وہ گاؤں میں تھا؟“ افسر مرگ نے دریافت کیا۔

”نہیں،“ یہی وجہ ہے کہ اب اس نے سر اسے میں اس سے مل کر تسکین و تسفی کی بہت کوشش کی۔ مگر جب اسے معلوم ہوا کہ ڈچس محل سراسے کی طرف کو چلی گئی ہے۔ تو اس کی حالت وحشت ناک مدہمگی افسوس امیر ان خیال ہے اس کا دماغ جل گیا۔ اور وہ شدت غم سے دیوانہ ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود... اس کے باوجود میں نہیں مانتا کہ اس نے ایسا خوفناک جرم کیا ہوگا۔“

”نیں مائی لارڈ تو شریف لے جایئے ہیں اب آپ سے اور کوئی سوال نہیں پوچھنا ہے۔“ افسر مرگ نے کہا۔

ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اپنی جاگرتے اٹھ کر عدالت کو سلام کیا۔ اور جب آہستہ چلتا ہوا کمرہ

سے نخصت ہوا تو حاضرین میں ہر شخص کو اس سے دلی سہمردی ملتی۔

اگلا گواہ گاؤں کا سراسے دار بننا جس نے حلفیہ بیان کیا کہ قتل کی رات سے پہلی شام کو برٹرام قریباً تین گھنٹے میری سراسے میں ٹھہرا۔ وہ سخت جوش کی حالت میں تھا۔ اور آخر کار اسی مجذوبانہ صورت میں بھاگ کر کسی طرف چلا گیا۔ مگر اس کا مفصل حال ڈیوک نے عدالت سے بیان کر دیا ہے۔ اس لئے اعادہ لاعمل ہے۔ اس کے بعد دونوں خادموں کے باری باری بیانات ہوئے جنہوں نے کہا محل کے

جس کمرہ میں، برٹرام ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کا سامان درست کرتے ہوئے یہ خنجر ہم نے بعض اوجھاباآت میں ملا ہوا دیکھا تھا۔ جنہیں برٹرام اپنے ساتھ ملائیک سندھ امریکہ سے لایا تھا۔ جو مذمتنگا برٹرام کے پاس بڑا بڑا تھا۔ اس نے اپنے بیان میں کہا۔ کہ برٹرام نے ایک موقع پر یہ خنجر مجھے دکھا کر کہا تھا۔ کہ ایک زمانہ میں یہ امریکہ کے اہلی باشندوں کے کسی سردار کے پاس ہوا کرتا تھا۔ مگر چونکہ وہ برٹرام کے واشنگٹن سے روانہ ہونے سے چند ماہ پہلے مر گیا تھا۔ اس لئے خنجر اس کے ہاتھ آیا۔ خنجر کی بناٹ خاص قسم کی تھی۔ اس لئے جو شخص ایک بار اُسے دیکھ لے۔ وہ آسانی بھول نہ سکتا تھا۔

اسی سلسلہ میں کتے کی نسبت بھی مختلف گواہوں کے بیانات ہوئے معلوم ہوا کہ پلوٹو کو پستول کی گولی کا زخم آیا تھا۔ لیکن باوجود بڑی جستجو کے پستول کہیں نہ ملا۔ خیال تھا۔ قاتل اُسے اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ کپڑے کی دھجی جو کتے کے منہ سے گری۔ وہ کسی شخص کے کوٹ کا حصہ تھی جس سے اندازہ کیا گیا۔ کہ جس وقت قاتل نے ڈیوک پر وار کیا۔ تو فادار جیوان اس پر چھپتا۔ اور اسی موقع پر اسے پستول کی گولی سے زخمی کیا گیا۔ بیانات سے یہ بھی پایا گیا۔ کہ جس وقت برٹرام اوک لینڈس سے رخصت ہو کر سرانے میں گیا۔ تو اس نے اسی کپڑے کا جس کی دھجی ہالی گئی۔ سیاہ کوٹ پہنا ہوا تھا!

سارے گواہوں کی شہادتیں ہو چکیں۔ تو افسر رگ نے اراکین جمہوری کے سامنے مقدمہ کا خلا پیش کیا۔ خنجر کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کہا یہ امر پوری طرح پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ وہ خنجر جس سے ڈیوک کو ہلاک کیا گیا۔ برٹرام کے پاس تھا۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے باقی حالات کی روشنی میں ممبران جمہوری آسانی اس بات کو فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ جرم کا ارتکاب برٹرام نے کیا یا کسی اور شخص نے۔ اس خنجر کو فاسد نیت سے حاصل کرنے کے بعد؟ اپنی تقریر میں افسر مذکور نے یہ بھی کہا۔ یہ امر واقعی حیرت خیز ہے۔ کہ خنجر اس وقت بھی برٹرام کے پاس تھا۔ جب وہ ڈچس کے ساتھ سیر کرتے ہوئے اس سے اظہار عشق کر رہا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب متوفی ڈیوک نے الزا اور برٹرام دونوں کو اس حالت میں دیکھا۔ اور اس کے بعد برٹرام حالت جوش میں گاؤں کی سرانے کی طرف روانہ ہوا۔ تو اس کے لئے اپنے کمرہ سے خنجر اٹھا لانے کی ہمت نہ تھی۔ اور گواہوں میں سے کوئی اس معاملہ پر روشنی نہیں ڈال سکا۔ کہ برٹرام کے فرار کے وقت خنجر اس کے کمرہ میں تھا یا نہیں۔ اس کے مقابلہ میں یہ امر یقینی ہے۔ کہ قتل کی واردات اسی خنجر سے ہوئی۔ اب اس واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ممبران جمہوری جیسا مناسب سمجھیں۔ فتوے دیں یعنی یہ کہ کیا قاتل برٹرام تھا۔ یا کوئی نامعلوم شخص؟ خلاصہ پیش کرنے کے بعد افسر رگ نے معاملہ آخری فیصلہ کے لئے جمہوری پر چھوڑ دیا۔

اور میران جویری نے بھی غمزدہ و خوں میں بہت دقت صرف نہیں کیا۔ جلد ہی اتفاق رائے سے
خونے صادر کیا گیا۔ کہ واقعات قتل عام کی ہے جس کا مکتب بزرگام و دین موجودہ لارڈ کلینٹن
نے کیا۔

اوک لینڈس کے رجمدہ واقعات کی تفصیل اخباروں کے ذریعہ اطراف ملک میں پھیلی تو جیسا کہ
ہوا کرتا ہے۔ کچھ دنوں لوگوں میں ایک عجیب ہوش پیدا ہوا۔ کئی روز انہی واقعات کے چرچے رہے
مگر رفتہ رفتہ بات دہنے لگی۔ بزرگام کی حراست کے وارنٹ جاری کر دیے گئے۔ اور وزیر وزارت
نے اس کی گرفتاری کے لئے انعام بھی مشترک کیا۔ چنانچہ انعامی اشتہار توڑ کر کئی روز اخباروں میں
ہوتا رہا۔ پولیس نے سخت جستجو کی مگر سب کوششیں بے کار رہیں۔ ملازم کا کچھ پتہ نہ چلا۔ بالکل
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یا تو زمین میں سما گیا۔ یا سمندر میں غرق ہوا۔

اور الزام ۱۰۰۰۰ اس کا بھی اس دن کے بعد کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ عام خیال یہی تھا۔ کہ بزرگام
اور وہ دونوں کبھی دور دراز ملک کو بھاگ گئے۔ کہ وہاں قہر سے خوف و خطر سے محفوظ اپنے
عشق ناجائز کی ہوس پوری کریں۔ اور بزرگام اپنے جرم کی پاداش اور انوار داغ ندامت سے محفوظ
رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب - ۱ - دوستانہ ملاقاتیں

اوک لینڈس کے واقعات جانکاہ کو چند ماہ کم ۱۸ سال کا عرصہ گزر گیا۔ اور اس عرصہ طویل میں ملازم بزرگام
یا مفردہ کی کوئی خبر۔ کوئی اطلاع۔ کوئی تفصیل معلوم نہ ہوئی۔

ہیہ موجودہ ڈیوگ آف مارچ انٹس کی عمر اب ۳۳ سال کی ہو گئی تھی۔ اور جیسا قدرتی تھا اس
میدان طویل نے اس میں بہت سی تبدیلیاں کر دی تھیں۔ مثلاً اس کے بال جو اس زمانہ میں کہ اولیٰ مرتبہ
اس کا قنارت ناظرین سے کرایا گیا۔ بھروسے کی طرح سیاہ تھے۔ اب تل چادری رنگت اختیار کر چلے
تھے۔ پیشانی اور آنکھوں کے گرد براؤں کی سختی نمودار ہو گئی تھی۔ جو نفس پرستی اور شب بیداری کا
لاندہ ہوتی ہے۔ چہرہ اتر گیا۔ رنگت زرد ہو گئی۔ خط و خال میں ابھاری آگئی۔ اور بشرہ سے غرور و
تکبر کا اظہار ہونے لگا۔

ادک لینڈس کے ساتھ جانگداز کئے بغیر جس کی بدولت اسے مارچ مونٹ کی نوابی اور جلد باد حاصل ہوئی۔ اس کی شادی پہنچی تھی۔ مگر اب تک شجر نکاح بے ثمر تھا۔ شادی کے وقت موجودہ ٹو جس کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ اور چونکہ اب شادی ہوئے بھی پندرہ سال گزر چکے تھے۔ اس لئے اس کی موجودہ عمر اکتیس سال کے قریب تھی۔ ڈیوک کو کچھ عرصہ اپنے خطاب و جاہ کا دارٹ پیدا ہونے کی امید تھی مگر جب وقت گزرتا گیا۔ اور امید نے یاس کی صورت اختیار کی۔ توفہ رفتہ رفتہ اس کے دل میں اپنی حسین جوان بی بی کی طرف سے نفرت پیدا ہونے لگی۔ شروع میں اس نے محض سرسری تعامل کی صورت اختیار کی۔ مگر دنار زمانہ کے ساتھ اس کے انہار میں بھی رتی ہوتی گئی تھے اب ڈیوک اپنے اسٹنڈرڈ کو پھیلنے کی حاجت نہ سمجھتا تھا۔ اور یہ نصیب ٹو جس بھی حقیقت سے بے خبر نہ تھی کہ حالات کی صورت اختیار کر رہے ہیں۔ ہونے ہوئے یہاں تک نوبت پہنچی کہ دونو الگ کر دیے گئے۔ اور گو دنیا کی نظروں میں ان کے تعلقات وہی تھے۔ جو زن و شوہر کے ہونے چاہئیں۔ مگر آپس کا میل ختم ہو گیا۔ ڈیوک شادمانہ طور پر مکان پر کھانا کھاتا۔ اور اس کے وقت کا بڑا حصہ ان مقامات کی تفریح میں بسر ہوتا۔ جو اسے مرغوب تھے۔ ہر چند کہ عمر کے ابتدائی حصہ میں وہ نہایت مسرف اور فضول چھیچ تھا۔ اور جب مارچ مونٹ کی نوابی حاصل ہوئی۔ تو قرض کے بوجھ سے بے حد دبا ہوا تھا۔ لیکن حصول امانت کے بعد اس نے چادر سے پاؤں نکالنا چھوڑ دیا۔ یا نگن ہے اب خرچ کے آمدنی سے نہ بڑھنے کی وجہ یہ ہو کہ اسے اپنی جائیداد سے اس قدر وافر روپیہ حاصل ہوتا تھا جو کسی سرفریاش کی ضرورت نہ تھی۔ کہ نہ بٹے بھی سر کھانے سے کافی تھا۔

لندن میں ڈیوک اور ٹو جس کے رہنے کا مکان بلگریم سکوٹر میں واقع تھا۔ اس عمارت کو جو نہایت قریح۔ دیدہ زیب اور خوشنما تھی۔ حال میں وسیع پیمانہ پر از سر نو آراستہ کر دیا گیا تھا۔ نگا رخانہ میں اساتذہ قدیم کی بہترین تصاویر جمع تھیں۔ اور مردوں میں وہ تمام بیش قیمت سامان جسے مذاق سلیم پسند کرتا۔ یا دولت خرید سکتی ہے۔ موجود تھا۔ لیکن آرایش و زیبائش کے ان سارے انتظامات میں ڈیوک کی ذات خاص کو ہی دخل تھا۔ ٹو جس کے لئے اس کی مطلق العنانی میں ذرا چاک دم زدن نہ تھی۔ چونکہ وہ نظر ثانی کے عظیم اور اطاعت گزار عورت تھی۔ اس لئے ان معاملات میں دخل انداز بھی کم ہوتی تھی۔ ان حالات میں اس کی زندگی جس تکلیفی سے بسر ہوتی تھی۔ اس کی توضیح نا جاہل ہے۔ لیکن وہ شاکر تھا۔ یہ اور بھی بڑھا ہو کہ ہر قسم کی تکلیف سہتی اور صرف شکایت زبان پر نہ لاتی تھی۔ رشتہ کی عادات سے ایک بار واقف ہوئے کے بعد اس نے اس کے انتظامات میں دخل انداز

ہونا چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ کبھی بھی معاملہ میں اپنی سائے پر زور دے کر اپنی مشکلات میں اضافہ کی صورت پیدا نہ کرتی تھی۔

خیر اب جون ٹیگنہ کے ابتدائی ایام تھے۔ کہ مارچ مونٹ ہوس کے ایک آرستہ مکہ کی دیوا بگ گھر ٹی نے بارہ بجائے اور ڈیوگ نے جوتہا بیٹھا اخبار دیکھ رہا تھا۔ اکتا کر پچھ ایک طرف رکھ دیا۔ اس وقت اس نے میٹل قیمت ریشم کی ڈرسنگ گون پہنی ہوئی تھی۔ جس پر ڈھیلہ کر بند بنا ہوا تھا ساخبا رکھ کر وہ دن بھر کی مصروفیتوں اور تفریحات پر غور کر رہا تھا۔ کہ ایک خادم نے حاضر کر عرض کیا۔ مسٹر آرمیٹج تشریف لائے ہیں۔

اس نام کو سن کر ڈیوگ آف مارچ مونٹ کے چہرہ پر کلفت کا اثر ظاہر ہوا۔ جسے اس نے اپنی مضبوط قوت ارادی سے فوراً ہی دبا لیا۔ کیونکہ وہ اس شخص کے دربار جس کی آمد کی اطلاع دی گئی تھی وہی کبھی گئی ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔ اتنے میں نووارد داخل ہوا۔ اس کی عمر وہ سال۔ قد اوسط۔ بدن ٹھیک کی طرف مائل اور چہرہ اس قسم کا تھا جس کا دیکھنے والے کے دل پر اچھا اثر نہیں ہو سکتا۔ اس سے سخت۔ خود غرضی۔ خود پروری۔ مگر دغریب۔ حرص و ہوا۔ ادنیٰ خواہشات اور جذبات ہمسیمہ کا اظہار ہوتا تھا اس کے باوجود انداز سے قدرے شرافت بھی ظاہر تھی۔ مگر یہ شرافت ایسی نہ تھی جسے خلقی یا فطری سمجھا جاسکے۔ نہیں۔ یہ ایک متعدی اثر تھا جو شائد اجمعی صحبت میں نشست و برخاست کے ذریعہ پیدا ہوا۔ لباس کسی حد تک ٹھیکہ اور نفا۔ کم از کم اس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ یہ شخص مزداحال نہیں تو فانیع البال ضرور ہے۔

مکہ میں آکر مسٹر آرمیٹج نے ڈیوگ کو اس قسم کا سلام کیا جس سے تعلیم دہنے لکھنی کا ایک عجیب اشتراک ظاہر ہوتا تھا۔ ڈیوگ آف مارچ مونٹ نے وہیں بیٹھے بیٹھے سر کو خفیف سا خم دے کر اس کا جواب دیا۔ اور ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”کیوں آرمیٹج۔ کیسے ہے؟“

”آپ ہی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔“ ملاقاتی نے جواب دیا۔ ”کئی روز سے ایک خانگی معاملہ طبعیت بے چین تھی۔ خیال آیا۔ آپ سے مشورہ کرنا خوب ہوگا۔“

”خانگی معاملہ؟“ ڈیوگ آف مارچ مونٹ نے قدرے تعجب ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”کیوں بھئی وہ کیا معاملہ ہے؟ میرا خیال ہے آج پہلی بار تم اپنے خانگی معاملات کے کمرے پاس آئے ہو۔ اور یوں بھی مسٹر آرمیٹج تمہارے ایسے دراندیش اور فہمیدہ شخص کو اپنے نجی معاملات خود طے کرنے میں کیا دشواری ہو سکتی ہے؟“

پھر میری مائی لارڈ۔ کبھی کبھی انسان دوسروں کی سائے بیٹے پر عبور ہو جاتا ہے۔ "آرمیٹج نے کہا بڑے سے بڑے دراندیش اور فہمیدہ شخص کو بعض موقعوں پر کسی... کسی... میسرے صلاح لینا لازم آتا ہے۔ کسی کے لفظ پر رکنے کی وجہ یہ ہوتی کہ وہ پہلے دوست کا لفظ استعمال کرنا چاہتا تھا۔ مگر پھر "مشر" کی اصطلاح ہی بہتر سمجھی۔

"اچھا تو کہہ دو کیا بات ہے؟" ڈوک نے پوچھا۔ بارہ بج چکے ہیں۔ اور میں نے ابھی تنگ باہر جانے کا لباس نہیں پہنا..."

"میں اس تکلیف کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ مگر آپ کو معلوم ہے۔ میری روکی روکی عمر اب میں سال کی ہو گئی ہے..." آرمیٹج نے کہنا شروع کیا۔

اُسے اکیا وہ اتنی جان ہو گئی؟ "ڈوک نے لاپرواہی سے کہا۔ "ہاں لیکن مجھے اس کو دیکھنے کا اتفاق بھی تو کم ہوتا ہے۔"

"یہ صحیح ہے کہ آپ میرے دعوتی جلسوں میں بہت کم تشریف لاتے ہیں۔" مسٹر آرمیٹج نے اپنے لفظوں میں ملامت کا اثر پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "چنانچہ گذشتہ دو تین سال کے عرصہ میں جب کبھی میں نے عزیز خانہ پر قدم رنجہ فرمانے کی درخواست کی تو آپ کی طرف سے عیدیم الفرمی یا ہجوم کار کا ہذرہ ہی پیش ہوتا رہا۔"

"بناؤ آرمیٹج اس میں میرا کیا قصور ہے؟" مارچ مونٹ نے جواب دیا۔ "مگر تم مس زد کا حال کہہ رہے تھے..." بے شک وہ بہت پیاری لڑکی ہے..."

"جی ہاں اور اس کے ساتھ تربیت یافتہ بھی" آرمیٹج نے جلدی سے کہا۔ "اس کی تعلیم و تربیت پر میں نے کوتاہ دستی نہیں کی..."

"مجھے معلوم ہے۔ وہ گانا بجانا خوب جانتی ہے۔" ڈوک نے کہا۔ "مگر فی الحال تم اس کی نسبت کیا کہہ رہے تھے؟"

"دیکھیے میں عرض کرتا ہوں۔" آرمیٹج کہنے لگا۔ "آپ کو معلوم ہے میری بی بی مذہبی ماں کا انتقال بہت مدت گذری ہو گیا تھا۔ ایسے حالات میں رول کی نگرانی کا فرض مجھی پر عائد ہوا۔ پس جہاں مجھے اس کے حسن و جمال پر فخر اور اس کے کمالات نسوانی پر مار رہے۔ وہیں اس بات سے کچھ کم مسرت نہیں ہوتی کہ جو کچھ وہ اس وقت ہے۔ وہ میرے پیدا کردہ اثرات ہی کا نتیجہ ہے..."

"سنو آرمیٹج۔ خود ستانی کی حاجت نہیں۔" ڈوک نے ہڈ سے پریشان ہو کر کہا۔ "یہ کام اور دوسرے

لے چھوڑ دو تو اچھا ہے۔ علافہ بریں ان باتوں کا مجھ سے واسطہ نہ فرض کرو تہنہاری بیٹی میں وہ سب اوصاف موجود ہیں جن کا تم ذکر کرتے ہو اور یہ بھی سمجھ لو کہ اس کی تکمیل و تربیت تہنہاری ہی کاوش کا نتیجہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے اس معاملہ میں تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ اس کے ساتھ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس تہنہاری کی تہ میں کوئی درخواست ضرور ہے۔

مائی لارڈ میں اسی معاملہ کی طرف آتا ہوں۔ ”آرمیٹج نے جس پر اس ملامت کا بظاہر کوئی اثر نہ ہوا تھا کہا۔ ”مجھے ایک دن سے اپنی عزیز اور اکلوتی روکی کی بہتری کا خیال لگا ہوا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ وہ جب سے جان ہوئی۔ میں اس لئے دعوتی جلسے منعقد کر رہا ہوں کہ اس ذریعہ سے اس کی اچھے گھر میں بات چیت ہو جائے۔ اس میں شک نہیں اکثر نوجوان امیرن جلسوں میں شریک ہوئے اور انہوں نے وہ منہسی ٹھٹھا بھی کیا جو باب عشق کی تہنہاری ہوتا ہے۔ مگر اب تک۔ مائی لارڈ۔ ان میں سے کسی نے بھی...“

”تہنہاری روکی سے اظہار عشق نہیں کیا۔ یہی نا؟“ ڈیوک نے اپنے ملاقاتی کے فقرہ کو خود پوچھا مگر تہنہاری نے کہا۔ ”مگر میں پوچھتا ہوں اس معاملہ میں میں تمہیں کیا مشورہ دے سکتا ہوں؟ یقیناً تم یہ نہیں سمجھتے کہ تہنہاری روکی کے لئے کوئی امیر شوہر تلاش کرنا میرے بس کی بات ہے؟“

”جی بس۔ یہی بات ہے جس کے لئے میں حاضر خدمت ہوا ہوں۔“ مسٹر آرمیٹج نے جلدی سے کہا۔

”واقعی ایسا کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ اور میں عرض کرتا ہوں کیسے... دیکھیے جس قدر نوجوان امیرا میرے ہاں آنا چاہتا ہے۔ ان سب کو آپ جانتے ہیں...“

”ٹیک“ مارچ مونٹ نے قطع کلام کر کے کہا۔ ”اس لئے کہ ان سے تہنہاری واقفیت میری ہی معرفت ہوئی تھی۔“

”ماں بجا فرمایا۔“ مسٹر آرمیٹج نے تسلیم کیا۔ ”ان سے میری واقفیت آپ ہی کی معرفت ہوئی تھی وہ آپ کے دوست اور شناسا ہیں۔ سیر شکار میں ساتھ رہتے ہیں۔ دیہاتی مقامات اور شکار گاہ میں آپ کے دہان ان کا اکثر چلنا پڑتا رہتا ہے۔ وہ آپ کے ہم نوا رہیں گے۔“

”مختصر یہ کہ آپ کی ذات خاص سے ان کو وہی لگاؤ ہے جو اجرام فلکی کو آفتاب سے ہوتا ہے...“

”آرمیٹج... اس تہنہاری کا قاتل بھی؟“ ڈیوک نے اگتا کر پوچھا۔

”جی بس خاتمہ اس پر ہے کہ اپنے احباب میں یہ بات مشہور کرنا آپ کے اختیار میں ہے کہ مسٹر آرمیٹج ایک مالدار... بہت مالدار آدمی ہیں۔ انہوں نے بڑی بڑی بیویاں بے شمار دولت فراہم کی ہیں...“

مگر وہ لوگ جن کا تم ذکر کرتے ہو۔ پہلے کب اس حقیقت سے بے خبر ہیں؟ ”ڈیوک نے پوچھا۔
 ”جے شک نہیں۔“ مسٹر آرمیٹج نے کہا۔ مگر اس کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ کہ لڑکی کی شادی پر میں
 ۹۰ ہزار پونڈ جہیز بھی دوں گا۔ جیسا آپ سمجھ سکتے ہیں۔ اس قسم کا اعلان میرے منہ سے غیر ممکن ہے مگر
 آپ بہولت باتوں باتوں میں اجاب سے اس کا ذکر کر سکتے ہیں۔ اور گو کچھ آپ کہیں گے۔ وہ
 برسبیل تذکرہ ہوگا۔ نام سننے والے کو ضرور اس سے کان ہو جائیں گے۔ اور آپ کے نوجوان سینوں
 میں سے کسی کی توجہ اگر اس امر خاص پر مبذول ہو گئی۔۔۔“

”تو بس تمہاری فتح ہے۔ کہیں؟“ ڈیوک نے کہا۔ ”بہت اچھا۔ مان لو کہ میں نے ایسا کیا۔ مگر کچھ اس
 کا بھی خیال ہے کہ یہ نوجوان اکثر حالتوں میں اپنے والدین کی جھوٹی اولاد میں۔ نہ ان کے پاس اپنی
 جتن ہے۔ نہ ورثہ کی امید۔“

”ماں مگر ان کے سرمایہ یا ورثہ کی پروا بھی کیا ہے۔ جب خدا کا دیا سب کچھ میرے پاس ہے؟“
 آرمیٹج نے جلدی سے کہا۔ ”صاف پوچھئے تو مجھے اپنی لڑکی کو انگلستان کے کسی بھکاری نواب سے بیاہ دینا
 منظور ہے۔ بڑی بے خطاب مالدار سے اس کی شادی کسی حال میں ممکن نہیں۔“
 ”خیر تو اگر تمہاری آنکھ لارڈ کے خطاب ہی پر ہے۔ تو پھر یہ کام بہت دشوار نہیں۔“ ڈیوک آف
 مارچ مونٹ نے کہا۔

”جے شک نہیں۔ ضرورت صرف آپ کی امداد کی ہے۔“ مسٹر آرمیٹج نے کہا۔ ”کیا میں امید کر سکتا
 ہوں کہ آپ میری تجویز کے مطابق۔۔۔؟“

”ماں۔ ماں۔ میں بہت جلد اس معاملہ کو جس کام تم نے ذکر کیا ہے۔ اپنے دوستوں کے گوشگزار
 کر دوں گا۔“ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے جواب دیا۔ ”مگر ایک وقت اور آپری ہے۔ یعنی تم نے جس
 نوجوان کو پسند کیا۔ وہ اگر مس زو کو ناپسند ہوا اور وہ اس سے محبت نہ کر سکی۔ پھر کیا ہوگا؟“
 ”اُس بارہ میں خاطر جمع رکھئے۔“ مسٹر آرمیٹج نے کہا۔ ”زو بڑی فرمانبردار۔ اطاعت گزار اور نیک
 لڑکی ہے۔ وہ یقیناً کوئی بات میری منشا کے خلاف نہ کرے گی۔“

”خیر مان لو کہ سب انتظام تمہاری مرضی کے مطابق ہو گیا۔“ ڈیوک نے کہا۔ ”مگر شادی سے بعد اگر
 کوئی خرابی ظہور میں آئی۔ یعنی تمہارے داماد نے جہیز کا روپیہ لہو و لعب میں برباد کر دیا۔ یا تمہاری بیٹی
 کو اس سے کوئی تکلیف ہوئی۔ پھر؟“

”ماں لارڈ میں سب انتظامات شادی کے وقت ہی مکمل کر دیں گے۔“ آرمیٹج نے جلدی سے کہا۔

فرض کیجئے وہ نوجوان جس سے زوکی شادی ٹھہری۔ فرض میں دبا ہوا ہو۔ میں ایک جانب اس کی رقوم ادا کر دوں گا۔ اور اس کی جیب خراج کے لئے کافی رقم... اندازاً ایک ہزار سالانہ دیتا رہوں گا۔ ساٹھ ہزار کی رقم جو میری لڑکی کے نام سے جمع ہوگی۔ اس کا سود علاوہ ہوگا۔ اس سے نوجوان مذکور کو کافی آمدنی ہوتی رہے گی۔ اور میرے انتقال پر دو گنے کی امید ہوگی۔ فرمائیے۔ کیا یہ معقول نہیں؟

”کم از کم واضح بہت ہے۔“ ڈیوک نے جواب دیا۔ اور چونکہ تم اس بات پر تلے ہوئے ہو کہ تمہاری لڑکی کی شادی کسی خضاب یا فتنہ امیر ہی سے ہو۔ خواہ وہ امیر کوئی ہو۔ اس لئے میرا فرض اس معاملہ میں بہت مشکل نہیں۔“

”اُس نوازش اور آپ کی سابقہ عنایات کے لئے میں بھر ایک بار تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں“

آرمیٹج نے کہا اور وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

چلتے وقت اس نے پھر وہی نیم سودا بانہ۔ نیم بے تکلفانہ سلام کیا۔ مگر جب اس کے چلے جانے پر دروازہ بند ہوا تو ڈیوک کے چہرہ پر نفرت و حقارت کے آثار نمودار ہو گئے۔ جنہوں نے جلد ہی ہی اس خیال سے رنج و غصہ کی صورت اختیار کی کہ اس کو جو ایک خاندانی امیر تھا۔ ایک بانڈاری طے باز کی اونے خواہشات کی تکمیل میں اعانت کا شرمناک فرض ادا کرنا پڑا۔

سر آرمیٹج کو رخصت ہوئے بہت دیر نہ گزری تھی۔ اور ڈیوک اپنی جگہ سے اٹھ کر تبدیل لباس کے لئے دوسرے کمرہ میں جا رہا تھا کہ دروازہ کھٹکھٹا اور خادم نے عرض کیا لارڈ آکینٹون میریڈ تھتھ تشریف لائے ہیں۔

نوادہ کی عمر قریباً بائیس سال اور وہ بہت شکیل منہ گستاخانہ تھا۔ متوسط قامت چھریا بدن اور خط وخال نہایت موزوں تھے خلقی لاغری کی وجہ سے ذات حقیقت سے دراز تر معلوم ہوتا تھا بال قد تا عم کھائے ہوئے گھنے اور بھورے تھے۔ مگر ان کی رنگت سیاہی مائل زلفی۔ چہرہ پر کم سنی کے آثار نمودار تھے۔ مگر چھوٹی ٹھوٹی موچھیں اور خوش نما گھٹھے مردانہ رعب و وقار پیدا کرتے تھے خط و خال یونانی وضع کے آنکھیں گہری نیلی اور اتنی شفاف اور چمکدار تھیں جیسی کسی فیاض دل۔ صفا باطن۔ نیک نیت شخص کی ہوتی چاہئیں۔ اندازت۔ اخلاق پسندیدہ مگر اطوار سے اس قسم کا کسل خفیف ظاہر ہوتا تھا جسے عیش پسندی کا لازمہ سمجھا جاتا ہے۔ بہر حال اس میں بھی کسی تصنع کو مطلقاً دخل نہ تھا۔ آواز خوشگوار۔ لہجہ خوش آئند اور طرز کلام دل آویز تھا جس وقت گفتگو کرتا۔ تو اس کی دیانت کی خوبیاں اس کی سرسبلی آواز میں شامل ہو کر اور زیادہ اثر فروخت پیدا کرتی تھیں۔ یہ شخص

مارکوئیس آف پنسرٹ کے تین بیٹوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ خود مارکوئیس اس کا باپ نہایت دولت مند مگر انتہا درجہ بخیل و خسیس تھا۔ ندرتاً جائیداد کا وارث اس کا فرزند اکبر تھا۔ دوسرا بیٹا جس کی عمر چھبیس سال کے قریب تھی۔ فوج میں لفٹننٹ کرنل کے عہدہ پر مامور تھا۔ اور آکٹیوین یعنی وہی نوجوان جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اور جو باقی دو بھائیوں سے چھوٹا تھا اُسے کلیسا کی تربیت دی گئی تھی۔ مگر بعض وجہ سے جن کا ذکر آگے آئے گا۔ اس نے اس صیغہ زندگی میں کامیابی کا خیال دل سے نکال دیا تھا۔ اور اس وقت جب ہم نے اس کا ناظرین سے تعارف کر دیا ہے۔ اس کا تعلق کسی خاص پیشہ یا کام سے مطلقاً نہ تھا۔

لارڈ آکٹیوین میریڈیٹہ فطرتاً ایک با اصول غرت دار جوان تھا۔ اس میں وہ تمام عقلی و ذہنی اوصاف پائے جاتے تھے۔ جن کی بدولت کوئی شخص دنیا میں نمود و شہرت حاصل کر سکتا ہے۔ مگر جب اُسے کالج میں داخل کیا گیا۔ تو باپ نے اغراضات میں حقے الارکان خست برقی۔ مارکوئیس کا بیٹا اور ذاتی طور پر لارڈ ہونے کی وجہ سے اس کے لئے ظاہری شان قائم رکھنا لازم تھا۔ مگر جب گذر دلائق خیر نہ ہو تو ظاہر داری کیونکر رہے؟ ایسے معاملات میں نوجوانوں کے اندر جو کمالات پائی جاتی ہیں۔ وہ محتاج تو صیغ نہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ احساس اکثر اوقات ان کے بہتر جذبات پر غالب آ جاتا ہے چونکہ نوجوانوں کی فطرت میں سب سے کمزور پہلو بھی ہوتا ہے۔ اس لئے والدین کا فرض ہے۔ کہ وہ سب سے زیادہ اس کا خیال رکھیں۔ کہ مخالف اثرات اس پہلو سے ان کی اولاد کے اعلیٰ اصولوں کے لئے باعث ضرر نہ ہوں۔ خیر صیبا ہم نے بیان کیا آکٹیوین کو چونکہ کالج میں گذر دلائق خرچ نہ ملتا تھا جس سے وہ ظاہری شان برقرار رکھتا۔ اس لئے جلد ہی مفروض ہو گیا۔ مگر آدمی چونکہ غرت تھا۔ اس لئے اس بات کا ہمیت خیال رکھا کہ جس شخص سے جس وقت روپیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس کے مطالبات اسی موقع پر پورے کئے جائیں۔ لیکن روپیہ کی ضروریات روپیہ سے ہی پوری ہو سکتی ہیں۔ ایما نداری اور نیکی کا نعم البدل نہیں ہوتی۔ مجبور ہو کر اس نے باپ کے نام ایک خط لکھا جس میں سب حالات صاف صاف بیان کر دیے۔ مارکوئیس کی عجب کوئی سمجھ داری اور دور اندیش شخص ہوتا تو بیٹے کی صاف گوئی کی قدر کرتا۔ مگر اس نے یہ کیا۔ کہ اپنے وکیل کو کسٹڈ بھیج کر تحفظ اہوں کو قورڈی قورڈی رقوم سے ٹالنے کی کوشش کی۔ دو کاذا ر بضد ہوئے۔ مگر وکیل صاحب نے شانون کو حرکت دے کر کہا کہ اگر اتنا نہیں لوگے جو دیا جاتا ہے۔ تو پھر ایک پالی بھی ملنے کی امید نہیں۔ جو جی میں آئے کرنا۔ مارکوئیس ہرگز اس کے لئے تیار نہیں کہ تم ایک نابالغ

رہنے کی بے سبھی سے غامدہ اٹھاؤ۔ اور وہ تہار سے مطالبات پورے کرتے پھریں۔ دوکانداروں نے جب معاملات کی یہ صورت دیکھی۔ تو ناچار جھجک گئے۔ رقوم ادا کرنے کو کہے اور ان کی گٹھن اور امیندہ کے لئے ہدایت ہوئی کہ اگر آکٹوپین کو کوئی رقم بطور قرض دوسکے۔ تو اس کے ذمہ دار خود ہونگے۔ اس سے آکٹوپین کے قرض کا بار تو ہلکا ہو گیا۔ مگر یونیورسٹی میں اس کی پیشانی پر ہمیشہ کے لئے کاکھ کا داغ لگ گیا۔ اب ہر شخص اسے دیوالیہ لارڈ کہا کرتا تھا۔ اس کے ہم جلیبوس میں جو مالدار تھے۔ وہ اس پر جھدے دھرنے لگے۔ اور جو فریب تھے۔ ان کا برتاؤ سردہری کا ہو گیا غرض بے چارہ کی حالت سرسبز ناقابل برداشت ہو گئی۔ باپ کو خط لکھا کہ میرے لئے اس کے سوا کوئی اور کام تجویز کیجیے۔ بڑھے امیر نے ہٹ کی بالآخر لارڈ آکٹوپین ڈیس ورسوا ہو کر یونیورسٹی سے واپس چلا آیا۔

باپ کو اطلاع ہوئی۔ تو کئی روز تک اسے خفا رہے۔ کہ بیٹے کا منہ تک دیکھنا گوارا نہ کیا آخر لے ہی لے تو غریب کو وہ جھاڑ بتائی۔ اور اس قدر سختی کا سلوک کیا کہ بے چارہ کے لئے گھر دوسرا اکسفرڈ بن گیا۔ چند ماہ کے عرصہ میں اس کی عمر اسی سال کی ہوئی۔ تو باپ سے درخواست کی کہ میرا وظیفہ مقرر کر دیجئے۔ میں الگ ہوتا ہوں۔ بڑھے ملک کوئیں نے جس کا بھل مشہور تھا۔ اس سے صاف انکار کیا۔ اور اب اس کی سختی نے اور زیادہ ترقی کی۔ مگر آکٹوپین کی نسبت پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ ہر قسم کے حالات میں اس نے باپ کی اطاعت گداری اور فرمانبرداری سے انحراف نہیں کیا ماں کو انتقال کے بہت عرصہ گزر گیا تھا۔ ورنہ ممکن ہے وہی اس سے ہمدردی کرتی۔ غمخیز کہ جب اس کے لئے باپ کے دانا رہنا دوبھر ہو گیا۔ تو ایک دور کے رشتہ دار کی سفارش اور اثر سے اس نے مارکوئیں سے پانسو پونڈ سالانہ وظیفہ کھیرایا۔ اور گھر سے ہمیشہ کو رخصت ہوا۔ چلتے وقت اس نے باپ سے درخواست کی۔ کہ اپنی سفارش سے مجھے فوج میں کوئی ٹھکانہ دے دیجئے۔ یا حلقہ سفارت میں ہی کوئی آسانی حاصل کر دیجئے۔ مگر بڑھے امیر کو اس بات کا کہ بیٹے نے اپنے طرز عمل سے میری ساری تجاویز کو درجہ برہم کر دیا ہے۔ اتنا طحال تھا۔ کہ وہ کسی طرح رضا مندانہ ہوا۔ اور چونکہ مزاج کار و زاول ہی سے لگھن مشہور تھا۔ اس لئے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ اب میرا تم سے کسی طرح کا تعلق باقی نہیں۔

آکٹوپین باپس و وطن گھر سے نکلا۔ اور کرایہ کا مکان لے کر رہنے لگا۔ اسے سن بلوغ میں داخل ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔ مگر اتنی سی زندگی میں ہی اس نے دنیا کے صد بائیں تجربات

حاکم کر لئے۔ دو تئیں ہیں۔ دوستوں کے طعنے برداشت کئے۔ ساری امیدوں کا یاں میں بدلنا دیکھو۔ مگر اس کے باوجود استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا۔ سوچا تھا۔ اگر کوئی مفید مطلب کام مل جائے تو اس میں ترقی کی صورت خود بخود پیدا ہو جائے گی۔ مگر امر اول کام ملنا تھا۔ ایک ایسے نوجوان کے لئے جس نے دنیا میں اولیں قدم رکھا ہو۔ اس قسم کی مصیبتوں کا هجوم جتنا جانکاہ اور روح فرسا ہو سکتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ ایسے ہی واقعات ان کے بہترین اخلاق پر اثر انداز ہو کر اسے جرم و گناہ کی راہ پر لے جاتے ہیں جس کی منزل انتہا بربادی ہے۔ آکلیپین لاکھ اچھا ہو۔ لیکن مضر اثرات سے کہاں ناک محفوظ رہتا۔ کرایہ کے مکان میں رہنے سے اس کا تعلق براہ راست اہل شہر سے ہو گیا۔ اس کے دوستوں میں اس کے اپنے طبقہ کے کئی نوجوان تھے۔ ان سے اخلاط بڑھا اور چونکہ آدمی خلیق۔ نیک نہاد اور شریف تھا۔ اس کے علاوہ طبیعت ملنسار واقع ہوئی تھی اس لئے احباب اس سے مل کر بہت خوش ہوتے تھے۔ وہ اسے جلسوں میں مدعو کرتے۔ اور چونکہ اسے قلت مایہ کی شکاکت و پریشانی تھی۔ اس لئے وہ اپنے فیض صحبت کے عوض ان کی میزبانی سے فائدہ اٹھانے میں دریغ نہ کرتا تھا۔ اسی سلسلہ میں اس کی ڈیوک آف مارچ مونٹ سے ملاقات ہوئی آخر ان کے تعلقات خاگی چونکہ کشیدہ تھے۔ اس لئے وہ اکثر اس قسم کے جلسے منعقد کر کے ان میں شہر کے عاشق تین۔ رسیا نوجوانوں کو مدعو کیا کرتا تھا۔ ایسی صحبتوں میں پراکو آکلیپین روز بروز عیش بہندہ ہوتا گیا۔ ایک بار قرض لینے کا مزہ میٹھنے کے بعد اب وہ اس بلائے بے درمان سے جہاں تباہ ممکن ہو۔ محفوظ رہنا چاہتا تھا۔ پھر بھی دوستوں کی صحبت میں شب بیداری اور راحت طلبی کا سلسلہ جاری رہا۔ اگر وہ ان کی برمطرب میں شرکت سے انکار کرتا یا ان کے مشاغل میں شریک ہو کر اوروں سے پہلے خفتن ہوتا تو آئندہ کے لئے ان کی مجالس کا ورد از بند ہونے کا احتمال تھا۔ ایسے حالات میں اس غریب کی حالت عجب گولگو کی تھی۔ کیا کرتا۔ کیا نہ کرتا۔ وہ خوب اچھی طرح سمجھتا تھا کہ منزل خطر ناک ہے۔ اور ان باتوں سے اس کے اعلیٰ اصول اخلاقی کو بھی صدمہ ہوتا تھا۔ گوجیبیا سید کی کہانی ہے۔ ہنری محبت میں نیر کی صدا لامت رفتہ رفتہ دم ہوتی جاتی تھی۔ تاہم آرزو یہی تھی کہ اس صحبت پر سے کسی طرح غلط فہمی کی جائے۔ مگر سوال یہ تھا۔ کس طرح؟ دل کی پریشانی اور خیالات کی براہ گنجشگی کتابی مطالعہ سے طبیعت اچٹ دیتی تھی۔ اور اس کا تو خواب میں بھی خیال نہیں آسکتا کہ ایسا کس جوان زندگی کی مشکلات سے پریشان ہو کر کسی دور افتادہ مقام پر عابد۔ گوشہ گیر کی طرح عزلت نشین ہو جاتا۔ بارہا جب ڈیوک آف مارچ مونٹ یا دوسرے احباب کی طرف سے رقعہ دعوت پہنچتا۔ تو آکلیپین

بہت دیر سوچا کرتا۔ کہ اس کا کیا جواب دوں۔ طبیعت شرکت سے بیزار تھی۔ مگر اس کے بغیر چارہ کار بھی نہ تھا۔ مجبوراً جاتا۔ مگر دل میں یہ عہد کر کے کہ آئندہ کبھی نہ جاؤں گا۔ لیکن اس عہد کے ایسا کا اصلی موقع نہ آتا تھا نہ آیا۔ نتیجہ یہ کہ لارڈ آکٹیوین میریڈیٹھ۔ ایک ہونہار۔ خوش خصال۔ نیک طبیعت نوجوان جو موقع ملنے پر بہترین قابلیت کا اظہار کر سکتا۔ رفتہ رفتہ ناویدہ مگر یقینی طور پر او باشی کے اس تاریک گڑھے میں گرنا لگا۔ جو لندن کی شہری زندگی میں ہر قدم پر موجود ہے۔ اوجھ میں بے شمار ہونہار۔ زمین اور جوشی ہستیاں جن کی فطری خوبیاں ہر لحاظ سے قابل ستائش تھیں غرق ہو چکی ہیں۔

ناظرین معاف کریں۔ ہم نے اس نوجوان کے ظاہری اور باطنی اوصاف کی توضیح میں غیر معمولی تفصیل اور طول سے کام لیا ہے۔ مگر ایسا کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ اس شخص نے اس داستان کی سٹیج پر کئی بار آنا اور کئی قسم کے کام کرنا ہے۔

غیر تو یہ شخص تھا جو سٹراٹسٹیج کے چلے جانے کے تصور ہی دہریہ۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ کے کمرہ میں داخل ہوا۔

”آئے آئے“ ڈیوک نے آکٹیوین کا ہاتھ پکڑے تپاک سے اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ”اس وقت تمہیں کو یاد کر رہا تھا۔ رات شامین زیادہ پی تو اس کا خراب تک نہیں آتا۔ اب سوچتا تھا۔ کہ گھوڑے پر سوار ہو کر دوزخ سیر کرنے جاؤں۔ ۱۰۰ ماں مار کیا بات ہے کل لارڈ آکسڈن کی پارٹی میں سٹریک نہ ہوئے؟“

”اُس لئے کہیں اس وقت سٹراٹسٹیج کے ایک جلسہ دعوت میں گیا ہوا تھا۔“ میریڈیٹھ نے جواباً ”اؤ! آرمیٹیج ابھی یہاں سے گیا ہے۔“

”جی ہاں۔ میں نے انہیں گاڑی پر سوار ہو کر جانے دیکھا تھا۔۔۔ مگر آج گھنٹہ کو آپ میری گدازش توجہ دے کر سن لیں۔ تو پھر میں شوق سے آپ کے ساتھ سیر کر چلوں گا۔“

”اے! تو کیا کوئی ایسا ہی ضروری معاملہ ہے کہ تم اس قدر زور دیتے ہو؟“ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے ہنس کر کہا۔ ”مگر آؤ پہلے فلوڈ اپلنچ تو کھا لیں۔ سوڈا واٹر ملی ہوئی ہوک کا گلاس واقعی پسند ہوگا۔“

”منظور ہے۔ مگر پہلے آپ آؤ گھنٹہ میرے لئے وقف کریں۔“ میریڈیٹھ نے کہا۔ ”اُس کے بعد جس طرح آپ کہیں گے حاضر ہوں۔“

میں، سچا کہہ کر، مگر وہ کہتا تھا کہ اس شخص نے میں نے نظر رکھا، دیوگ نے کہا۔ اور وہ اندازہ کس سے صوفیہ بیٹھی تھی۔ کہیں بیٹھا ہوں۔

سب سے اول آپ کو معلوم ہے کہ والد سے میرے تعلقات کیسے ہیں۔ "نوجوان نے کہنا شروع کیا۔

میں نے کہا کہ اگرنا میں ایک حد تک غماز اسلوب سمجھ گیا۔ مگر پھر غصہ نے جلدی سے قطع کلام کر رکھا۔ اگر تم کو غصہ میں ملو تو جی ملی، اما کی ضرورت ہے، مگر یہ بھی طرح کہہ دو، چیک باک حاضر ہے۔

جی ہاں، جی ہاں، ایسا نہیں ہے۔ میری طرف سے جس کی صورت سے ممنونیت ظاہر ہوئی تھی، کہنا ہے شک مجھے آپ کی امداد دور کا ہے۔ مگر اس امداد کا تعلق آپ کی چیک باک سے نہیں، بلکہ آپ کے ذاتی رطوبت سے ہے۔ صاف حفظوں میں میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنے آپ سے کام لے کر مجھے سفارشی قطعہ میں کوئی آسانی لے دیں۔ طبیعت اب باہر جانے کو بے قرار ہے۔

میں نے کہا کہ جیسی باتیں نہ کرو، دیوگ نے جلدی سے کہا۔ اگلیوں میں آپ بھی ہو سکتا ہے کہ

ہم تمہاری صلاحیت کو دیکھیں، یہ معلومہ جو موجودہ وزارت پر میری نگاہ بھی تو رکھ رہی ہے۔ تم بھی طرح جانے لگو، جس سے مطلع نہ اسے یہ ہوں۔ جن کو دیکھنے سے ہمیشہ مجھے مخالفت رہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی کوٹ پاؤں کی آسانی بھی ہو تو میں اسے کسی قدر امت پسند کرنے کے ہی مقصد میں کرنے پر زور دوں گا۔

میں نے کہا کہ جیسی باتیں نہ کرو، دیوگ نے جلدی سے کہا۔ اور اس کے ہوشیار چہرہ پر غم کے بادل چھٹکے، اس کی شفقت لیکن انکسوں سے رنج و پریشانی کا اظہار ہونے لگا۔

وہ گریہ باہر جانے کی دھمکی آوازوں لگے؟ مارچ کوٹ نے فرمایا۔

جس کے لیے مقررہ اور معلوم ہیں۔ اس کے آپ سے کیا بڑھ چکا ہے؟ اگلیوں میں جواب دیا۔ درحقیقت میری

لی نہایت محدود ہیں۔ وہ دیکھیں کہ اسے پھر نہ زندگی بسر کرنی پڑے۔ اپنا کوئی دھند انہیں

نہیں دیکھ رہی ہے، طبیعت سخت بیزار ہو رہی ہے۔

نہیں سمجھا۔ دیوگ نے کہا۔ اور بے شک ایسا جو ناخیرت چیز نہیں۔ مگر بغیر غریب کے دل میں

غیاث پیدا ہو آجے، تم جانے ہو۔ میں چاہتی تھی کہ عادی میں ہوں۔ بہر حال یہ امر باعث

ہے کہ ایک ایسا شکیل و وجیہ۔ ایسا دہن۔ ایسا عقل و اخلاق جو ان جیسے تم کو اب تک

نہ مل سکے، اب میرے دوست کی شاہی کردار دی

”آہ شادی!“ کٹیڑیوں نے سرو آہ کھینچ کر کہا۔ ”میں گدازان کے ہاں ہوں۔ اور آپ شادی کی صلاح دے رہے ہیں۔ خیال کیجئے۔ کون ایسا مالدار باپ ہے۔ جو کچھ غریب کو بیٹی دینا منظور کرے گا؟“

”کٹیڑیوں مثلاً تمہیں اپنی خویوں کا بہت کم حال معلوم ہے۔“ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے کہا۔ ”آجکل کی شادی میں انخاص جو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ فریقین ایک دوسرے کی کسی پورا کر دیں۔ مثلاً تمہارا ہی معاملہ ہے۔ فرض کرو۔ تمہاری شادی ایک ایسی لڑکی سے ہو جائے جسے باپ کی طرف سے بے شمار دولت حاصل ہو۔ اس صورت میں تمہاری مالی ضرورتیں وہ پورا کر دے گی اور اسی میں اعزاز کی جو کمی ہو۔ اسے تم۔۔۔“

”بے شک مجھے رعایت اس ملک میں عمر گزارنے چاہئے ہیں۔“ کٹیڑیوں نے آمیت سے کہا۔ ”مگر پھر بوجھے تو میری حالت میں تکبر انسانی ماننے ہے۔۔۔“

”تکبر!“ ڈیوک نے حیرت سے کہا۔ ”مگر میں تمہارے تکبر پر کیا حرف آسکتا ہے؟ یہی ناکہ تم ایک غافل اور امیر ایک ایسی لڑکی سے شادی کرتے ہو جس کا باپ امیر تو ہے مگر ابن امیر نہیں۔“
”ان خیالات کا اظہار آپ کی طرف سے واقعی حیرت خیز ہے۔“ میرڈیٹھ نے تعجب سے کہا۔
”آہ میرڈیٹھ! ذکر کرتے ہو۔“ ڈیوک نے کہا۔ ”مجھے بے شک اپنے تکبر پر ناواقف ہے۔ مگر اس معاملہ میں امر ضرور طلب تمہاری بہتری ہے۔۔۔“

”جس کے لئے میں آپ کا ممنون احسان ہوں۔“ لارڈ کٹیڑیوں نے کہا۔ ”مگر میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ نفقہ نگری میں میں نے استعمال کیا۔ وہ کچھ اور چیز ہے۔ میری چھٹی کاٹ اس لئے نہیں ہوگا۔ میں کسی عام شخص کی دختر سے شادی کرنا نہیں چاہتا۔ سوال صرف یہ ہے کہ میرڈیٹھ کو گدازہ کے لئے عرض کا درست فکر ہونا۔ یہ کتنا عجیب ہے۔ لارڈ امیر و غریب کا فرق۔ اس کی نسبت آپ میرے خیالات سے خوب واقف ہیں۔ یہی میں آپ کے برابر قدامت پسند نہیں ہوں۔“

”اس صورت میں تمہارا اعتراض اور بھی ہلکا رہ گیا۔“ ڈیوک نے کہا۔ ”جیسا میں کہہ رہا تھا۔ اگر وہاں تمہاری مالی ضرورتیں پورا کر دے۔ اور تم سے طبقہ بالا کسی شخص سے کاغذ پھر نہ تو ظاہر ہے۔ حتمی تم اس کے ممنون احسان ہو گے۔ اسی قدر وہ تمہاری زمین منت ہوگی۔ پس ایک دوسرے کا دست مگر ہونے کا سوال جو تم نے بدو اعتراض پیش کیا تھا۔ صاف کر دیا جاتا ہے۔“

”خیر میں بحث کی خاطر آپ کی دیل تقسیم کئے دیتا ہوں۔“ میرڈیٹھ نے کہا۔ ”اور یہ بھی فرمیں کہ تمہارا

کذیری تھی ایسی والدہ ارادگی سے ملاقات ہو گئی۔ اور اس نے مجھ سے شادی کرنا منظور کر لیا۔ مگر میرے
 کچھ نہ ملنے پر بھی سوال رہ جاتا ہے کہ دل کم ہمت کو کون کہا ہے گا؟ اسے اس رادگی سے عشق کی جو کون
 ڈالے گا؟

”اب اگر تم عشق کا معنوں سے بیٹھے ہو تو میں لا جواب ہوں۔“ ڈیوک نے انداز تحقیر سے کہا
 پھر واقعی میرے پاس کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ ہماری مالی حالت کی اصلاح کا مشورہ تو بے شک
 دے سکتا ہوں۔ لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کیوں میری طرف اس سے پہلے تو نہیں نقد دل نہیں
 مار چلے؟

”میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔“ آکٹیوین نے قدرے اضطراب سے جواب دیا صرف اتنا معلوم
 ہے کہ ایک نگر خاں کی یاد... جسے میں نے صرف دو تین بار دیکھا ہے... اکثر بے چین کیا کرتی ہے
 ...

”ادیکوں صاحب وہ نگر خاں کون ہے جس کا تصور ہر وقت پیش نظر رہتا ہے؟“ ڈیوک نے قہر
 طعنے پوچھا۔ ”اس میں تو شک ہی کیا وہ خوبصورت ہے۔ کیونکہ یہی اس کی یاد بے چین کر سکتی
 ہے۔“

”خوبصورت! میں عرض کرتا ہوں اس کے برابر حسین و جمیل نازنین روئے زمین پر تو شاید عمرنگی
 پرے کا حال معلوم نہیں۔“ آکٹیوین نے اس جوش کے ساتھ جو عشق کا لازمہ ہوا کرتا ہے کہا۔ مگر جلد ہی
 وہ اس کی وجہ سے خنجر خاں ہونے لگا۔

”ماں مگر وہ کون ہے؟... کہاں رہتی ہے؟“ مارچ مونٹ نے پوچھا۔ مجھے پرہیز نہ کر دین
 دوستوں کے حلاوت عشق میں بے جا دخل نہیں دیتا۔

”تین شوق سے سب حال عرض کرتا۔ مگر افسوس کہ خود مجھے معلوم نہیں وہ کون ہے۔“ آکٹیوین
 نے جواب دیا۔ ”میں نے دو تین موقعوں پر اسے ایک نوجوان کے ساتھ پھرتے دیکھا ہے۔ جس کی صورت
 سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا بھائی ہے۔“

”تو کیا اس نازنین سے تمہارا عشق ابھی دیوار کی مذہک بن رہا ہے۔ جتنا رکا ہوا قند نہیں ملا ہے
 بھی مٹاؤ کبھی نہیں۔“ میری طرف سے کہا۔ تو بختی خوبصورت اتنی ہی شرمیلی ہے۔ اور میرا خیال ہے
 ان موقعوں پر کہ میں نے اس کی طرف نظر اشیاق سے دیکھا۔ اسے اتنا بھی معلوم نہیں ہو کوئی اس کی
 طرف حسیانہ شوق سے دیکھتا ہے... یوں مجھے ”حسن و حیا کا فرق“ ہے!

”مگر یہ تو معلوم ہوگا وہ کس طبقہ سے تعلق رکھتی ہے؟... آج تمہارے اضطراب کی سرخی سے معلوم ہوئے۔ وہ تمہاری خواہشات کے صحیح دائرہ سے باہر ہے۔... یا اس طرح کہنا چاہئے کہ وہ اسی طبقہ میں نہیں جس میں تمہارا عشق محمد دہونا چاہئے۔ کیوں؟“

”میں نہیں جانتا آپ کے سوال کا کیا جواب دوں۔“ آکٹیوین نے سنجیدگی سے کہا۔ ”صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ دونوں بھائی بہن بظاہر عزت و ادب ہیں۔“

”لیکن والد انہیں؟“ ڈیوڈ نے اپنے طور پر فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ شاید کسی ناچار یا اسی طرح کے کسی اور شخص کی اولاد ہیں۔ غیر تو میں اس بارہ میں فقط اتنا کہنا چاہتا ہوں۔ کہ تم اس خواب سے بچنا۔“

”خدا کی قسم۔ خود تمہارے لئے بہتر ہے۔“

”ماں واقعی؟“ آکٹیوین نے غصے سے جوش آمیز لہجہ میں کہا۔ ”موجودہ حالت میں ایسے خیالات کہ دلی میں جگہ دینا... یا جیسا آپ نے فرمایا۔ اس قسم کے غراب دیکھنا جڑوں اور دیوانگی ہے۔“

”اس لئے کہ اگر تم نے کسی گناہم زدگی سے عشق کیا ہی... میرا مطلب اس وقت جائز عشق سے ہے۔... تو اس سے فائدہ کچھ نہیں۔ تمہارے حالات اس کی اجازت نہیں دیتے۔“ لارچ ہوٹل نے کہا۔

”پس میری صلاح مانو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ نئی نئی بات ہے۔ اس لئے دل نہیں لگتی۔ بلکہ اس پر تعجب لگے۔ غور کرو گے تو میرے مشورہ کی اہمیت روشن ہو جائے گی۔ تمہاری حالت میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اپنے باپ اور بھائی کی امداد سے سستی ہو کر اپنی جدیگانہ حیثیت قائم کرو۔ شہر میں بے شمار ایسی مالدار لڑکیاں ہیں۔ جو کسی قبول صورت جوان سے جس کے نام کے ساتھ لارڈ

کا لفظ موجود ہوتا دیکھ کر اپنے لئے کوئی کام دہوں گی۔ کیوں؟“

”جیسا آپ نے فرمایا۔ معاملہ ابھی قابل غور ہے۔“ ڈیوڈ نے کہا۔ ”میرے دوست جیسا کہ میں نے شکوہ کیا ہے، قسم کا موقع مل جائے۔ تو وہاں تک ممکن ہے۔ میں ایسی بی بی کی نسبت اس شخص سے نصیحتیں دے کر اپنے گناہ کی

نہ کہوں گا۔ اور اگر حالات کی مجبوری سے میرے دل میں اس کے لئے کچھ عشق پیدا نہ بھی ہو۔ تو اس کی خاطر داری میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کروں گا۔... ماں مگر ایسی لڑکیاں کہاں ملی ہیں؟“

”ڈیوڈ نے دیکھا کہ چلی جا رہی تھی۔ اور اب بعض شہست کو گرا کے نیلے ضرورت ہے۔“

”لارچ دانی سے بولا۔ کہاں؟ یہ تمہارا اپنا کام ہے کہ ان کو تلاش کرو۔ میں کچھ بازار جس کا دلال نہیں ہوں کہ بر تلاش کرنا نہیں دوست جان کہ ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ دیکھو۔ مگر تمہیں یاد آگیا۔ اسی ایک لڑکی اس شخص کی بیٹی ہی جو ہے۔ جیسا کہ ذکر ابھی ہمارا ہوا تھا۔“

”یعنی کون؟“ آکیٹیون نے پوچھا۔

”آرمیج“ ڈیوک نے جواب دیا۔ ”جانتے ہو یہ شخص بہت اہم ہے۔ اور شادی پر بھی کو۔ ہزار

پونڈ ہیز دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ حال کچھ تعین معلوم ہے۔ اور اس کے علاوہ اس سے برسوں کی چھ سال پہلے ایسا ہے۔ اس کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں کہ وہ نہایت بلند ہندو۔ شریف اور فوجی دل کو جو سخت آدمی ہے۔“

”بہل چاہیہ ہے وہ کسی زمانہ میں آپ کی ملازمت میں ہو کر ملے گا؟“ آکیٹیون نے جڑیوک کی باتیں تو جیسے سن رہا تھا۔ پکایک کہا۔

”ہاں تھا۔“ ڈیوک نے پھر وہی پرانی کالیانہ اختیار کی کہ کیا۔ کچھ روپیہ اس نے اپنی کمپناخت سے بچایا تھا۔ کچھ ایک دور کا رشتہ دار اس کے غلام چھوڑ گیا۔ لندن آکر جس جہاز سے اس نے بدلتی کالاد بار مشرق کیا اور بہت جلد دولت مند ہو گیا۔ آکیٹیون تم خوب جانتے ہو ٹیٹل ہاکیہ دوسری جانب رہنے والے عام زر پرستوں سے مجھے وہی نظر آتا ہے۔ تاہم اس شخص کی حالت کو درجہ استثنیٰ حاصل ہے۔ میں نہیں سمجھوں سکتا کہ اس نے میری فیہریت بڑی دانت داری سے کی۔ اس لئے اس کے ساتھ میرے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے ہیں۔“

”یہ واقعہ آپ کی حالی حسیکی پر دلالت کرتا ہے؟“ آکیٹیون نے جوش سے کہا۔ ”اچھا کہ ایسا کہتے ہوئے آپ نے اس قصص کو دیا۔ یہ ہے جو ایسی حالتوں میں کچھ کم اثر نہیں رکھتا۔ میں نے آپ کا طرز عمل یاد رکھا۔“

”اس کے علاوہ زو۔۔۔ مصطفیٰ بیچ کی دفتر دانی حسین ہے۔“ ڈیوک نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”مغلاہ ستونچندہ تربیت یافتہ اور ذہنی خوبیلو ہے۔ آراستہ وہ اس نظام کی طرح ہے جو حسن و خاشاک میں وہ بکری بھی جگتا ہے۔ میں خوش ہوں کہ میری صلاح دیکھ رہے ہیں۔ ہوائی اور اوقاف قبا اس پر عمل کرے گا۔ بسا تو بچ کھلا کر سیر کرنے چلیں میرے ساتھ رہو۔ تم کو مضمت میں غرر کر سکتے ہو۔“

”میں نے یہ نہ شک؟“ آکیٹیون نے آہستہ سے کہا۔ ”مگر اس کے ساتھ اس کے ساتھ سے ایک ملکی سی آہ گل گئی۔ کیونکہ تمہیں نے جو ایک بار میں اندرین کی برق پاش صدمت پیش نظر کی ہے۔ اس سے پہلے دین کو دیکھا۔ گمان ہے ہی میں اس کی نفسیہ اقبال کو طریق پر اس کے لوح دل پر کسٹ وہ چھوڑ چکی تھی۔“

باب - ۱۱

ملکہ حسن

ریجنٹس پارک کے پرفضا مکانات میں سے ایک کے مکلف اور آڑہنہ نکر میں ایک نازنین بیٹی ہے۔
 کمرہ کی آرائش نفاست سے زیادہ تجل کی جھلک رکھتی ہے۔ سامان کی قسم سے کوئی چیز ایسی نہیں جو شذ
 اور بیش قیمت نہ ہو۔ مگر ان اسٹیشیا کی غائر ٹمکیز کے ذوق سلیم کی بجائے قنوت مند و کاچہ دیتی ہے
 وہاں ہی شیشہ آلات سے سجی ہوئی خوشنما کرسیوں پر سنہری اور انڈونائی ٹمکے سے بچھے ہوئے۔ اور
 ہنے شمار چھوٹی چھوٹی چیزیں جنہیں بے دریغ وہ پیہ صرف کر کے حاصل کیا گیا تھا۔ امیرانہ لاپرواہی سے
 جابجا بکھری ہوئی ہیں۔ کمرہ فراخ۔ مگر اس شان عظمت کے بارے سے لب کرنا تک نظر آتا ہے۔ اس
 سٹا اس میں وہ فضا کے سکون معروض ہے جس کا تعلق اس زمانے سے زیادہ ذوق نفیس سے
 ہوتا ہے۔ اور جس کی موجودگی میں شان مند اور بھی غیر کوئی اثاثہ پیدا کرتی ہے۔

لیکن اس بھرک اور نمود و عشرت میں بھی جس کا اثر کمرہ میں ہر طرف غلبہ ہے۔ جابجا پائی شیشہ
 اور خیالات شائستہ کے نشانات خفیف نظر آتے ہیں۔ مثلاً چھوٹے کونوں کے رنگوں کی ہر قوتوں
 کے اعتبار سے آراستہ کیا گیا ہے۔ اور اق موسیقی ایک طرف پیا تو پڑ کھول کد کئے ہوئے اور
 دوسری جانب جربط کے پاس موجود ہیں۔ وسطی میزوں میں سے ایک پر کچھ کھجوریں سرسبز رنگ
 سے تیار کی ہوئی بعض دلکش نقادیں پڑی ہیں۔ چکن دوزی کا کام نامکمل مگر نہایت دلکش صورت
 میں ایک صوفہ پر اس نازنین کے پاس موجود ہے۔ اس میں شک نہیں کہ میزوں پر رکھی ہوئی کتابوں
 کی واحد خوبی ان کی مکلف اور مکمل حد بندی ہے۔ ورنہ تحریر و محضون کے اعتبار سے وہ سب کچھ
 میں ڈالنے لائق ہیں۔ تاہم جہاں وہ نازنین بیٹھی ہے۔ اس کے قریب لیکن دوزی کے پاس ہی بڑھاپہ
 کے بہترین شعلہ کی تین چار تقاضیف بھی رکھی ہوئی ہیں۔ پھر اس شیریں دل و حسینہ کا لباس کس قدر صاف
 و سادہ۔ مذاق شستہ کا منظر اور اس سے کتنا زیادہ نفیس ہے۔ جس کی ایک دیکھ نفاست کروا رہے
 والی خاتون سے امید ہو سکتی ہے۔ غالباً یہ کہنا غیر ضروری ہو گا کہ کمرہ خد کو میں خوش آمد نفاست
 کے جتنے بھی آثار ہیں۔ وہ سب اس نازنین کے ذوق سلیم کے ہمارے منت ہیں۔ اور اگر ہم ایک
 ان کو اسمیت نہ دی جائے۔ تاہم باعتبار قیمت تسلیم کرنا پڑے کہ ان کی وجہ سے اس شخص کے
 دل و دماغ کو سکون و راحت ہوتی ہے۔ جو ان کی عدم موجودگی میں سامان کی جھلک اور ٹپٹپاہ

کو دیکھ کر بیٹنا گھبرا جاتا۔

یہ پری خساد حسینہ مسٹر آرمیٹج کی دیکھوتی اولاد زو اور مکان جس کے ایک حصہ کا نقشہ
 چھپنے سے پہلے ریلوے میں پیش کیا۔ اس کا مقام سکونت ہے۔ فی الحقیقت اس مکان کے سب کمرے
 باہر سے دیکھے۔ ایسی اسٹریٹ دھشت بہشت ہے۔ اور ان کی آب و تاب پر طعنے اور
 دیکھنے والے کی نگاہ کو خیرہ کر لے کے لئے ہزاروں۔ لاکھوں پونڈ کی رقم ان کی اراکش چہرے دینے
 صرف کی گئی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی کہنا پڑتا ہے کہ ان دو کمروں کے سوا جن کا اشارہ ذکر کیا
 گیا ہے۔ ہر جگہ مذاق سلیم کا فائدہ ان نادر اشیاء اثرات کو نمایاں کرتا ہے۔ جو ذوق و لہجہ
 اسلام آباد کے انگریزوں کے ہوس کی نمود میں پائے جاتے ہیں۔ اور جن کی بدولت اس کا اندازہ کرنا ذرا
 مشکل نہیں ہوتا۔ اس جگہ کے مکین طبقہ عام سے ترقی کر کے اس چکا چوند کے ذریعہ خاندانی سفارت
 کو چھپانا چاہتے ہیں۔ جن دو کمروں کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ وہ زو آرمیٹج کی ذاتی سکونت
 کے لئے مخصوص تھے۔ ایک اس کا زنا بزم کمرہ نشست۔ دوسرا وہ چرخہ لگا ہوا کام دیتا تھا۔ ان
 دونوں میں باپ کے شوق نمود کی بجائے اس کے اپنے ذوق سلیم کے آثار نظر آتے تھے۔ اور انہیں دیکھ
 کر اس کا اندازہ کرنا سہل تھا کہ اگر سارا مکان اسی حسن اہتمام اور سلیقہ سے آراستہ کیا جاتا تو
 کتنا خوب ہوتا۔

جسپر کو تین اور چار بچے کے ہر بیان سے آرمیٹج اپنے کمرہ کی بجائے عام کمرہ نشست میں اس
 لئے بیٹھی کہ صبح کے علاقہ میں سے ہیں ملنا پڑتا تھا۔ شاید کسی شخص کو تعجب ہو کہ شام کے تین بجے
 صبح کے علاقہ میں کیا کام اگر اسے معلوم نہ ہو گا کہ فن کی دنیا میں کھانے کے وقت تک صبح ہی رتی
 ہے۔ خواہ لکھنات کو سات بجے ہی کیوں نہ پڑسا جائے۔ اس کمرہ کی اوچی ٹیپ ٹاپ اور بھڑکی
 نمائندہ زو کو بہت گراں گزرتی تھی۔ ہم یہی دیکھ رہے تھے کہ جب کبھی وہ اس میں بیٹھنے پر مجبور ہو۔ تو جابجا
 خوشنما بھول جاتی اور اپنے وقت کا بڑا حصہ مصوری کشیدہ کاری۔ موسیقی یا اپنی مقبول
 تصانیف کے مطالعہ میں بسر کرتی تھی۔ یہ سادہ کتابیں جو اس وقت اس کے پاس رکھی ہوئی تھیں
 دراصل اس بزم کتب خانہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ جس کی کتابوں کو اس نے ذاتی انتخاب کے بعد
 اپنے کمرہ خاص کے ایک جیسے میں جمع رکھا تھا۔ کیونکہ ان لغو اور ادنیٰ اکتوں کو جنہیں عمدہ
 جلدوں سے بچا کر اس کمرہ کی میزوں پر رکھا ہوا تھا۔ وہ اتنا ناپسند کرتی تھی۔ کہ ان میں سے کسی کو
 اکٹھے لے کر لے کر دیکھنا بھی اسے منظور نہ تھا۔

مس آریٹج کی عمر ۲۰ سال کے قریب تھی۔ چہرہ بھیدی۔ نقش بے غیبت۔ عینوت خط
 قریب اور وکشت۔ اور بشرہ سے وہ انداز خاص ظاہر تھا۔ عین کی موجودگی اور کشت کی بے
 عین من و جمال سے زیادہ مدد دیتی ہے۔ خط و خال اور دن اور رات کا ایک جیسے ہونا ان کے۔ چاک
 سیدی خدوین چھوٹے ہونٹوں کی تراش مکمل، اور رنگت نہایت خوش کی طرح سرخ تھی۔ دیکھیں جوئی اور بیگون
 شفاف چمکیں تھیں۔ اور دھڑکنا اور ایک دوسرے کے جھلکنا جس طرح پہلوؤں کو مصروفیت
 کے آثار نمودار کرتے۔ بال بکے تھے۔ رنگ کے سلیٹ کی طرح ختم ہونے کی تاویں کی طرح چمک رہے
 تھے۔ جوڑا ہانڈھے سے ہر ایک کام حصہ جس پر روشنی پڑتی ہو سہری اور باقی مینا و نظر آتا تھا۔ لیکن اگر
 انہیں گنڈل بنا کر لٹکھ دیا جاتا تو علامتے شانوں اور سنگ حور کی ایسی مہذبہ رنگوں پر چہرہ چہرے
 دو نظروں اور ایک ہونڈے ریشم کی طرح نظر آتے تھے۔ سب سے کمالات اور چہرہ کی مصروفیت جس طرح
 کا تھیں اور شہر شگن جنت کی خوبصورتی کا مقابلہ کرتا تھا۔ اور گنڈے مینے بدن کی سپیدی جس کے پے جاہل
 خون کی گردش اپنی ہلکی سرخ رنگت اور دار کے پتے سے ہوئے کون کن رنگت پیدا کرتی تھی۔
 خلق اور اوقات ہونے کے باوجود۔ کیونکہ غنہ کی قامت میں وہ زیادہ اوسط سے مستحق تھی۔
 جسم کی بے غیبت مساحت۔ قدرتی چمک اور خط و خال کی موزونیت کے باعث اس کی دھڑکی نکلت
 حقیقت سے بلند تر نظر آتی تھی۔ ہر ایک حرکت سے فطری نکلت اور ہر اشارہ سے جانسن نکلت
 کا اظہار دیتی تھی۔ اس کی جانسنو نظر۔ اس کی فطری آواز اس کا خدہ سیال۔ اس کا بیج غیر
 غرض کہ اس جلوہ بے چاہ کی ہر ایک تفصیل ظاہر کرتی تھی کہ نسبتاً جھلک عوام نے ظن رکھنے کے
 باوجود اس حسن و جمال کی خلک کی ذات میں وہ صلابت خاص صورتی و اوصاف باطنی موجود ہیں جن
 محض حقیقت اور اسے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔
 بعد مطلوبہ بلا میں ہم نے ڈاکٹر کی وکشتی و دوسری کی جو مختصر کیفیت بیان کی ہے۔ اس کے
 بعد سوال پیدا ہوا کہ قدرتی خط۔ کہ ایسے باپ کی جن کو حدیث پیشتر قلمبند ہوا تھا۔ ایسی عین و عین
 ایسی خوش خصال اور انھیں مٹی! کیونکہ ممکن ہے کہ اگر وہ یہ ہے کہ مسٹر آریٹج نے انتہائی
 پسند کرتی ہو کہ وہ عروج حاصل کیا تھا۔ اور ہلکا وہ اپنے سہری دوستوں میں ہوتا تھا۔
 تفسیر سے کہا کہ تھا۔۔۔ کو حلقہ فتن میں کہیں اس کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ کہ اس خود اپنی قسمت کا شمار
 ہوتا تھا۔ اس کے باوجود کسی کو حلقہ فتن نہ تھا۔ کہ وہ ابتدا میں کون تھا۔ اور کیا کام کیا کرتا تھا۔
 ماضی کا ذکر کرتے ہوئے وہ خود بھی اس سے پہلے کا حال نہیں کہتا تھا۔ جب وہ موجودہ دور کی بات کرتا تھا۔

کی وسیع جائداد کا منتظم تھا۔ بہر صورت جس وقت زو اس عمر کو پہنچی کہ نواحی حالات اس کے ذہن پر اثر انداز ہو سکتے تھے۔ تو اس کا باپ ہر لحاظ سے مرشد الحال ہو چکا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آرمیٹج کی ابتدائی حیثیت کچھ بھی ہو۔ جب سے زو نے ہوش سنبھالا راحت و آرام ہی دیکھا۔ بچپن ہی سے وہ آرامتہ و پیراستہ گھر میں رہی۔ بیسیوں خدمت گار اشارہ پر کام کرنے کو حاضر و کیے۔ اور وہ سلام سامان حمد فارغ البالی اور مرشد الحالی کا لالہ نہ ہے۔ موجود پایا۔ اس کی ماں کا چھوٹی عمر میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ مگر جوں جوں وہ سیانی ہوئی اس نے غیر معمولی دوہ بینی سے جو عمر کے اعتبار سے حیرت خیز تھی بارہا محسوس کیا۔ کہ گو باپ نے اس کی تعلیم کے لئے سلیقہ مندانہ ستانی اور گھر کے مختلف صبیحوں کے اہتمام کو کارآمد نہ نوکر رکھے ہوئے ہیں۔ تاہم ان سے کام لینے یا اس حکومت کا جو امیری کا لالہ نہ ہوتی ہے۔ ڈسٹنگ بالکل یا نہیں۔ زو کو باپ سے گہری محبت تھی۔ اس لئے نہیں کہ وہ طبعاً نیک طبیعت اور خوش اخلاق تھی۔ بلکہ اس لئے بھی کہ وہ اس کے ہر کام کو دیکھ کر محسوس کرتی تھی۔ کہ بچہ کی تربیت کو ماں کی عدم موجودگی سے جو ضعف پہنچ سکتا ہے۔ اس کی تلافی کے لئے وہ تاحداً اس کی کوشش کیا کرتا ہے۔ وہ اس کے احسانات کی بدل ممنون تھی۔ اور یہی باعث تھا کہ اس عمر میں پہنچ کر بھی جب بچوں کو والدین کے افعال پر مشورتی نکتہ چینی کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اس نے فوراً یا فائدہ کبھی یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ ہر معاملہ میں باپ کے خیالات پر اس کے اپنے خیالات و خواہش سے سبقت رکھتے ہیں جو منع پر مبنی ہو کر حاصل ہوتا ہے۔ معاملات تعلیم میں وہ بظاہر باپ کے ہر ایک حکم پر کاربند تھی۔ مگر باطن میں اس درجہ اول کی استانی اور معلموں کے مشوروں پر ہی عمل کرتی تھی۔ جو اس کی تربیت پر مامور تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہترین اثرات کی بدولت اس کے ذہن رسائے جو فطرتاً بیش بہا تھا رکھتا تھا۔ خوب ترقی کی۔ اور وہ باپ کی عقیدت مند اور فرمانبردار رہ کر بھی اس کے غلط مشوروں سے جو وہ اپنی نوبادنتہ دولت کے زعم میں اکثر دیا کرتا تھا۔ محفوظ رہی۔ وہ اس کے احکام پر پوری توفیقاً ترقی تعلیم کی بجائے فیشن کی چل چل میں الجھتی۔ اس کی ترقی کی انتہا یہ ہوتی۔ کہ وہ حلقہ فیشن میں کمرہ نشست کی ایک خوشنما گڑیا کی حیثیت اختیار کر لیتی حالانکہ اب وہ حقیقتاً ذہین۔ تربیت یافتہ اور روشن خیال خاتون تھی۔

یہ جانا مشکل نہیں کہ ایک ایسی کچھ دار اور دور اندیش لڑکی کے لئے جیسی کہ زو تھی یہ معلوم کرنا ذرا بھی دشوار نہ ہوگا۔ کہ باپ نے یہ بیش قرار دولت کن طریقوں سے فراہم کی۔ چنانچہ اسے معلوم تھا۔ کہ ایک زمانہ میں وہ وسیع پیمانہ پر بانی کا بیوپار کیا کرتا تھا۔ ایسا بیوپار جس میں خود پروری

کے معیار کو پیش نظر رکھ کر وہ دوستوں یا ساقیوں کو کام کرنے والوں کی بہتری سے زیادہ اپنے نفع کا خیال رکھتا تھا۔ خواہ اس نفع کی بدولت باقیوں کو تباہ و برباد ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ ٹھہر کے رسیا عاشق تن جو انوں کو جنہیں ہر وقت روپیہ کی مانگ رہتی ہے۔ بہترین کفالت پر خوش فک سترج سود لکھوا کر روپیہ قرض دیتا ہے۔ اور یہ بھی اسے معلوم تھا کہ باپ کی ساری کمائی نئے بگڑے امیروں یا جود و جہد کرنے والے خستہ تن مزدوروں کی عرق ریزی سے حاصل کی گئی ہے۔ پھر وہ اس سے بھی بے خبر نہ بنتی۔ کہ حصول زر کی خاطر اسے امیروں کو عزیز۔ غریبوں کو محتاج اور محتاجوں کو اسیر زندان بنانے میں تامل نہیں ہوا۔ اس نے ہمدردی سے زیادہ تن پروری کا خیال رکھا۔ اور جس طرح بھی ممکن ہوا روپیہ کمانے کی کوشش کی۔ یہ سب باتیں ذو کو معلوم تھیں اور اس کا طے وہ باپ کے خصائص سے پوری طرح آگاہ تھی۔ یہاں تک کہ وہ خوب جانتی تھی کہ اس کا دل سخت ہی نہیں کیونکہ حالات سختی میں بھی نرمی پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اس میں کبھی نرمی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور وہ سرد بھی نہیں کہ سردی کبھی نہ کبھی گرمی کو جگہ دے دیتی ہے۔ مگر اس کے دل کی سردی ہی نے کبھی گرجو شکی کی صورت نہیں دیکھی۔ وہ سمجھتی تھی کہ قدرت نے لمحہ تخلیق میں اس کے سینہ کے اندر دل کی جگہ خالی ہی رہنے دی۔ یا اگر اس کی بجائے کوئی چیز رکھی ہو تو یہی جو اوصاف قلب سے قطعاً محروم تھی۔ یعنی رحم۔ عنایت۔ فیاضی اور نصیحت کا اس میں ذرا بھی دخل نہ تھا۔ اس کا اصول فقط ایک تھا۔ یعنی روپیہ پیدا کرو۔ خواہ کسی طرح پیدا کرو۔

یہ سب باتیں ذو کو معلوم تھیں۔ مگر ان کے باوجود اسے باپ سے محبت تھی۔ شاید اس لئے کہ نفرت و حقارت کا احساس فطرت نے اس کے سینہ میں پیدا ہی نہ کیا تھا۔ یا شاید اس لئے کہ وہ سمجھتی تھی... کہ اس معاملہ میں اس کا انداز واقعی غلط تھا۔ کہ وہ سب کچھ میری محبت کی خاطر کر رہا ہے۔ اس محبت کا ثبوت اسے کئی صورتوں میں ملتا تھا۔ مثلاً یہ کہ اس نے اس کی تعلیم و تربیت پر بے شمار روپیہ صرف کیا۔ اس کی بدنی حفاظت کا اس درجہ خیال رکھا کہ صحت میں فرق نہ آنے دیا۔ ہمیشہ اس کی صورت کو بدراہنہ مخمر سے دیکھا۔ اس کے لئے سواری کا پورا انتظام کیا۔ کبھی اس کو روپیہ پیسے سے تنگ نہ رکھا۔ مختلف اوقات میں اسے قیمتی تحائف پیش کئے۔ بارگاہِ ذکر کی کتھاری شادی بہترین برے ہوئی چاہیے۔ اور یہ بھی کہا کہ حصول زر کے لئے میری تمام کوششوں کا واحد مقصد یہی ہے کہ تم سکھی اور خوشحال رہو۔ ان سب باتوں کو وہ مسٹر آرمیٹج کی پدراہنہ شفقت اور محبت پر محمول کرتی تھی۔ اور یہاں ہونا تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ وہ ناکہ ذکی اور فہیم

ہو۔ بہر حال کچھ نا تجربہ کاری۔ کچھ اپنی طبعی فیاضی سے یا پ کی ان تمام حرکات کو بہترین روشنی میں دیکھنے پر مجبور تھی۔ لیکن خود مسٹر آرمیٹج کا کیا حال تھا؟ اس میں شک نہیں کہ اسے بھی اپنی بیٹی سے گہری محبت تھی۔ مگر یہ محبت اس کی اپنی بگڑی ہوئی آتما کے مطابق تھی یعنی ایسی محبت جس کا بغاوت زیادہ تر اس نے اقم کے غرور و تکبر سے تھا۔ چونکہ وہ حسین تھی۔ اس لیے اسے اس کا باپ ہونے پر فخر تھا۔ لوگ اس کی خوبوں کی تعریف کرتے۔ اور وہ اس خیال سے خوش ہوتا کہ ان اوصاف حمیدہ کی تلقین کا اصل ذریعہ میں ہوں۔ اس کا اُسے بڑے سے بھی خیال نہ آتا تھا۔ کہ یہ سب کچھ معلموں اور استانیوں کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے۔ مسٹر آرمیٹج کی سنگدلی اور خود پروری کا ذکر اشارتاً پیشتر ہو چکا ہے۔ بہر حال ذرا سے ۱۰۰۰ اور فقط دو سے اس کی گفتگو ہمیشہ نرم لہجہ میں ہوا کرتی تھی۔ اور اگر اپنی عمر میں کبھی اس کی طرف سے فیاضی یا خیرات کا کوئی کام ہوا تو اس کی وجہ بھی اس نازنین کا اثر ہی سمجھا چلیے۔ گو ایسے موقعوں پر وہ نمود و نشہ کے لئے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتا تھا۔ ان باتوں سے ذرا آسانی معلوم کر سکتی تھی۔ کہ باقی دینکے مقابلہ میں مجھ سے اس کا سلوک کتنا مختلف ہے۔ وہ اس رعایت کو پدرانہ شفقت سے منسوب کرتی تھی۔ اور یہ اس غیر معمولی محبت کی وجہ خاص تھی۔ جو اسے اپنے والد سے تھی۔ وہ اس کے سادہ عیب جانتے ہوئے بھی اس سے محبت کرتی تھی۔ اس کا اسے مجھ سے بھی خیال نہیں آیا کہ یہ شخص خود غرضی کی اس انتہا سے عبید تک جاسکتا ہے۔ کہ شادی کے سوال پر اگر ایک جانب طبقہ عوام کا ایک شخص ہو جس سے میرے دل میں گہری محبت ہو اور دوسری جانب حلقہ امر کا کوئی آدمی جس پر اس کی نظر انتخاب ہو تو اس ذریعہ سے اپنی نمود میں اضافہ کرنے کے خیال سے اسے میری عمر بھر کی راحت قربان کرنے سے ذرا بھی دریغ نہ ہو گا۔

زونے اب تک اپنے لئے برا کا انتخاب نہ کیا تھا۔ مگر اس کے باوجود اس کے دل میں شرارہ عشق پیدا ہو چکا تھا۔ وہ کسی سے محبت کرتی تھی۔ مگر وہ خوش نصیب جسے اس پر ہی دوش حسینہ کی دلاری نصیب ہوئی۔ اب تک اس بارہ میں بے خبر تھا کہ میری سہتی ناچیز اس ملکہ سن کے قلب نازک پر اثر انداز ہونے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ گھر کے کسی آدمی کو بھی اس بارہ میں کسی طرح کا شبہ نہ تھا۔ اس کا باپ۔ اس کی خوں میں سب اس معاملہ میں لاعلم تھے۔ چونکہ اس کے خیالات پاکیزہ اور طبیعت میں وقار و شیرگی غالب تھا۔ اس لئے آج تک اس نے اپنے جذبات دلی کو کسی اشارہ یا کسی علامت سے جو عمدہ مانتھ عشق پہنچ جاتے ہیں۔ اس انکشاف

کما سو قہ نہ دیا تھا۔ جس زمانہ کا حال لکھا جا رہا ہے۔ اس محبت کے آغاز کو بہت عرصہ نہیں گذرا تھا۔ مگر ابھی سے اس کی جڑیں مضبوط ہو چکی تھیں۔ ابھی سے اس کی شاخیں اس کے لحمی ریشوں سے آمیز ہو چکی تھیں۔ اس کی محبت جذبات سے زیادہ حیات سے نلتی رکھتی تھی۔ اس میں جوش کی بجائے احساس کا عنصر غالب تھا۔ وہ اس قسم کی لطیف روحانی محبت تھی جس پر قدیم یونانیوں کو اعتقاد کامل تھا۔ مگر جس پر زمانہ حال کے دنیا دار۔ نفس پرست لوگ اکثر ناک بھوں چڑھایا کرتے ہیں۔ اور نظر انصاف سے دیکھا جائے تو ایسی محبت صرف شاذ حالتوں میں ہی پائی جاتی ہے۔ وہ اس قسم کا گمشدہ جنت دوحالی ہے جس کے باب مغز میں داخل ہونا ایک طرف۔ اس کی حسیات سے مستفید ہونا بھی کسی کے حصہ میں آتا ہے۔ بہر حال ایسی ہی محبت فنی جس نے دو کے خانہ دل کو منور کر رکھا تھا اور وہ اس کی سرور انگیز لذتوں کی محویت میں مابعد کی حالت پر غور نہ کرتی تھی۔ فی الامل اس خواب راحت کے صورت حقیقت اختیار ہونے کا مدار بھی اس شخص کے اظہارِ امن پر تھا۔ جس کی تصویر اس کے لوح دل پر کندہ تھی۔ اس کے سوا کامیابی کا خیال تک دل میں لانا صورتِ امتدال تھا۔ ہمارے ناظرین مس آرمیج کے قنارت کی اس غیر معمولی طوالت کے لیے معاف کریں۔ مگر اس کے بغیر وہ اس کے صحیح حالات سے خبردار نہ ہو سکتے تھے۔ خیر صیام ہم نے پیشتر بیان کیا ہے۔ سپاہ کو قین اور چار کا درمیانی وقت تھا۔ کہ دو اپنے ذاتی کرہ نشست سے نکل کر اس خیال سے کمرہ ملاقات میں داخل ہوئی کہ شاید کوئی مرد یا خاتون ملنے کو آجائے۔ گذشتہ نصف گھنٹہ کے عرصہ میں وہ باپ کو پایوڈ اور چنگ کے نغمہ ملنے شیریں سے محظوظ کر چکی تھی۔ اور اس درمیان میں اس نے اس کی تصویر کشی کے نمونوں کو بھی دیکھا تھا۔ یہ اس نے نہیں کہ مسٹر آرمیج کو موسیقی یا مصوری کے فن نہ لطیفہ سے بہت تریب لگاؤ تھا۔ بلکہ محض اس وجہ سے کہ اسے بیٹی کے اوصاف مذکورہ پر فخر و ناز تھا۔ اور ان باتوں کے مقابلہ میں اس کا کتا بی انہماک اسے ذرا بھی پسند نہ تھا۔ چونکہ اس وقت کوئی شخص خالص کاروباری معاملہ پر اس سے ملنے آگیا تھا۔ اس لئے معقولی دیر کے لئے وہ بیٹی سے جدا ہو کر دوسرے کمرہ میں چلا گیا۔ اشارتاً ہم یہ بھی لکھ دینا چاہتے ہیں کہ کو حصہ شہر میں ساموکارہ بنا کر کئے بصورت ظاہر اس نے تجارتی معاملات سے بے تعلقی اختیار کر لی تھی۔ تاہم درپردہ معقول و محفوظ کھالتوں پر اس کا لین دین اب بھی زور شور سے جاری تھا اور ہر سے فارغ ہو کر مسٹر آرمیج اسی کمرہ نشست میں واپس ہوا۔ جہاں وہ بیٹھی تھی۔ اور مختلف اوقات میں ان کتابوں میں سے کسی کو اٹھا کر دیکھنے لگتی تھی۔ جنہیں وہ اپنے ساتھ لیتی آئی تھی۔

عزیز من کیا پڑھ رہی ہو؟ مسٹر آرمیٹج نے اس صوفیہ کی پشت پر جھکے ہوئے اس سے پوچھا ہے
دوبار سے کھینچ کر اس نے وسطی میز کے پاس رکھ لیا تھا۔

”جی کچھ نہیں۔ صرف کوپر کی نظمیں ہیں۔“ زونے باپ کی طرف پیار کی نظر سے دیکھتے ہوئے
کہا۔ گو اس میں تھوڑی سی کلفت کو بھی دخل تھا۔ کیونکہ وہ سمجھتی تھی۔ اس پر کیا اعتراض داروہوگا
”کس فضول چیز کے پیچھے پڑی ہو؟“ مسٹر آرمیٹج نے کہا۔ اس قسم کے بے معنی جذبات پر وقت
ضائع کرنا بے کار ہے۔ زونہارے سامنے بے شمار خوشنما کتابیں پڑی ہیں۔ حیرت ہے۔ تمہیں
ان فضول کتابوں کو اپنے ساتھ بہار لانے کا خیال کیوں پیدا ہوا؟“

”ابھی اگر آپ کو ان پر اعتراض ہے۔ تو میں ایک طرف رکھ دیتی ہوں۔“ اس ناخن لے
فورا کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان کتابوں کو جنہیں وہ بغض مطالعہ ساقدانی تھی رصوفہ کے
محلی گدے کے نیچے جس پر سنہری جھال اور لمبے پھندے لگے ہوئے تھے۔ چھپا دیا۔

”اور اگر تمہیں ان کتابوں کی نظلیں یا کہانیاں ناپسند ہیں۔“ مسٹر آرمیٹج نے ان بیہودہ تصانیف
کی طرف جو خوشنما جلدوں سے سجی ہوئی میز پر رکھی تھیں۔ اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تو اس صورت
میں تمہیں کوئی تازہ ترین ناول پاس رکھنا چاہیے۔ میں نے بارگاہ سے کہا ہے۔ کہ آج کل تازہ ترین
ناول پڑھنے کا فیشن ہے۔ اس سے کلام میں شستگی آتی ہے۔ اور احباب کی مجلس میں گفتگو کرنے
کو خیالات حاصل کرنے میں بھی مدد دیتی ہے۔“

ابھی میرا تو خیال ہے کہ ایسے ناول جن کا آپ ذکر کرتے ہیں۔ ان کی ذہنی یا اخلاقی حالت
پر کوئی مفید اثر پیدا نہیں کرتے۔“ زونے کہا۔ ”گو عام طور پر وہ باپ کے ان فطرت اور مبتذل خیالات
کی جو وہ اس معاملہ میں رکھتا تھا۔ بہت کم ترویج کیا کرتی تھی۔“ زونہ گئی گفتگو کی اصلاح یا انداز۔ تو
میری رائے میں جن لوگوں کے خیالات کا ماخذ ایسے ناول ہوں۔ ان کا مذاق افسوس ہے۔“

مسٹر آرمیٹج اس کا جواب دیا چاہتا تھا۔ کہ ایک گاڑی تیز چلتی ہوئی مکان کے دروازہ
پر رکی۔ وہ دوڑ کر کھڑکی کے پاس گیا۔ اور باہر دیکھ کر کہنے لگا۔ ”معلوم ہوتا ہے۔ میرے دوست
ڈیوک آف مارچ مونٹ تشریف لائے ہیں۔“

اتنا کہہ کر وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور ایک کتاب اس طرح ماتھے میں لے لی۔ کہ معلوم
ہوئے ڈیوک کی آمد کی ذرا بھی بردار نہیں ہے۔ اور ایک ایسے معزز شخص کی آمد پر اسے کوئی
غیر معمولی جوش یا مسرت پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ اس واقعہ کو اتنا ہی معمولی سمجھتا ہے جیسے کسی

نہایت عزیز دوست کی آمد کو۔ مگر بد قسمتی سے اس موقع پر اس کا یہ تکبر بہت عرصہ قائم نہ رہ سکا۔ کیونکہ تھوڑی دیر میں ایک نادم شاذار دروہی پہنچے ہوئے کمرہ میں داخل ہوا۔ تو اس نے ڈیوک کی آمد کی اطلاع نہیں دی۔ بلکہ یہ کہا کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ نیچے گاڑی میں بیٹھے ہوئے آپ کو یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے درخواست کی ہے کہ کھڑے کھڑے ایک بات سن جائے۔ کیونکہ وہ ایک نہایت ضروری کام پر جا رہے ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے مسٹر آرمیٹج کے چہرہ پر اس قسم کے آثار کلفت نظر ہوئے۔ گویا اس بدسلوکی کا اس کے دل پر بہت ہی برا اثر ہوا۔ مگر فوراً ہی کسی خیال کے زیر اثر چہرہ پر حسب معمول انداز سکون پیدا کر کے وہ تیز چلتا ہوا زینہ کی راہ سے اُتر آیا۔

گاڑی کی طرف جاتے ہوئے وہ دل سے کہہ رہا تھا: ”کچھ شک نہیں مارچ مونٹ اسی معاملہ کی نسبت کہہ کھینے آیا ہے جس کا ذکر چند دن پیشتر میں نے اس سے کیا تھا۔“

گاڑی میں ڈیوک کے سوا کوئی اور تھا جس وقت آرمیٹج تیز چلتا ہوا کھڑکی کے پاس پہنچا تو ڈیوک کا خاموشی کا ڈیوٹی کی عفتبی نشست سے اتر کر دروازہ پر دستک دینے گیا تھا۔ ادب سے ایک قدم ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ کہ ایسا معلوم نہ ہو وہ ان کی گفتگو سن رہا ہے۔

”آرمیٹج میں یہ کہنے کے لئے آیا ہوں۔“ ڈیوک نے آواز دبا کر کہا۔ ”وہ معاملہ جس کا ذکر تم نے چند دن ہوئے کیا تھا۔ جس خوبی طے ہو گیا ہے۔ کیوں بھلا انہیں لارڈ آکلیوین میریٹھ پرجو مارکوئس آف پنشرسٹ کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے۔ اعتراض تو نہیں؟“

مسٹر آرمیٹج تھوڑی دیر فکر کی حالت میں کھڑا رہا۔ اور اس نے ڈیوک کے سوال کا فوراً ہی جواب نہ دیا۔

اسے خاموش دیکھ کر ڈیوک آف مارچ مونٹ نے کہا: ”سوچ لو ان کا خاندان کچھ کم عزت دار یا

پرانا نہیں ہے اور خود میری ذمہ داری ایک تکلیف مند لگتا ہے۔“

”لیکن میری یاد غلطی نہیں کرتی۔ تو اس کا رشتہ داروں سے بگاڑ ہے۔“ مسٹر آرمیٹج نے آہستہ سے کہا۔ ”اور آپ جانیں مجھے اپنی بیٹی کی شادی اس جگہ کرنا منظور نہیں۔ جہاں اس سے اچھا سوکھنے کی امید نہ ہو۔ اور خود میری تقدیر کی صورت نظر نہ آئے۔“

”میری سہ تو ان معاملات کی نسبت فکر نہ کرو۔“ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے جواب دیا۔ ”مارکوئس آف پنشرسٹ کفایت شاربے شک ہے۔ پر مغرور نہیں۔ اس لئے مجھے کامل یقین ہے کہ وہ اپنے بیٹے اور بہو کو خوشی سے گھر میں لے آئے گا۔ صرف اتنا یقین ہونے کی دیر ہے کہ شادی

پروپیہ کی معقول رقم ہاتھ آئے گی۔ رہا تمہاری راہ۔ رسم کا سوال۔ اس کی صورت بھی مشکل نہیں۔ چند ہزار پونڈ مارکوئیس کے سب سے بڑے بیٹے لارڈ میرٹھ اور دوسرے بیٹے لارڈ پارس کو دے دینا کیونکہ دونوں باپ کے انتہائی بھل کی وجہ سے ہمیشہ تنگ دست رہتے ہیں۔ پھر یقیناً وہ تم سے کامل خلا سے پیش آئیں گے۔“

”ہاں۔ آپ کا فرمانا بجا ہے۔“ مسٹر آر میٹھ نے تسلیم کیا۔ ”اور میں بھی اکیسویں میرٹھ کا ایک ایسا خوش رُوحان ہے جسے فرزند ہی میں قبول کر کے انسان بھی طر پر فخر کر سکتا ہے۔ مگر آپ کو پوری طرح یقین ہے۔۔۔؟“

”ہاں مجھے پورا اطمینان ہے۔“ ڈیوک نے قطع کلام کر کے کہا۔ ”اور میں نے سارا انتظام اس حسن اسلوب سے کیا ہے۔ کہ تمہارے لئے اب کوئی محل اعتراض باقی نہیں۔ اتفاق سے ایک روز لارڈ میرٹھ نے مجھ سے نجی معاملات پر مشورہ طلب کیا تھا۔ مجھے تمہاری بات یاد آگئی۔۔۔ یہ اسی دن کی نوبت ہے کہ تم نے مجھ اس کی تاکید کی تھی۔ بعد ازاں میں وقتاً فوقتاً اسے گستاخا اور میرا خیال ہے کہ آج وہ پہرہ شدہ تمہارے پاس آئے گا بھی۔ ایسے میں اب چلتا ہوں کہ وہ تمہارے پاس کھڑا نہ دیکھ لے۔ بہر صورت اب خیال رکھنا جو کام تمہیں کرنا ہے۔ وہ خوش اسلوبی سے ہو جائے۔ پھر زو کا لیٹی اکیسویں میرٹھ بننا یقینی ہے۔“

کاٹری چلی گئی۔ تو مسٹر آر میٹھ مجوزہ انتظام سے سرور و مطمئن پھر کرہ نشست میں واپس ہوا۔ وہ خوش تھا کہ ڈیوک کی تجویز کارگر ہونے پر ہم دونوں باپ بیٹی خاندان پینٹر سٹ میں داخلہ کی عزت پاسکیں گے۔ مگر جس وقت وہ اس کمرہ میں داخل ہوا۔ جہاں زونٹھی۔ تو اس کی صورت سے قطعاً معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ اس کے دل میں کیا خیالات ہیں۔ اور چونکہ وہ بیٹی کے سامنے نیز مصلحتاً جواب میں ڈیوک آف مارچ مونٹ سے اپنے گہرے تعلقات کا ذکر اکثر کیا کرتا تھا۔ اس لئے اس موقع پر اس کی آمد کی نوبت کچھ عذر پیش کرنا بہت دشوار نہ تھا۔

”میں نے کہنے لگا۔ یہ شخص مارچ مونٹ بس ہر وقت یہی اصرار کرتا ہے۔ کہ میں اس کے وہاں کھاؤں۔ اب اگر میں اس کا کہنا مانوں۔ تو ڈر ہے کہ تم سے مل کر کھانا کھانے کی نوبت تو قیامت تک نہ آئے گی۔ اب پھر یہی کہنے آیا تھا۔ میرا خیال ہے۔ باقی دوستوں کے مقابلہ میں اسے میری جہت بہت پسند ہے۔ مگر سننا! پھر کسی نے دستک دی۔“

وہ پھر ایک بار کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور ایک مجلد کتاب ہاتھ میں لے کر لیٹیٹیا فٹز مارڈنگ

فٹرشپک بیلنگیش ڈیل کی تقصیر دیکھنے لگا۔ ان ہزلیت کو دمجوئی کے لئے کوئی نغم کہہ دے۔ تو کہہ دے۔ ورنہ حقیقت میں شریف قافیہ کی پابندی نہ ان میں کوئی شاعرانہ خیال۔ نہ مضمون کی ندرت۔ کچھ بھی تو نہیں تھا۔ پھر بھی مصنف چونکہ ایک امیر نادہی تھی۔ اس لئے سسٹر آرمیٹج کے نزدیک اس کا مطالعہ یا زیادہ صحیح لفظوں میں اس کی ٹائٹل باعث فخر تھی۔ اتنے میں اسی دردی پس نوکر نے دروازہ کھولا۔ اور اطلاع دی۔ لارڈ آکلیون میرٹھ تشریف لائے ہیں۔

ناظرین کو معلوم ہے یہ نوجوان کچھ عرصہ سے سسٹر آرمیٹج کے مکان پر جاتا آتا تھا۔ فی الحقیقت وہ ان امیر نادوں سے ایک تھا۔ جن کے ساتھ ڈیوک آف بارچ مونٹ کی واسطت سے سسٹر آرمیٹج کے تعلقات ہوئے۔ اس لئے آکلیون کی تقدیم کی۔ گو پہلے کی نسبت غیر معمولی ارتباط ظاہر نہیں کی۔ کیونکہ احتیاط کو پیش نظر رکھ کر وہ اسے ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا۔ کہ امیر موصوف کو دام تزدیر میں پھنسانے کو کیا پیش بنائیں ہو رہی ہیں۔ نہ وہی کامل اخلاق سے پیش آئی۔ لفظاً اعرصہ ان میں سرسری گفتگو ہوتی رہی کہ دفعتاً سسٹر آرمیٹج نے کہا مجھے چند ضروری خط واک میں روانہ کر رہے ہیں۔ اس لئے جاتا ہوں۔ مگر جلدی واپس آ جاؤں گا۔ "چنانچہ اس مختصر سی معذرت کے بعد وہ کمرہ مذکور سے رخصت ہوا۔

اب میرٹھ اس کمرہ میں نوکے پاس اکیلا ہی رہ گیا تھا۔ اور بہت جلد اس نے گفتگو کو عقلی معاملات کی طرف پھیرا۔ وہ نازنین اس کی باتوں کا بڑی سہولت سے جواب دیتی تھی۔ رفتہ رفتہ دلچسپی بڑھی اور نہایت قلیل عرصہ میں میرٹھ کو تحقیق ہو گیا۔ کہ زونہاٹ شستہ خیال لڑائی ہے۔ اس کی قابلیت کا وہ پہلے ہی قائل تھا۔ مگر یہ معلوم نہ تھا۔ کہ وہ ایسی طباع اور ذہین بھی ہے۔ علاوہ بریں چونکہ ہزلیت و دشیزگی کی جیا اور اس سہولت سے جو اعلیٰ تربیت کا لازمہ ہے کہتی تھی۔ نیز اس کی کسی بات سے بے جا تکبر کا اظہار نہ ہوتا تھا۔ اس لئے وہ اس کی گفتگو سے بہت محظوظ ہوا۔ دراصل اس وقت اس کی آمد کا مدعا محض اس کی ذہنی ترقی کا حال معلوم کرنا تھا۔ ورنہ وہ اتنا خود غرض یا ایسا نادار نہ تھا۔ کہ روپیہ کے لالچ میں کسی اور بھی۔ کم علم فرومایہ عورت سے شادی کرنے کو بھی آمادہ ہو جاتا۔ قریباً ایک گھنٹہ وہ روکے پاس رہا۔ آج اس کی ملاقات نے معمول سے بہت زیادہ طوالت اختیار کی۔ مگر اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ باتوں میں وقت کٹتا معلوم ہی نہ ہوا۔ بہر حال آج اسے زر کی فصدت کا جو حال معلوم ہوا۔ اس کا موقعہ پیشتر کبھی نہ ملا تھا۔ آج اس سے بہتر واقفیت حاصل کر کے اسے دلی اطمینان اور قافیہ مسرت ہوئی۔

رخصت ہو کر وہ ریجنٹس پارک کے ایک غیر آباد حصہ میں ٹہکتا ہوا اپنے دل سے کئی طرح کی باتیں کرنے لگا۔ پہلا سوال جو اس نے نفس سے پوچھا یہ تھا۔ کیا میرے اندر زندگی کے لئے محبت ہے؟ جواب ملا نہیں۔ پھر پوچھا۔ کیا اس سے محبت ہو سکتی ہے؟ جواب میں دل سے ایک آہ سرد نکلی جس کے معنی یہ تھے۔ کہ اس کا جواب بھی نفی ہے۔ اور اب اس معاملہ پر غور کرتے ہوئے اس پر اسرار حسینہ کی تصویر جس کا اس نے دیو کی آٹ مارچ مونٹ سے ذکر کیا تھا۔ پیش نظر ہوئی۔ اس نے محسوس کیا کہ میرا دل ہمیشہ کے لئے اس نازنین کی نذر ہو چکا۔ اور اب کسی اور کے پیش نہیں ہو سکتا۔ تیسرا سوال جو اس نے پوچھا یہ تھا۔ کیا مجھے زندگی سے شادی کی درخواست کرنی چاہیے؟ جو نگہ فطرتاً نیک اور دیا نندار تھا۔ اس نے یہ خیال آتے ہی اُسے اپنی ذات سے نفرت ہونے لگی۔ دل سے کہا۔ نا فہم کیا میں اتنا ذلیل ہوں کہ دولت کی خاطر اس سے شادی کروں جس کے لئے کشش ہی نہیں ہے نہیں اس سے ہزار درجہ بہتر کہ ساری عمر مفلسی میں گزرے۔ انتہائی احتیاج دیکھنا نصیب ہو۔ تو اس کو بھی برداشت کیا جائے۔ مگر ضمیر کا خون اور اپنی ذات کو خود اپنی نظروں میں ذلیل کرنا۔ یہ کسی حال میں منظور نہیں!

دور دراز سٹراٹھیج کے مکان پر دھوم کا دعوتی جلسہ تھا جس میں لارڈ آکٹیون میریڈیو کو بھی مدعو کیا گیا۔ رقص میں وہ زو کا شریک خاص بنا۔ جب وہ پیانو بجانے لگی تو یہ پاس بیٹھ کر اوراق موسیقی پلٹا رہا۔ جہاں تک کہ ایک چیز میں جو وہ شخصوں کے دل کر گانے کی تھی۔ اس سے شریک سرود بھی ہوا۔ اس کی آواز بھاری خوشگوار۔ زو کی تقریر اور ہمیں تھی۔ اس اشتراک سے راگ نے ایک روح پرور دلچسپی حاصل کی۔ اس اصطلاح کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دسترخوان پر زو کے پہلو میں چائے افتخار چال کرنے کے بعد لارڈ آکٹیون رات کے دو بجے اپنے مکان پر واپس گیا۔ تو اس نے سوچا مس آریٹھیج کا حسن واقعی سرور انجیز اور اس کی جتنیں دلہریب میں۔ دل سے کہنے لگا۔ عجیب نہیں۔ رفتہ رفتہ مجھے اس سے عشق ہونے لگے۔

اس قسم کے دعوتی جلسوں کے بعد دوسرے دن ہانوں کو میربان کا شکریہ ادا کرنے اس کے مکان پہنچا ہوتا ہے۔ اس موقع پر لارڈ آکٹیون کوئی ڈیڑھ گھنٹہ زو کے پاس رہا۔ جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ اس کا باپ کچھ اس قسم کا عندکر کے چلا گیا تھا۔ کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے۔ ملا فلاں امیر ابن امیر جو میرے جگری دوست ہیں ملنے آئے ہیں۔ اس ملاقات کے بعد جب لارڈ آکٹیون کو تنہائی میں اپنے خیالات پر غور کرنے کا موقع ملا تو اس نے یقینی طور پر دل

سے کہا۔ ”مجھے نہ صرف اس سے عشق ہونا ممکن ہے۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں۔ یہ جذبہ عشق ابھی سے میرے دل میں پیدا ہو رہا ہے۔“

مگر یہ خیال پیدا ہوا ہی تھا۔ کہ جھوٹ ایک اور تصویر نظروں کے سامنے نمودار ہوئی۔ یہ اسی ناہین کی تصویر تھی جس سے اس کو غایبہ عشق تھا۔ اس وقت اس حبیبہ کے چہرہ سے یاس و حسرت برستی تھی۔ لارڈ آکلیپوین کے منہ سے بے اختیار ایک آہ سرد نکلی۔ اور وہ ریجنٹس پارک کی روش پر اس طرح بے تشاغل چلنے لگا۔ گویا کسی طرح اس تصویر کی ملامت آمیز نظروں سے بچنا چاہتا تھا۔ وہ آہ سرد جو اس کے سینہ سے اٹھتی تھی۔ فوراً دبا دی گئی۔ اور اس نے اپنے آپ کو سمجھا ناشرع کیا۔ کہ یہ سچ و کھفٹ بے سود تھی حقیقت میں اس نا معلوم حبیبہ سے میرے دل کو قطعاً لگاؤ نہیں۔ کسی پیادی صورت کی وید یا کسی پیکچر کا جلوہ بے پناہ عموماً اسی قسم کا احساس پیدا کر دیا کرتا ہے۔ اور پھر کسی نا معلوم مہنتی سے عشق کو نہایا۔ ایسے عشق سے کوئی امید رکھنا جس میں معشوق سے ہمکلام ہونے کا بھی موقع نہ ملا ہو۔ یہ سراسر معصوم خیبر ہے۔ اس طرح کے استدلال سے وہ اس ہلکی آواز کو جو رہ رہ کر سینہ میں پیدا ہوتی تھی۔ دبائے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر وہ طاقت ابھی دریافت ہونا باقی ہے جو ضمیر کی آواز کو دبا سکے۔ بار بار یہ صدا اس کے کانوں میں پہنچتی تھی کہ جو تو کہتا ہے۔ وہ اصل حقیقت نہیں۔ محض اک آرزو ہے۔ اور آرزوں کے برائے کو حالات کی موافقت مندرجہ ہے۔ اس قسم کے خیالات سے پھر اک آہ سرد اس کے سینہ سے اٹھتی اور ابکی وہ اتنی زوردار ہوتی کہ دبا سکے نہ دیتی تھی۔

خیر۔ اس سے اگلے دن پھر سٹر آر میٹج کے مکان پر گیا۔ بظاہر کوئی خاص کام درپیش نہ تھا مگر اس نے یہ عند محفل سمجھا کہ ایک روز پہلے زوسے موسیقی کے ایک نغمہ جدید کا جو ذکر ہوا تھا اس کی نقل اتفاق سے دستیاب ہو گئی۔ چیز دو شخصوں کے مل کر گانے کی تھی۔ اور چونکہ اس کی آدھ پھر سٹر آر میٹج کمرہ نشین میں حاضر تھا۔ اس لئے آکلیپوین کا اس ناہین سے مل کر گانے کو آمادہ ہونا کسی پہلو سے قابل اعتراض نہ تھا۔ وونو نے اسے مل کر گایا۔ اور آکلیپوین نے محسوس کیا کہ سٹر آر میٹج نے پہلے کبھی اس حسن و خوبی سے قابلیت موسیقی ظاہر نہ کی تھی۔ جیسی اس موقع پر کی۔ نہ کبھی اس کے حسن نے ایسی دلگیری اختیار کی تھی۔ جیسی اس وقت معلوم ہوئی۔ اس موقع پر جب وہ اس سے رخصت ہوا۔ تو اس نا معلوم حبیبہ کی تصویر کو نظروں سے ہٹانے یا آہ سرد کو دبائے میں پہلے روز کی نسبت کم دشواری کا سامنا ہوا۔ اگلے دن وہ پھر زوسے ملے گیا۔ اور اس کے بعد ڈیڑھ ماہ تک ہر روز یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہر موقع پر جب وہ اس کے مکان سے رخصت

ہوتا۔ تو یہی سمجھتا کہ مس آریٹج سے میرا عشق روز افزوں ہے۔ اس آئین میں اس نازنین کا باپ اس سے بڑھتے ہوئے اخلاق سے پیش آنے لگا۔ اور زو کا حسن سلوک تو بدستور قائم تھا۔ اب اس نامعلوم حبیبہ کا خیال شاد و نادر اس کے دل میں پیدا ہوتا تھا۔ اور وہ آہ سرد جو اس کی صورت یاد آنے پر دل سے نکلا کرتی تھی۔ عرصہ دراز سے دب چکی تھی۔ مگر پھر کئی بار سوال پیدا ہوتا۔ کیا زو کو بھی مجھ سے عشق ہے؟ بار بار وہ سوچتا۔ کیا اس کے دل میں میری محبت کے لئے جاگ رہے؟ یا وہ مجھ سے جس حسن سلوک سے پیش آتی ہے وہ محض ذہنی موافقت کا نتیجہ ہے۔ اس سوال پر غور کرنے سے اس کو سخت پریشانی لاحق ہوتی تھی۔ خصوصاً اس لئے کہ اس عرصہ دراز میں زونے کبھی اس کے متعلق محبت کی لاک یا عشق کی جانب داری ظاہر نہیں کی۔ پس وہ سوچا کرتا۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ میں اس سے شادی کی درخواست کروں اور وہ نامنظور کر دے۔ اس کی فطری تمکنت ہرگز اس حد کو برداشت نہ کر سکتی۔ بالخصوص اس حالت میں کہ ایک طرف امید اور دوسری جانب غیر یقینی حالت کے باوجود آکٹیوین میریڈیٹھ کو صاف نظر آتا تھا۔ کہ مس آریٹج سے مجھے اس درجہ عشق ہو گیا ہے۔ کہ اب میری راحت کا دار و مدار اس سے شادی کرنے ہی پر ہے۔ اس موقع پر انصافاً ہمیں یہ بھی تحریر کرنا پڑتا ہے کہ جتنا زیادہ ان کی ملاقاتیں بڑھیں۔ اور آکٹیوین کے دل میں اس نازنین کے لئے جتنی زیادہ کشش ہوئی۔ مالی فائدہ کا خیال اس کے ذہن سے خارج ہوتا گیا۔ چونکہ فطرتاً فیض بلند حوصلہ اور مخیر تھا۔ اس لئے ذاتی اغراض کے خیالات کو قابلِ نفرت سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔ اور اب یہ خیال پوری طرح اس کے ذہن نشین ہونے لگا۔ کہ زو سے میرا عشق سراسر بے عرصہ و زمانہ اور ہر لحاظ سے جائز اور مناسب ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بعض خاص حالات میں انسان اسی بات کو جس کا وہ متنی ہو۔ امر فیصل شدہ سمجھنے لگتا ہے۔ اور اپنی امیدوں اور آرزوؤں کو درجہ حقیقت دے کر اس زبردست اور اڑل تحریر کو جو پیشانی میں ہے۔ زائل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ یہ انہونی ہے۔ پھر بھی انسان کی آرزوئیں اور غلط فہمیاں اتنی زبردست نہیں۔ کہ نہایت تجربہ کار اور کارآمدہ شخص بھی ان کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔

غیر جیسا ہم نے بیان کیا۔ زو اور آکٹیوین میریڈیٹھ کی ان ملاقاتوں کو چھ ہفتہ کا عرصہ گزر گیا۔ حتیٰ کہ ایک روز میریڈیٹھ سہ پہر کو معمول سے ذرا جلد زو سے ملنے آیا۔ تو اس نے دیکھا کہ وہ نازنین کمرہ نشست میں تنہا بیٹھی کوئی کتاب دیکھ رہی ہے جسے اس نے اس کی آمد پر ایک طرف رکھ دیا۔

مزاج پر ہی کے بعد لارڈ اگیبون نے کہا۔ "اعراض نہ ہو تو دیکھ لوں۔ آپ کو کس کتاب سے ایسی دیکھی ہے۔"

"دیکھ لیجئے۔" فرجوان حمید نے متبسم ہو کر کہا۔ "یہ ان مصنفوں میں سے ایک کی لکھی ہوئی ہے جن کی تعریف مجھے خاص طور سے پسند ہے۔"

اگیبون نے کتاب اٹھالی۔ دیکھا تو گولڈسمتھ کی مشہور نظم "جرادیا" تھی۔ کہنے لگا "میں آریسٹو مجھے یقین ہے۔ آپ اپنی بن۔ ذہانت کی وجہ سے جس کا میں ایک دُمت سے قائل ہوں۔ ہماری فیشنبل زندگی کے ادنیٰ مشغل کو لگا ہوا نفرت سے دیکھتی ہیں۔ کم از کم مجھے ان باتوں سے نفرت ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ جس شخص میں ذہانت نہیں۔ اس کے سینہ میں دل بھی نہیں یعنی اگر سر میں دماغ کی جگہ خالی ہے۔ تو سینہ میں دل کا مقام بھی غیر آباد ہے۔"

"مالی لارڈ میں صحیح طہر پر عرض نہیں کر سکتی۔" زونے جواب دیا۔ "بہر حال ایسی انتہا پسندی میری طبیعت کے خلاف ہے۔۔۔"

"شاید آپ کو اس لئے اپنے خیالات کے اظہار میں تامل ہے۔ کہ اگر آپ اس کلیہ کو مان لیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ آپ ستر یا دل میں۔ کیونکہ میں آپ کو مجسم ذہانت سمجھتا ہوں۔ مس آریسٹو۔" اس نے بڑھتے ہوئے جوش سے کہا۔ "واقعی اگر میرے پاس ہر دو جہان کی دولت ہوتی۔ تو مجھے آپ کے قدموں پر نثار کرنے میں خدا تامل نہ ہوتا۔"

زونے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اس کے چہرہ کی دُمت جلد جلد تبدیل ہونے لگی۔ صاف ظاہر تھا۔ کہ وہ نہیں جانتی اس کا کیا جواب دے۔ دوسری طرف گو میرا ڈنڈ کے لئے اس کا اندازہ کرنا دشوار تھا۔ کہ میرے اس بیان سے وہ خوش ہوئی ہے یا ناراض۔ بہر حال اس بارہ میں کوئی شک نہ تھا کہ اس کے دل پر اس کے الفاظ کا چہا یا بڑا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوا ہے۔ کیونکہ اس کی صورت کچھ دیتی تھی۔ کہ وہ اس سے بے اثر نہیں رہی۔

التجلی انداز سے کانپتے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا "میں آریسٹو اگر میرے الفاظ سے آپ کے قلب نازک کو صدمہ پہنچا ہے۔ تو میں دل سے معافی چاہتا ہوں۔ بخدا آپ کو رنجیدہ کرنا مجھے کسی حال میں منظور نہیں۔ فرمائیے۔ کیا میرے الفاظ آپ کے لئے باعث ملال ہیں؟"

"نہیں مالی لارڈ۔" اس نازنین نے اس قدر ہلکے لہجہ میں جواب دیا۔ کہ الفاظ بمثل سانپ دیتے تھے۔ اور ساتھ ہی اس نے میری موصوف کی طرف ایسی نظر سے دیکھا جس سے اول مرتبہ

مے معلوم ہوا کہ اس نازنین کے دل میں میری نسبت کس قسم کے خیالات ہیں۔
 کہنے لگا۔ ”اس صورت میں میں امید کر سکتا ہوں کہ آپ میری ہستی ناچیز کی قتلے صادق سے بے خبر
 نہیں ہیں۔ میں آریٹھ گومیر سے پاس دولت نہیں ہے۔ جسے میں آپ کے قدموں پر بچھاؤں کر سکوں تاہم
 سینہ میں ایک با محبت اور وفادار دل ضرور ہے۔ جسے میں آپ کو پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔
 کیا آپ اس تحفہ حقیر کو مشرف قبول عطا کریں گی؟“ اور یہ کہتے ہوئے وہ اس کے قدموں میں دھواؤ
 ہو گیا۔

زونے اب تک دوسری طرف منہ پھیر رکھا تھا۔ اور اس کے عارض گالگوں کی رنگت
 جلد جلد بدل رہی تھی۔ لارڈ آکیٹون کے سوال کا اس نے زبانی کچھ جواب نہ دیا۔ ہاں۔ چپ چاپ
 اپنا دست خانی اُسے پیش کیا جسے اس نے ٹاٹھ میں لے کر منہ سے دھکایا۔ مگر جس وقت اس کے
 لبوں نے اس کی محرومی انگلیوں کو چھو آ۔ اس نازنین نے فوراً اپنے ٹاٹھ کو آہٹشگی۔ مگر استقلال
 کے ساتھ اس کے ٹاٹھ سے جھڑپا۔ اور اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے۔ ہلکی صاف آواز میں کہنے لگی۔
 ”آپ اس معاملہ کو والد سے طے کر سکتے ہیں۔“ پھر آہستہ اس نے یہ بھی کہا۔ ”میری رائے میں یہ معاملہ
 سب سے اولیٰ انہی کے روبرو پیش ہونا چاہئے“

اب آکیٹون بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ فکر پیدا ہوئی۔ کہیں ٹاٹھ کا بوسہ باعث طائل نہ ہوا
 ہو۔ مگر نہیں اس کے چہرہ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا۔ ایسا نہیں ہے۔ زو کے انداز سے محض دوپٹہ
 کا وقار اور والدین کی اطاعت گزاری کا اظہار ہوتا تھا۔ پس اگرچہ اس سے پہلے ہی وہ اس کی نظروں
 میں درجہ احترام رکھتی تھی۔ مگر اب اس کی عزت وہ چند ہو گئی۔

اس کی طرف پیدل نفروں سے دیکھتے ہوئے آکیٹون نے کہا۔ ”آپ کی اجازت سے کیا مسٹر
 آریٹھ سے کہ دوں کہ وہ رہتی ہیں؟“

زوی آکیٹون فرش زمین کی طرف جھک گئیں۔ اور چہرے سے جیسا مگر استقلال کا اظہار ہونے
 لگا۔ ”میں اسے کچھ فنی۔ ٹاٹھ لارڈ یہ کہنا کہ میرا دل جذبات سے متاثر نہیں ہوا مضمیٰ کہ خیر تصنی
 ہو گا۔ پس اگر آپ والد کی اجازت حاصل کر سکیں۔ تو پھر بچہ انکار نہیں۔ یہ نہ خیال فرمائیے۔ کہ میں
 اس عزت کو محسوس نہیں کرتی۔ جو آپ مجھے عطا کر رہے ہیں۔ یا اس معاملہ سے بے خبر ہوں جو آپ نے
 اندازہ کر میری ذات کی نسبت کیا ہے۔“

”زواجان سے پس رہی زو!۔“ آکیٹون نے جوش سے کہا۔ ”کبھی تمہاری صورت میری

نظروں میں اتنی دلچسپ نہ تھی۔ کبھی تمہارا انداز اس درجہ قابلِ احترام نہ تھا۔ جیسا آج ہے۔ اگر تمہارے والد رضا مندموے تو پیسہ جانو۔ میری زندگی کا فرض اول تمہاری خوشنودی مزاج حاصل کرنا ہوگا۔ اور بس۔۔۔“

اس نے پھر ایک بار اس کا ہاتھ اپنے ماتھے میں لے کر لبوں سے لگایا۔ اور اس مرتبہ اس نازنین نے اُسے فوراً ہی نہیں ہٹایا۔ ایک لمحہ وہ اس کے لبوں سے لگنا رہا۔ پھر وہ زوکی طرفین کے چہرہ پر حیا کی سرفی پھیلی ہوئی تھی۔ محبت کی نظر سے دیکھ کر کہہ سے رخصت ہوا۔ اس کے جانے پر دو دارنہ بند ہوتے ہی وہ اس صوفہ پر بیٹھ گئی۔ جس سے اُٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔ اور دلی جوش سے کہنے لگی۔ ”آہ! پاک خدا۔ اسے مجھ سے عشق ہے! اسے بھی مجھ سے عشق ہے!“

حسن اتفاق دیکھو کہ نوکِ جنت شخص سے خفیہ محبت تھی۔ وہ آکٹیون میرٹھ ہی تھا۔ اس طرح پر اس کے باپ کی منصوبہ بازی نے اتفاق عجیب سے خود اس کی آرزوں کو برلانے کی صورت پیدا کی۔ ہم نے عجیب کا لفظ عمدہ اس لئے استعمال کیا ہے۔ کہ عملی دنیا میں ایسے واقعات بہت کم نمود میں آتے ہیں۔ کہ جس شخص کو والدین نے کسی اُن سے عرض سے فرزندگی میں قبول کرنے کا ارادہ کیا۔ وہی حقیقت میں ان کی بیٹی کا دلدار نکلا۔ ہر حال موجودہ صورت میں اسی طرح ہوا۔ اور گومس آرٹھیج طبقاً جوشی نہ تھی۔ کہ اس موقع پر غیر معمولی اضطراب ظاہر کرتی۔ تاہم یہ کہنا۔ کہ اس کا دل اس خوشی سے متاثر نہیں ہوا۔ داخل ریا اور زوکی نسبت یہ کہنے کے برابر ہوگا۔ کہ وہ ان جذبات لطیف سے جو عورت کا حصہ سمجھے گئے ہیں محروم تھی۔ لیکن گو باطن میں اس کا دل امید و بیم سے بے چین تھا۔ تاہم بصورت ظاہر اس کے سکون میں خلل نہیں آیا۔ گو اس کے ساتھ ہی ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ اس کا باعث دو رخصت کی عادت نہ تھی۔ کیونکہ وہ ایک سادہ مزاج بے ریا اور معصوم لڑکی تھی۔ مگر جیسا اشارتاً بیان کیا گیا ہے۔ طبقاً جوش کی عادی نہ تھی۔ اس کے حیات عمیق اور بہت کم سطح پر نمودار ہوتے تھے۔ اس لئے جیسا ان حالات میں ہونا چاہیے وہ زیادہ پاک۔ اور زیادہ مضبوط تھے۔

زوکی یہ امید و بیم کی حالت بہت عرصہ قائم نہ رہی۔ کیونکہ نصف گھنٹہ کے عرصہ میں دروازہ کھلا۔ اور آکٹیون داخل ہوا۔ اس کی صورت سے ہمتراز و مسرت کے ساتھ حیرت کا اثر بھی ظاہر تھا۔ زوکی نے اس کی ملاقات کا نتیجہ فوراً معلوم کر لیا۔ اور اب جس وقت اس نے اس کا ہاتھ اپنے ماتھے میں لیا۔ تو اس نازنین نے اُسے فوراً ہی نہیں کھینچا۔ اور نہ اس وقت دکھائے

کے لئے پرے ہی جب اس نے منظور شدہ عاشق کی حیثیت میں اس کی پاک اور شفاف پیشانی کو پہچان
بوسہ دیا

مسٹر آرمیٹج نے اس موقع پر آکسیڈین سے جو سلوک کیا۔ اس پر اس کا حیرت زدہ ہونا عذر تھی تھا۔
کیونکہ گوڈوک آف مارچ مونٹ نے اپنے دلائل سے اس کے دل میں کئی طرح کی امیدیں پیدا کر دی تھیں
تاہم اس شخص کی خود پروری کا جو حال اس کو معلوم تھا۔ اس کی بنا پر اسے بہت کم امید تھی۔ کچھ
ایسے محروم الارث جو ان کو اس آسانی سے فرزندگی میں قبول کر لیا جائے گا۔ پھر بھی منظوری
صادر کرتے ہوئے مسٹر آرمیٹج نے لا پرواہی کا وہ انداز اختیار کر لیا جس میں اسے کمال حاصل تھا
اور اشارتاً یہ بھی کہا کہ گوئیں زو کی شادی کسی ایسے شخص سے نہ کرنا چاہتا تھا جس کے پاس
خطابی دولت کے سوا اور کچھ نہ ہو۔ اور میری آرزو تھی کہ اسے اپنے ہی طبقہ کے کسی نوجوان سے
بیاہ دوں۔ تاہم اگر وہ رضامند ہے تو میرے لئے انکار واجب نہیں۔

سلسلہ تقریر میں اس نے کہا۔ ”زومیری عزیز بیٹی ہے۔ اور مجھے اس سے اتنی محبت ہے کہ میں کما
معاملہ میں اس کی خوشی میں مزاحم نہیں ہونا چاہتا۔ پس اگر۔ جیسا تم نے بیان کیا ہے۔ واقعی اسے تم سے
محبت ہے۔ تو سچے معنی انکار نہیں۔ میری تمام دنیا دی خواہشات کا مرکز یہ ہے کہ زو خوش رہے
اور کسی معاملہ میں اس کو سچ نہ پہنچے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ان الفاظ کو تم پرانہ تعجب پر محمول نہ کرو گے
کہ زو کی ذات میں میں تمہیں ایک بیش بہا خزانہ دے رہا ہوں۔ اے عزیز اس سے ہمیشہ عنایت
کا سلوک کرنا۔ اور اپنے طرز عمل سے ثابت کر دکھانا کہ تم اس تحفہ گراں قدر کی قیمت کو اچھی طرح
سمجھتے ہو۔ جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ ایسا کر گے تو میری طرف سے اظہارِ مسنونیت میں کوتاہی نہ
ہوگی۔“

لارڈ آکسیڈین نے ان باتوں کا مناسب جواب دیا۔ اور اس موقع پر مسٹر آرمیٹج کی لغائی
کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ سمجھنے لگا۔ یہ شخص زر پرست اور خود پرور ہونے کے باوجود نیک
نہاد ہے۔ باتوں باتوں میں مسٹر آرمیٹج نے لارڈ آکسیڈین سے اس جہیز کا ذکر بھی کر دیا۔ جو وہ بیٹی کو
شادی پر دینا چاہتا تھا۔ اور اس کے متعلق ترکیب تصفیہ کا حال بھی کہا۔ جس میں ضمناً اس رقم
کا ذکر آ گیا۔ جو اس سلسلہ میں آکسیڈین کو بطور جیب فریج ملنی تھی۔ ان سب باتوں پر میریڈیٹ نے ہر
محاذ سے اطمینان ظاہر کیا۔ کیونکہ وہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ کسی مالی تحریص
کے اثر میں نہیں ہے۔ اتنا اُسے گفتگو میں مسٹر آرمیٹج نے کہا۔ کہ اگر تمہیں کسی شخص کی رقم فرستہ ادا

کرتی ہوں۔ تو فوراً ادا کی جاسکتی ہیں۔ مگر آکٹیوین نے غرور و تکبر سے اس کا جواب نفی میں دیا کیونکہ قرض حاصل کرنے کا تلخ تجربہ ایک بار ہونے کے بعد وہ پھر اس جمعیت میں پڑنا نہ چاہتا تھا مگر اس موقع پر اس نے جو جواب دیا۔ اس سے کسی امیرانہ تکبر کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا۔ ہاں اس کے الفاظ اس وقار و تکبر پر مبنی تھے جس کا اظہار اس شخص کی طرف سے ہو کر ناہے جسے اپنی راسخ شادی کا یقین ہو اور جو ان تحریکوں اور ترغیبوں سے محفوظ رہا ہو۔ جو ایک مدت سے اس کو گھیرے ہوئے تھیں۔

اس ملاقات کے بعد آکٹیوین شخصیت ہوا تو جیسا بیان کیا گیا ہے اُسے مسٹر آرمیٹج نے غصہ مند اور شفقانہ طرز عمل پر حیرت مندی۔ مگر دوسری جانب خود مسٹر آرمیٹج کو یہ جان کر کچھ کم لگتا تھا۔ کہ نہ تو اس شخص سے دلی محبت ہے۔ مگر اس نے اس بارہ میں زیادہ غور و فکر بغیر ضروری سمجھا۔ اس کے لئے یہ امر بجا کے خود اطمینان بخش تھا۔ کہ حسن اتفاق سے نہ اس طریق کار پر چلنے کو آمادہ ہے جس پر میں چلنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس طرف سے فارغ ہوتے ہی وہ اس واقعہ کی اطلاع ڈیوک آف مارچ مونٹ کو دینے سیدھا بلگرے اسکوائر کی طرف روانہ ہوا۔

اس کے ایک ماہ بعد انگریز شہزادہ کے آخری ایام میں رسم شادی ادا ہوئی مسٹر آرمیٹج مصر تھا کہ اس تقریب پر خوب دھوم دھام ہو رہی تھی اس وقت کے لئے عظیم تیاریاں کی گئیں۔ نہ تو کی خواہش یہی تھی کہ رسم نکاح جہان ناک ممکن ہو سادگی سے عمل میں لائی جائے۔ مگر جیسا بیان کیا گیا ہے۔ وہ باپ کے حکم کے خلاف رائے جاتی تھی۔ پس اس موقع پر کہ وہ سمجھتی تھی اس نے سب کام میری خوشی اور خوشنودی کو پیش نظر رکھ کر کیا ہے۔ کیونکہ یہ مقصد ہوتی۔ غرض وہ ہر قسم کی تیاریوں کو چھپ چھپ دیکھا کی۔ مگر لباس عروسی کی تفصیلات طے کرنے کا کام اس نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا۔ کیونکہ اس میں وہ ہر صورت اس سادگی کو برقرار رکھنا چاہتی تھی۔ جو اس کی فطرت کے مطابق تھی۔ دعوتِ دلیمہ کا انتظام بڑے تزک و خشنام سے کیا گیا۔ اور مسٹر آرمیٹج کے پاس چاندنی کے بنونوں کی پہلے بھی کی نہ تھی۔ تاہم اس بہانہ سے اس نے دو تین ہزار کے اور خرچہ لے لیا۔ اسی طرح جن لوگوں کو اس تقریب پر مدعو کیا گیا ان کی تعداد اس بہت زیادہ تھی۔ جس قدر زکوٰۃ منظور ہوتی۔ مگر جیسا کہا گیا ہے سہ ان باتوں میں باپ کے انتظامات پر مقصد نہ ہونا پسند نہ کرتی تھی۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے دعوت شادی میں شرکت کا وعدہ کر لیا تھا۔ اس سے مطمئن ہو کر مسٹر آرمیٹج نے ان کے گھر میں آنے پر اصرار نہ کیا۔

بقیمتی سے جس روز شادی ہونی تھی۔ اس سے پہلی رات مسٹر آرمیٹج کو نفرت کا دورہ ہو گیا۔ اور مارکر
نے ہدایت کی کہ آپ کسی حال میں گھر سے باہر نہ جائیں۔ زکو اس واقعہ سے بہت رنج ہوا۔ اور اس نے
باپ سے درخواست کی کہ آپ رسم شادی کو پہنچنے کے لئے ملتوی کر دیں۔ لیکن مسٹر آرمیٹج اس پر رضامند
نہ ہوا۔ سب تیاریاں عمل میں آچکی تھیں۔ اور وہ چاہتا تھا۔ رسم جس قدر بد ہو سکے اور وہی جائے۔ زکو
نے مکر اور ار کیا۔ اور ابھی باپ بیٹی میں باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ میری بیٹی آگیا جس کے چہرہ کی شکستگی
ظاہر کرتی تھی۔ کہ کوئی نہایت اہم اور دلخوش کن خبر لایا ہے۔ مگر جس وقت اس نے مسٹر آرمیٹج کو
پاؤں میں پٹیاں باندھے ایک کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ اور اسے زکو کے عارض نگاہوں پر فطرتاً شک
ظفر آئے تو اس کی خوشی بھی افسردگی میں بدل گئی۔ و حقیقت وہ یہ خبر لایا تھا۔ کہ رفات شادی
جورسما اس کے باپ اور دو بھائیوں کے نام بھیجے گئے تھے۔ منظور ہو گئے۔ اور وہ ان کے تحریری
جو ابات مسٹر آرمیٹج کے نام خود لیکر آیا تھا۔ رفات کی تحریر خلیقانہ تھی۔ اور ان کے سلسلہ میں
آکٹیوین نے بیان کیا۔ کہ اب اپنے رشتہ داروں سے میری قطعی مصاحبت ہو چکی ہے۔ مسٹر آرمیٹج
اول تو پہلے ہی شادی کے التذا کے خلاف تھا۔ مگر اپنی علالت اور زکو کی مخالفت سے اگر اس کے
دل میں کچھ تھوڑا بہت تامل پیدا بھی ہوا تو وہ اس تازہ اطلاع سے بالکل رفع ہو گیا۔ زکو نے
جب مزید اصرار کیا دیکھا۔ تو باپ کی مرضی کے سامنے جھک گئی۔ اور اسکی بیماری کے لئے جو
سچ و غم دل میں جا کر رہا تھا۔ وہ کچھ تو باپ کے اس بیان سے کہیں دعوت شادی میں ضرور شریک
ہو گا۔ اور کچھ آکٹیوین کی اپنے رشتہ داروں سے مصاحبت کی وجہ سے رفع ہو گیا۔

خیر اس کے دوسرے دن رسم شادی ادا ہوئی۔ مارکویس آف پنشر سٹ ایک دراز رقت
سکرٹا ہوا۔ زرد رو۔ بڑھا امیر اپنے دو بڑے بیٹوں کے ساتھ سیورے ہی مسٹر آرمیٹج کے مکان پر
آ گیا۔ اور گوا فراند کر سے ان کا سلوک سردہری سے کچھ ہی اوپر تھا۔ تاہم زکو سے وہ بڑے خلق و
خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کے حسن جانتا اور سادگی انداز سے متاثر
ہو گیا۔ مارڈ پنشر سٹ نے مسٹر آرمیٹج سے کہا۔ میری طرف سے آکٹیوین کو ۵۰ سالانہ کا جو وظیفہ ملتا
تھا۔ اب دیا ہی ہو گیا۔ اس کے علاوہ اس تقریب شادی پر اس نے ایک ہزار پونڈ دیا ہے۔ اب
میں اس کے بنک میں بھی جمع کرادیئے۔

دو معزز گھرانوں کی رذکیوں نے ولہن کی سہیلیوں کا فرض ادا کیا۔ اور چونکہ ولہن کا باپ
جیاد تھا۔ اس لئے رسم حوانگی ایک ارل کی طرف سے ادا ہوئی۔ رسم بیگم پلیس کے فیشن میں حلقہ

کے آل سولہ گرجا میں ادا ہوئی۔ اور ہم اس کے متعلق اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہیں کا حسن برق پاش اور اس کا جمال جانسوز کبھی ایسا نمایاں نہ ہوا تھا۔ جیسا اس موقع پر ہوا۔ پھر جب دعوت ولیمہ کا وقت آیا تو ایک طرف قیمتی ظروف کی نمائش اور دوسری جانب انوار نعمت کی افراط نے وہ شان نمود پیدا کی۔ جو مسٹر آر بیچ کی بہترین خواہشوں کے مطابق تھی۔ حسب وعدہ دیوگ آف مارچ مونت بھی دعوت میں شریک ہوئے۔ اور اگلے روز اخباروں نے مہانوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ ”اس بناء و دعوت میں فیشنبل دنیا کے جملہ منتخب اصحاب موجود تھے۔“ دعوت ختم ہونے پر زواج محبت دل نگار شکر آلود آنکھوں سے باپ سے بھرا ہوئی۔ وہاں اس کو سہارا دے کر اس شاندار گارٹی پر سوار کیا۔ جو وہیں کے باپ نے سامان جہیز میں پیش کی تھی۔ اور دو نو ماہ غسل کا زمانہ بسر کرنے کسی صاحبی مقام کی طرف جہاں ان کی سکونت کا پہلے سے انتظام کر دیا گیا تھا۔ روانہ ہوئے۔

باب - ۱۲

تاریخ

زواج میٹج اور لارڈ آکسیوین میر مدیٹ کی شادی کو ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ وسط اکتوبر میں عروسی ہوڑ لندن واپس ہوا۔ جہاں انہوں نے یکنش پارک میں مسٹر آر بیچ کے مکان کے عین سامنے ایک مکان کرایہ پر لیکر رہنا شروع کیا۔ زوجہ کی دلنی تمنا یہ تھی کہ باپ کے پاس رہے تاکہ اسے ہر روز نہیں تو اکثر مل سکے۔ اور چونکہ لارڈ آکسیوین کو انتخاب سکونت میں کوئی خاص امر پیش نظر نہ تھا اس لئے اس نے وہیں کا انتظام ہی منظور کیا۔ زوجہ خوش خصال۔ ذہانت اور فطانت کی نسبت جوڑے اس نے پیشتر قائم کی تھی۔ ماہ غسل میں اس کی اور تصدیق ہو گئی۔ اس کے تمام تر محاسن نے اس مختصر عرصہ میں کچھ ایسی بالیدگی حاصل کی کہ وہ جو پہلے ہی اس پر دال و شیدا ہو چکا تھا۔ اور زیادہ مستغرق ہو گیا۔ اس کے حلم و اخلاق۔ اس کے اخلاص و راست شعاری اس کی ذہانت و مصیبت سب باتوں نے آکسیوین کے دل پر اثر کیا عشق نے حصول مدعا کے بعد اس کے جن میں اب بھی چھانچا دگا دینے۔ گواہ واقعہ یہ ہے کہ ایسا جن جو پہلے ہی ہر لحاظ سے مکمل ہو۔ اس کے سوا کیا ترقی کر سکتا ہے کہ اس کی نسبت شاعرانہ غلو سے کام لیا جائے۔ مختصر یہ کہ اب لارڈ آکسیوین کے برابر خوش و خرم۔ مسرور و مطمئن شخص ان نواح میں کوئی مشکل تھا۔

وہاں وہن کو شہر میں واپس آئے کھنڈے دن ہوئے تھے۔ کہ ایک روز سہ پہر کے وقت لاڈل آکیٹوین
 رز جہیز کی نسبت بعض معاملات کے تصفیہ کے لئے اپنے خسر سٹر آر میٹج کے مکان پر گیا۔ آفراڈ کو
 اس شناس دورہ نفیس سے پوری طرح شغیاب ہو چکا تھا۔ اور اس کی عادات میں اب کچھ وہی
 اگلی بھرتی اور تیزی آچکی تھی۔ کام جلدی ہو گیا جس کے بن آکیٹوین اس سے رخصت ہو کر پیدل
 ہی اپنے مکان کی طرف چلا۔ وہ اس شرک پر چل رہا تھا۔ جو کالیریم کے پاس شاہراہ سے پھٹ کر اندر کی
 طرف جاتی ہے۔ کہ کھنڈے فاصلہ پر سے ایک آدمی نظر آیا جو ایک جڑا عورت کا ہاتھ پکڑتے ہوئے
 نے سادہ مگر صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا۔ اسے غلاف مرضی روکنے کی کوشش کرتا اور بے شبہ
 کچھ اس قسم کے الفاظ کہہ رہا تھا۔ جن کی وجہ سے اس نازنین کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ تھا۔ وہ
 اس سے ہاتھ پھرانے کی کوشش کرتی۔ اور حالت خشم میں کچھ کہہ رہی تھی۔ جس کی آواز آکیٹوین
 کے کانوں میں بھی پہنچی۔ مگر۔ آہ! اس کی صورت پر۔۔۔ اس نے فوراً پہچان لیا۔ اور اس طرح تیز دوڑ کر
 ان کے قریب پہنچا جیسے کان سے نکلا ہوا تیر چلتا ہے۔ جاتے ہی اس نے سر کو پٹختی دے کر فرض زین
 پر گرا دیا۔ اور عورت حیران ہو کر انگ کھڑی ہو گئی۔ اس میں شک نہیں وہ نازنین اس کی جانی
 ہوئی تھی۔ تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ وہ اس کے لئے سراسر اجنبی ہوتی۔ تو بھی اس کا طرز عمل یقیناً ایسا
 ہی ہوتا۔

مرد شرمندہ ہو کر کپڑے جھڑاتا ہوا۔ فرش سے اٹھا اور نشمناک ہو کر کہنے لگا۔ راجہ صاحب تم
 خواہ کوئی ہو۔ اس گستاخی کا جواب دینا ہوگا۔

”گستاخی تم ایک شریف عورت سے کر رہے تھے۔“ آکیٹوین نے سکون و قار سے جواب دیا۔
 کے لئے ہتھیں سزا دی گئی۔ لیکن اگر اتنی مار کھا کر بھی تمہارا طبیان نہیں ہوا۔ تو بہت اچھا۔ جس اور یہ وہ
 طبیان کر دوں گا۔ یہ لوہرے نام کا کارڈ ہے۔“

”بہتر“ اجنبی نے کارڈ ہاتھ میں لے کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ میں بہت جلد تمہارا اطلاع
 دوں گا۔ اور یہ کہہ کر وہ کوٹ کی آستین سے گرو جھڑاتا ایک طرف کو ہٹ لیا۔

سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے مختصر لفظوں میں اس نازنین کا حال لکھنا بھی ضروری معلوم
 ہوتا ہے۔ جسے میرٹھ کے ایک اجنبی شخص کے گستاخانہ سلوک سے سہایا۔ اور حقیقت میں وہی
 نامعلوم حسینہ تھی جو اسے اس کو غائبانہ عشق تھا۔ اس کے حسن و جمال کا اندازہ تو ناظرین نے بیشتر
 اسی بات سے کر لیا تھا کہ آکیٹوین ایسے شکیں و خوش وجہان کے دل ہیں، اس کے لئے محبت کی لاک

پیدا ہوئی۔ رہ گیا وصف ثانی یعنی کم سنی کا۔ سود بھی اس میں مروج تھا کیونکہ اس کی عمر سولہ یا سترہ سال سے ہرگز زیادہ نہ تھی۔ چہرہ باریک رکھنے کے باوجود تناسب کی مزہ دہنت نے اس میں بالیدگ حسن کی ناؤ مثال پیدا کر رکھی تھی۔ چہرہ کی رنگت پیدید مگر حسن و حسرت کی منظر تھی۔ کیونکہ اس سبب ہی کے اندر غمزہ کی سرخی ناقابل محسوس طریق پر نمودار ہو کر اسے جاندار رنگت دیتی تھی۔ آنکھیں سوئی سیاہ اور چمکیں۔ مگر ان کی صنیائے برق پائش کو رد کرنے کے لئے ایک ظاہر ایک باطن دو محافظ موجود تھے۔ یعنی ظاہر میں نوک سنان سے سلج لمبی آجڑی پکیں۔ اور باطن میں وہ جیائے دوشیزگی جو آنکھ کو ادھماکھنے سے روکتی ہے۔ بالوں کی رنگت غایت درجہ سیاہ۔ مگر یہ سیاہی لیلائے شب کی زلفوں کی طرح تابش سے خالی نہیں۔ بلکہ پر زرخ کی طرح جگمگاتی تھی۔ نگہ دوں میں وصف درازمی کے ساتھ بیٹم کی زمی بھی تھی۔ اور وہ اس کے دلکش چہرہ کے دونوں جانب ملحقہ زن اور اس سے پرے پیدید دلا سے شانوں پر کھڑے ہوتے تھے۔ ہونٹوں کی زنجٹ گلابی اور ان کے اندر دانت چمکا موتیوں کی دودلیوں کی صورت رکھتے تھے۔ گو اس وقت اس واقعہ کی بدولت جس کا مختصر حال اوپر لکھا گیا ہے۔ وہ قدرے جوش کی حالت میں تھی۔ تاہم بالنت سکون اس کے بشر سے راست شکاری عصمت اور پاکبازی کے وہ اثرات خاص ظاہر ہوتے تھے۔ جو عورت کے بہترین محافظ سمجھے جاتے ہیں۔ اور جن کی موجودگی میں کسی شخص کا اس خیال نام کو دل میں جگہ دینا ہی باعث حیرت تھا۔ کہ وہ اس کی ناشائستہ گفتگو سننے کو آمادہ ہوگی۔ اس طرح حالت سکون میں اس کے خوشنما چہرہ سے اک اثر درو۔ اک نشان فکر۔ ایک نامعلوم شائبہ ظاہر ہوتا تھا۔ جو اس کے حال و دل و آرزو میں تخفیف کی بجا اضافہ کا موجب تھا۔ لباس کی سادگی کا ذکر ہم پیشتر کر چکے ہیں۔ اس لئے فقط اتنا اور لکھنا باقی ہے کہ اس کے ہر اشارہ۔ ہر انداز۔ ہر اداسے ایک قدرتی شان نزاکت برسی تھی۔ آنکھیں تیز ہونے کے باوجود جنابت کی آتش جانوں سے معر نہیں بخلاف انہی ان میں وہ فاختگی انداز مصوریٹ پایا جاتا تھا جسے ناخداں حسن نے صرف نیلگوں لکھیں کا جو ہر بھاپے۔ مگر جہاں ہی رائے میں سیاہ آنکھوں میں بھی پایا جاسکتا ہے۔ چہرہ کی ساخت خالص تر یونانی اور بالائی ہونٹ میں وہ ہلکا تیز خم موجود تھا۔ جو صرف عالی خاندان مستورات میں پایا جاتا ہے یا ان پاکباز عورتوں میں جن کا وقار نہ وانی انہیں دروغ و ریاسے ہمیشہ نفور رکھتا ہے۔

ایسی وہ نازنین تھی جو اس وقت لارڈ آکلیون ہیرڈیو کے پاس اصل اہلی کے ذیل و شرمسار ہو کر چلے جانے کے بعد تیار ہو گئی جس وقت وہ دور لٹا ہوا اس کے پاس آیا تو اس نازنین کا چہرہ غصہ اور جوش سنواری سے سرخ تھا۔ مگر جیسے وہ رنگا و باش فرش زمین پر گرا۔ اس کے رخساروں کی رنگت

سنگ مرمر کی طرح سپید ہو گئی۔ وہ لڑکھڑاکر شرک کے کنارہ آہنی بار کے ساتھ ٹک گئی۔ اور جوش اضطراب دبا کر اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنے کو موزوں الفاظ سوچنے لگی۔ مگر جس وقت اس نے اس اوباش شخص کو جسے لارڈ آکٹیوین نے آن واحد میں فرش زمین پر گرادیا تھا۔ دھکیلیاں دینے اور جواب طلبی کا ذکر کرتے سنا تو دفعتاً ان معاملات نے اس کے تخیل میں ایسی اہمیت حاصل کی۔ کہ گو دنیاوی معاملات سے بے خبر اور رفتار زمانہ سے ڈھکا نا تجربہ کار بھی۔ تاہم فوراً یہ خیال دل میں جا کر نین ہوا کہ میری وجہ سے دونوں ڈوبل ہونے کا احتمال ہے۔ یہ سوچتے ہی ایک مہلک خوف اس کے ہر رگ و ریشہ میں جا کر نین ہو گیا۔ کیونکہ اس معصوم و پاکیزہ حسینہ کے لئے یہ امر غایت درجہ روح فرسا تھا۔ کہ میری بہتی ناچیز کی خاطر وہ شخصوں کی جانب سے مخصوصاً میرے بے غرض محسن کی زندگی خطرہ میں ہے۔

اتنے میں لارڈ آکٹیوین میری ٹھکانے اس نازنین کی طرف مڑ کر دیکھا۔ اور کہا۔ میں امید کرتا ہوں اب آپ کی طبیعت اس صدمہ مانگد از سے جو اس حادثہ کی وجہ سے پیش آیا۔ بحال ہو گئی ہو گی۔ صاحب میں آپ کا ہزار بار شکریہ ادا کرتی ہوں۔ حسینہ نے فخری آموی آواز سے کہا۔ میں آپ کے اس فیاضانہ احسان سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ مگر ان لفظوں کو سن کر جو ابھی اس گنوار شخص نے آپ سے کہے تھے۔ میرے دل میں فکر سی پیدا ہو گئی ہے۔ پھر زیادہ تشویش کے لہجہ میں تقریباً یہی رکھتے ہوئے اپنی خوشنما سیاہ آنکھیں آکٹیوین میری طرف کے چہرہ کی طرف اٹھا کر التجائی انداز سے کہنے لگی۔ دیکھیے میں درخواست کرتی ہوں۔۔۔ میری التجا ہے۔ اس خفیہ معاملہ کی وجہ سے کسی جان کو خطرہ میں نہ آلا جائے۔

”آپ کسی تشویش کو دل میں ملبہ نہ دیں۔“ دو جوان امیر نے ہلکے مسکن لہجہ میں جو اس کی خوش آئند آواز سے ملکر ادبھی خوش گوار ہو گیا تھا۔ کہا رنجش شخص نے آپ سے اس قسم کی گستاخی کی جرأت کی وہ یقیناً بزدل ہو گا۔ اور بالفرض وہ دنیا کی خفارت کے خون سے ڈوبل رٹنے پر آمادہ بھی ہو۔ تو اطمینان فرمائیے میں بہت جلد اس کو سیدھا کر دوں گا۔“

”الہی تو کیا واقعی آپ اس سے ڈرتے ہیں؟ کیا حقیقت میں آپ کی زندگی کو خطرہ پیش آئے گا؟“ حسینہ نے یہ معلوم کر کے کہ میرے یہ ترین اندیشے درست ہوئے۔ حالت اضطراب میں کہا۔

لے وہ شخصوں میں ہمارا کی نوبت آئے تو اس کے تصفیہ کے لئے تنوار ہسپتال وغیرہ کی مدد سے کھلمبھان میں مقابلہ ہو رہا ہے جسے ڈوبل کہتے ہیں۔ اکثر اوقات ایک اور شاہ خاںوں میں دو نوٹاک یا زخمی ہو جاتے ہیں۔ مگر دونوں بچ جائیں تو درنائے تعلقات کے اتحاد کے نشان میں ایک دوسرے سے ناقدہ ملائیے ہیں (مترجم)

اودہ۔ مگر آپ کو میری ہتی ناپیرز کی کیوں فکر ہے؟“ اکیبوں میری ڈھکے کہا۔ اور اس وقت اپنے دل میں اس نے انہی جذبات کو پھر محسوس کیا۔ جو ایک زمانہ میں اس اپنی عینہ کی نسبت اس کے دل میں تھے۔ اور جو اگرچہ زوے عشق پیدا ہونے کے ہی ایک حذک وب گئے تھے۔ مگر اب موقعہ ملنے پر پھر دفعتاً بیدار ہو گئے۔

”اے صاحب۔ یہ سوال کیا پوچھنے کا ہے؟“ نازنین نے بدستور کیکپاتی مولیٰ آواز سے کہا اور اس وقت اس کی نگاہ سے آشفتگی کا اظہار ہوتا تھا۔ کسی کی جان کو خطرہ ہونے کا خیال ہی میری روح کو کچھ کم صدمہ نہیں پہنچاتا۔ یہ جانیکہ وہ جان اس شخص کی جو جس نے بھگ پر اتنا بھاری اصل کیا۔“ اور یہ کہتے ہوئے اس نے جوش سے مخلوب ہو کر اپنا نازک ہاتھ میری ڈھکے کے بازو پر رکھ دیا۔ پھر تنہائی انداز سے اس کے چہرہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگی۔ ”دیکھئے خدا کے لئے اس شخص کے مقابلہ میں نہ آئے۔ جس نے اپنے طرز عمل سے اپنے آپ کو ذلیل و حقیر ثابت کر دیا ہے۔“

اگر ہا ہاتھ ہر چند دستاں میں منہو تھا۔ اور اس نے اسے اس کے بازو پر نہایت اہستگی سے رکھا پھر بھی اس خفیف تعلق سے ہی اس کی نگاہیں نامعلوم لہر اکیبوں میری ڈھکے کے ہر گز ویشہ میں پھیل گئی۔ اس کے قلب میں اس قسم کے احساسات پیدا ہوئے۔ جو اس سے پیشتر زوے قرب سے کبھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ اور اس وقت ہر ق کی تیزی رفتار سے یہ خیال اس کے ذہن نشین ہوا کہ جس سے میری شادی ہو چکی ہے۔ اس سے عشق صادق کرنے کے بارہ میں میں نے اپنے آپ کو ایک عظیم غلط فہمی میں مبتلا کیا۔ ورنہ حقیقت میں مجھے اس سے ہر گز وہ محبت نہیں ہے۔ جو اس آہو چشم سے نازنین سے ہے جو اس وقت سامنے کھڑی ہے۔ اس احساس کے ساتھ اس کے سینہ میں درد اور افسوس پیدا ہوا۔ جو فوراً ہی اس ارتعاش ہرست سے مخلوب ہو گیا۔ جو اس نازنین کا دست نازک چھونے سے بدن کے ہر گز ویشہ میں ہوا تھا۔ ایک لمحہ کے عرصہ میں یہ روح فرسا حقیقت روز روشن کی طرح اس پر واضح ہو گئی کہ میں نے اس عورت سے شادی کر کے جس سے ہاتھ بچھے عشق نہ تھا۔ اپنی عمر بھر کی راحت کو برباد کر دیا۔ اور ناقابل فرود جوش کی حالت میں اس کا ہاتھ بے اختیار پیشانی کی طرف اٹھا۔

قدرتی طور پر اس نازنین نے جو اس کے دل کی حالت سے قطعاً عجیب خبر پتی۔ اس حرکت کا مطلب کچھ اور سمجھا۔ چنانچہ دونوں خدا تعالیٰ انداز سے جوڑ کر کہنے لگی۔ ”صاحب معلوم ہوتا ہے۔ خود آپ کو اس بات کا سخت افسوس ہے کہ حالات سے مجبور ہو کر آپ ایک ایسا فعل کیا چاہتے ہیں جس میں ایک انسان کی جان جلنے کا خطرہ ہے۔ میں ہنست عرض کرتی ہوں کہ اس بڑے شخص کی باتوں پر نہ جانیے

... عاف کیجئے میں آپ کو ایک فصل بار سے روکنے کی جرات کرتی ہوں۔ مگر چاہئے اگر آپ نے واقعی اس سے مقابلہ کیا تو اس سے میرے دل کو سخت صدمہ ہوگا۔“

گفتگو کی نوعیت۔ سیریدھ اور اس پر اسرار حسینہ کا قرب اور جنیات و حیات کی توفیقوں جو اس وقت آفرانہ کی طرف سے ظاہر ہوئی۔ سب باتوں نے ملکر اس نازنین کے جن کو مختلف رنگوں میں پیش کیا۔ اور اس عرصہ قیام میں آکٹیوین سیریدھ نے اس کی مصیبت۔ نیامنی اور غامت کا پوری طرح اندازہ کر لیا۔ اور وہ جو دو پارہ ستم اسے بار بار میں دیکھ کر ہی اس پر عاشق ہو چکا تھا اب اس کی موسیقی گنتا۔ - قرب دیدار اور حادثات کی رفتار سے افسانہ جان مغنون ہو گئی جس وقت اس نے پاس کھڑے ہو کر اس کے حسن جانسوز کو دیکھا۔ جب اس نے اس کی موٹی سیاہ آنکھوں پر نظر کی جب اسے اس کے دُور دُور کو دیکھنے اور چہرہ برقی پاش کی ولاویزی معلوم کرنے کا موقعہ ملا۔ مختصر یہ کہ جس وقت اس کی نگاہ جذب نے اس پیکہ آتشین کی ہر موزوں تفصیل کو دیکھا جب اس کی معبر سانس اس کے رخساروں کو چھوتی ہوئی صلی اور اس کے اشارات نازک نے اس کے ارادہ قوی پر غالب ہو کر معاملہ ڈویل کے فیصلہ کو ڈگر کا شروع کیا تو اس وقت ... زو کی یاد دل سے محو ہو گئی۔ وہ محبت جو اس کے لئے اسے اپنے قلب میں محبوس ہوتی تھی نابود ہو گئی۔ اور اس کی تصویر محض اس طرح نظروں میں باقی رہ گئی جیسے دھند کے میں چھپی ہوئی چیز کا خاکہ نظر آیا کرتا ہے۔ زو کے لئے اس وقت اس کے دل میں اگر کوئی خیال پیدا ہوا۔ توقع ہے کہ اس سے وابستہ ہو کر میں نے اس عشق حقیقی کی راہ میں جس کی کاسیابی میری تمنا ہے راحت کو معراج ارفع تک لے جاتی ایک ناقابل حل روک پیدا کر لی۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی جانسوز اہمیت کے ساتھ دل میں نمودار ہوا کہ گوبے جبری میں نے زو سے شادی کرنے وقت نفس کے اعتراضات کو از روئے استدلال دبانے کی کوشش کی تاہم اصل حقیقت یہی ہے کہ میری ذات۔ میری راحت۔ میرا مستقبل آرمیٹج کی دولت کے لئے بک گیا۔ اگر اس وقت میں صغیر کی آواز کو مستطیع کے زور سے دبانے کی کوشش نہ کرتا۔ تو اس نازنین کو ساتھ لے کر کسی دشت پر خاریں افلاس و احتیاج کی زندگی بسر کرنا اس کی لئے سے جو اب میرے حصہ آئی۔ ہزار درجہ بہتر ہوتا!

یہ خیالات تھے کہ اس وقت جب وہ نازنین نرم اور موثر اہم میں لارڈ آکٹیوین سیریدھ کو اس کے ارادہ خونریزی سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ ایک لمحہ کے لئے اس نے اپنے دل کو یہ سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ اس کی یہ دُور است کسی جذبہ لطیفہ پر مبنی

ہے۔ اور اس کے لئے بھی میری ذات و کمندی کا کچھ نہ کچھ سامان ضرور رکھتی ہے۔ مگر جلد ہی اسے اس کی باتوں سے معلوم ہو گیا کہ وہ چھتیتی اس کے سوا کچھ نہیں کہ اپنی طبعی رحمہالی اور خلقی فیاضی سے وہ کسی انسان کی خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ جان ضائع ہوتے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتی۔

”کیا آپ دعا دہہ کرتے ہیں کہ اس شخص سے مقابلہ نہ کریں گے؟“ نازنین نے پوچھا۔

”میں وعدہ کرتا ہوں۔“ لارڈ آکٹیوین نے اس کے اطمینان کی غرض سے جواب دیا۔ ”گو وہ پختہ ارادہ کر چکا تھا کہ خواہ کچھ ہو۔ ڈویل ضرور ہو گا۔“

نازنین کا اس کے انداز بیان اور نگاہ سے اطمینان نہ ہوا۔ ہر چند وہ نا تجربہ کار اور بے ریاضی مگر اس کا دل پھر بھی آکٹیوین کے خیالات سے آگاہ ہو گیا۔ مایوسانہ انداز سے کہنے لگی۔ ”میں دیکھتی ہوں۔ آپ یہ باتیں صرف میری تسکین کے لئے کہہ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی۔“ اس نے دفعتاً کسی قوری خیال کے زیر اثر کہا۔ ”شاید آپ اس بے جا اور خلاف قدرت ضابطہ سے مجبور ہیں۔ جسے سوسائٹی غلط طور پر ضابطہ عزت کے نام سے موسوم کرتی ہے۔ مگر کچھ بھی ہو۔ میں خربزیری کا موقف ہرگز نہ آنے دوں گی۔“ یہ کہتے ہوئے ایک بار پھر اس کے انداز سے استقلال اور چہرہ سے عزم مصمم کا اظہار ہونے لگا۔ آپ نے مجھ سے نہایت فیاضانہ سلوک کیا ہے۔ اور میں بھی ادائے فرض سے کوتاہی نہ کروں گی۔“

”یعنی؟“ میرڈیوٹ نے جلدی سے پوچھا۔

”کوئی امر خاص ماننے نہ ہو۔ تو اپنے محن کا اسم گرامی معلوم کرنا چاہتی ہوں۔“ نازنین نے شرارت سے ہنستے

کہا۔

آکٹیوین فوراً اس کے منشا کو سمجھ گیا۔ اس نے جان لیا کہ اس کا ارادہ حکام کو ڈویل کی اطلاع سے کڑے رکوانے کا ہے۔ کہ ضابطہ عزت بھی پورا ہو جائے۔ اور خربزیری کی نوبت بھی نہ آئے۔ مگر اولاً تو وہ بڑول نہ تھا۔ اس لئے آنے والے مقابلہ کی نسبت اس کے دل میں ذرا بھی تشویش نہ تھی۔ ثانیاً اس پر سوچا۔ کہ اگر واقعی حکام نے اس معاملہ میں دخل اندازی کی۔ تو فریق مخالف اسے غلط معنوں میں سمجھ کر ہر شخص سے کہتا پھرے گا۔ کہ میرڈیوٹ نے عمداً اس لڑکی کی معرفت حکام کو اطلاع بھیج دی۔ یہ سب خیالات غیر معمولی تیزی رفتار کے ساتھ اس کے ذہن میں پیدا ہوئے۔ یعنی آناجلہ کہ اس نازنین کے سوال کے بعد فوراً ہی اس نے پہلے سکون و اطمینان کے ساتھ غلط بیانی کرتے ہوئے کہا۔ ”میرا نام دچو پرسیول ہے۔“

”اچھا تو سٹر پرسیول میں پھر ایک بار آپ کی فیاضانہ امداد شکریہ ادا کرتی ہوں۔“ لڑکی نے کہا۔

اور وہ انداز سلام سے اپنے سر کو ہلکے سا خم دے کر وہاں سے رخصت ہو رہی تھی۔ کہ اکیسویں
بلے بلے ڈنگ بھر کر اس کے پاس جا پہنچی۔ اور اسے راک کر کہنے لگا۔ ”ذرا ٹھیرے۔ جانے سے پہلے بچے
بھی یہ جانے کا موقعہ دیکھے۔ کہ میں نے کن معزز خاتون کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا۔ کہ اس
درجہ قابل شکریہ سمجھا گیا؟“

نازنین رگ گئی۔ اور تھوڑی دیر حالت فکر میں گھڑی رہی۔ چہرہ کی تبدیلی سے معلوم ہوتا تھا
کہ اس شش و پنج میں ہے کہ مجھے اپنا نام ظاہر کرنا چاہیے یا نہیں۔ لیکن اس نے جلدی ہی محسوس کیا
کہ نام بتانے سے انکار ناسپاسی میں داخل ہو گا۔ اور عجب نہیں کہ گستاخی پر محمول کیا جائے۔ پس ہمت
سے کہنے لگی۔ ”جناب میرا نام کرستینا ایشٹن ہے۔“

”توس ایشٹن“۔ لارڈ اکیسویں میریڈیٹھ نے جلدی سے کہا۔ اجازت دیجیے میں آپ کو گھڑنگ
چھوڑ دوں کہ ایسا نہ ہو۔ رستینا میں کوئی اور بیکر و اسٹن جو شرف کے بھیس میں مجسمِ سفاہت ہو
اس اندازِ معصوبیت اور وقار پاکیزگی کو جو آپ کے بہترین معائنہ ہیں۔ اپنے اونے خیالات کی وجہ سے
معلوم نہ کر کے پھر آپ کو تنگ کرنا شروع کرے۔۔۔“

”سٹرپرسل آپ نے پہلے ہی مجھ پر بہت احسان کیا ہے۔“ حسین دوشیزہ نے کہا۔ ”اس لئے
میں آپ کا زیادہ وقت لینا نہیں چاہتی۔ تکلیف نہ کیجئے۔ میں گھر پہنچ جاؤ گی۔“

”مس ایشٹن معاف کیجئے۔ میں نے آپ کے خیالات معلوم کر لئے۔ میں آپ کے ارادوں کو جان
گیا۔“ میریڈیٹھ نے جلدی سے کہا۔ ”دراصل آپ کسی مجسٹریٹ کے پاس جا رہی ہیں۔ کہ اسے اطلاع دے کر
اس ڈویل کو روکوا دیں۔ لیکن اگر میں آپ سے وعدہ کروں کہ ڈویل نہ ڈونگا۔۔۔“

”مگر میں جانتی ہوں۔ اس معاملہ میں آپ اپنے افعال کے مختار نہیں ہیں۔“ کرستینا نے انا انسٹرت
سے کہا۔ ”میں نے منابہ عزت کے اس طریق کی نسبت جو حقیقت میں کسی دشمنی زمانہ کی یادگار ہے۔
مگر جسے انسان نے اپنی حماقت سے سوجود تہذیب میں پویست کر لیا ہے جس قدر حالات پڑھے ہیں۔“
”مس ایشٹن میں بہت عرض کرتا ہوں۔ اپنے ارادہ کو ترک کر دیجئے۔“ اکیسویں نے فقرہ کاٹتے

ہوئے کہا۔ ”آپ نہیں جانتی ہیں۔ کہ اس ڈویل کو روک کر آپ میرے لئے اس چیز کے سامان پیدا کر دی
ہیں جس کے مقابلہ میں موت کوئی چیز نہیں۔ یعنی بے عزتی۔ اگر آپ نے واقعی اس مقابلہ کو روک دیا تو
دنیا مجھے بمنزل کہے گی۔ اس لئے میں سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ خواہ دنیا کے سارے مجسٹریٹ اور افسرین
بوس بھی مجھے روکنے کی کوشش کریں۔ میں اپنی عزت کی خاطر اس مقابلہ کی شرکت سے تامل نہ

کروں گا۔“

”یہ بات ہے،“ کرستینا نے افسردگی سے کہا۔ معلوم ہوتا تھا اپنے محسن کے اعلاخ کا اس کے دل پر گہرا اثر ہوا ہے۔

”آپ اچھی طرح دیکھ سکتی ہیں کہ اس شخص کے لئے میرے پاس ایک ہی جواب ہے۔ یعنی اس کے مقابلہ میں آنا،“ آکٹیون نے کہا۔ ”دیکھیے میں آپ کو غلط فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا۔ پس سارا حال بالکل صحیح عرض کر دیا۔ اس کے باوجود میں التبا کرتا ہوں۔ کہ میری وجہ سے کسی فکر و تشویش کو دل میں جگہ نہ دیجئے کیونکہ اگر مجھے اس مقابلہ میں ہلک زخم آیا بھی۔ تو دم آخر میں یہ جانتا میرے لئے کیا کم باعث اطمینان ہوگا۔ کہ میں نے ایک ایسی خلیق و رحم دل خاتون کی خدمت گزار میں جان دی۔“

اس خیال سے دل میں آتے ہی کہ ایک انسان کی جان جو معلوم نہیں کتنی قیمتی ہے۔ میری وجہ سے خطرہ میں پڑ رہی ہے۔ کرستینا کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہ نکلے۔ چونکہ سریع الحس اور صول عورت تھی۔ اس لئے آکٹیون کے آخری فقرات نے اس کے دل پر بہت اثر کیا۔ پس ہر چند وہ محسوس کرتی تھی۔ کہ مجھے ایک اجنبی شخص کے پاس کھڑے بہت دیر ہو گئی ہے۔ کیونکہ اس سے پیشتر جن موقعوں پر میری بیٹہ نے اسے دیکھا۔ وہ اس کی موجودگی سے قطعاً بے خبر رہی تھی۔ پھر بھی اسی جگہ کھڑی رہی۔ خیالات کی محویت میں وقت گزرتا معلوم ہی نہیں ہوا۔

”مس ایشٹن“ آخر کار میری بیٹہ نے کہا۔ ”حاصلہ کی نوعیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب اس کے سوا چارہ کار نہیں کہ جو ہونا ہے۔ ہو۔ اگر آپ نے مداخلت کی تو گو آپ کا ارادہ نیک اور نیت مستحسن ہوگی تاہم اس سے میری ذات کو سخت نقصان پہنچے گا۔ اس کے باوجود میں آپ کی فیاضانہ ہمدردی کا بدلہ ممنون ہوں۔ اور اطمینان فرمائے کہ مقابلہ کا نتیجہ کچھ بھی ہو اس کی اطلاع ضرور آپ کو دی جائیگی اگر میری تقدیر میں زخمی ہونا یا مرجانا لکھا ہے۔ تو میں کسی دوست کو ہدایت کدوں گا۔ کہ وہ آپ کو اس کی اطلاع پہنچا دے۔ اور اگر زندہ اور کامیاب رہا تو پھر خود در دولت پر حاضر ہو کر نتیجہ سے مطلع کروں گا۔“

کرستینا ایشٹن اگر ایسی معصوم اور دنیاوی معاملات سے اتنی بے خبر نہ ہوتی۔ جیسی تھی۔ تو یقیناً سمجھ جاتی کہ اس آخری فقرہ کی تہ میں بالواسطہ اس کی جائے سکونت معلوم کرنے کی کوشش کام کرتی ہے۔ مگر وہ بھولی اور سادہ مزاج لڑکی۔ فریب و ریا کی راہوں سے ناواقف۔ دوسروں کی طبیعت کا اپنے مزاج سے اندازہ کر کے بھولے سے بھی کسی کے خلاف شبہ کو دل میں نہ آنے دیتی

مٹی۔ پس جس آسانی سے اس نے لارڈ آگیڈین کو اپنا نام بتلایا تھا۔ اسی سے اب اپنا پتہ بھی بنا دیا۔ اور اوروڈی سلام کر کے اپنی راہ پر چلنے لگی۔

میرٹھ اس کے حسن پر کیف سے مسرور اور اس کی اداس شیریں سے مسحور۔ چاہتا تھا پھر کسی بہانہ سے اسے روکنے کی کوشش کرے۔ مگر بڑی جستجو کے باوجود کوئی بات نظر نہ آئی جو مدد فراغت ہوتی۔ ناچار وہ بھی اپنے مکان کی طرف واپس ہوا۔ واضح ہو کہ یہ واقعات ریجنٹس پارک کے ایک حصہ میں پیش آئے تھے۔ جہاں فیشنبل حلقہ کے بے فکروں کی آوارہ گروی اور تفریح کا کنٹراہی زدکیوں نہ ہو۔ بہت کم سوار یا پیادہ لوگ جاتے ہیں۔ اور اب تو موسم خزاں میں اس طبقہ کے آدمی چونکہ بڑی تعداد میں شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے باغات کم ہمیش دیدار نہ تھے۔ اور جس مقام پر یہ واقعات ظہر میں آئے وہاں میرٹھ۔ کرسٹینا اور اس زندہ لائالی کے سوا جس نے آخر ان کو کراہ چلے تھیں۔ کسی کا گزر ہی نہیں ہوا۔

میرٹھ مکان پہنچا تو دیکھا گاڑی تیار تھی۔ کیونکہ اس نے سو سے سیر کو جانے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ اس وقت اس گل رخ شیریں ادا کے قرب کی لذت دل میں لئے ہوئے۔ پہلے اس کے جی میں آئی۔ کہ بہانہ کر کے سیر ملٹوی کر دوں۔ کیونکہ وہ تنہائی میں تنہا کے مرنے لینا چاہتا تھا۔ مگر اس کی خلقی فیاضی بہت جلد غالب ہوئی۔ اور اس نے سوچا۔ یہ انصاف نہیں کہ میں نے یا تبدیل شدہ جذبات کے اثر میں اپنی بیابانہ بی بی کو جس کی دلجوئی میرٹھ فرض ہے۔ اس کی تفریح سے محروم کروں۔ لازم یہ ہے کہ ان تازہ احساسات کو جو اب سینہ میں پیدا ہوئے ہیں۔ دبا دوں۔ کچل کر پھینک دوں۔ تھوڑے تال کے بعد اس نے آخری فیصلہ پر عمل کرنے کا ہی ارادہ کیا۔ چنانچہ نز کو سا فٹلے کر سیر کرنے گیا۔ اول جب آخر ان کے رستہ میں اپنی فطری دلکشی اور خلقی شیرینی طبع کے مختلف چھوٹے چھوٹے ثبوت ہیا کئے۔ اور اس کی دلاویز گفتگو نے میرٹھ کی توجہ کو اپنی طرف رجوع کیا۔ تو اس نے خود اپنی نظروں میں اس خیال سے ندامت محسوس کی کہ میں نے ایک اجنبی عورت کے خرب سے متاثر ہو کر ایک ایسی جبین ایسی خوش خصال۔ ایسی نزہت ریز بی بی کے متعلق کسی طرح کے خیالات بے وفائی کو دل میں جگہ دی اس نے طبیعت پر جبر کر کے خوش فعلیاں مشروع کیں۔ اور بے چاری زور حقیقت حال سے بے خبر اس سطحی مسرت کی تہ میں بھیپی ہوئی افسردگی اور بے چینی کو معلوم کرنے سے قاصر رہی۔ اثنائے گفتگو میں میرٹھ نے اس واقعہ کا کسی بھی پہلو سے ذکر نہیں کیا۔ جس کی بدولت سے ڈویل پر مجبور ہونا پڑا تھا کیونکہ اول تو کوئی شوہر اپنی بی بی سے اس قسم کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتا۔ دوسرے آگیڈین اپنے دل کا

کر دوی کو محسوس کر کے اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کہ ایسے موقع پر کوسٹینٹینا کا ڈگر آنے سے میری طرف سے اضطراب و پریشانی کا اظہار یقینی ہے۔

رات کے 4 بجے جب لاڈ آکٹیوین میری بیڈ روم میں آکر نشست میں بیٹھے تو وہ پلی رہے تھے۔ ایک نوکر نے اندر آکر ملاقاتی کارڈ پیش کیا۔ اور کہا کہ وہ صاحب جن کا نام اس پر درج ہے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

”آہ! کپتان وٹھی!“ آکٹیوین نے اس کے لاپرواہی سے کہا۔ کہ ایسا نہ ہو زو کو کسی طرح کا شک ہو جائے۔ ”آجہا میں ابھی ان سے ملتا ہوں۔“ پھر جب نوکر بھاگ گیا۔ تو اس نے اسی لاپرواہی سے کہا۔ میں ابھی واپس آتا ہوں۔ کپتان ایک شخص کی نسبت جو شاہی سے پہلے میرے پاس رہا کرتا تھا کچھ دریافت کرنے آئے ہیں۔“

یہ غدر کر کے وہ نجی منزل میں آئے ابھان کپتان وٹھی آرمیل وین سٹینہوپ یعنی اس شخص کی طرف سے جس کی ناشائستہ دست اندازی سے اس نے مس ایشن کو بچایا تھا۔ ملاقات کا منتظر تھا میری طرف سے کھڑے کھڑے ڈیوک آف مارچ مونٹ کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں اس سے ہوتن ڈویل اپنی طرف سے نائب کے فرائض ادا کرنے کی درخواست کی۔ اور یہ خط کپتان وٹھی کے حوالہ کرتے ہوئے کہا۔ آپ اسے ڈیوک کے پاس لے جائیں۔ میری طرف سے وہ سب سادایات طے کر دیں گے۔

میں نے وقت اور جگہ کا بھی اس میں ذکر کر دیا ہے۔ اس نے کہا۔ ”اب ضرورت محض اس بات کی ہے کہ ہر شخص کامل اخفا و رازداری سے کام لے۔“

”یہی سٹر سٹینہوپ کی خواہش ہے۔“ کپتان نے جواب دیا۔ ”وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ شاپین کے سوویس دافنی انہوں نے اس ریکی سے ناشائستہ سلوک کیا۔ بہر حال آپ نے ضرورت سے زیادہ سختی سے کام لیا۔ پس اگر آپ معافی کا ایک لفظ بھی کہہ دیں تو بات آسانی سے ٹل سکتی ہے۔“

”مگر یہی ایک لفظ میری زبان سے ادا ہونا غیر ممکن ہے۔“ میری بیڈ روم نے کہا۔

کپتان کے لئے اب چپ رہنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ سر کو ہلکا سا خم دے کر رخصت ہوا۔ اور آکٹیوین زو کے پاس واپس چلا گیا۔ مگر اس کے ظاہری سکون میں چونکہ کسی طرح کا فرق نہ آیا تھا۔ اس لئے وہ اب بھی حقیقت حال کی نسبت کسی طرح کا شک کرنے سے قاصر رہی۔

اگلے روز ڈویل ہوا۔ مگر اس کی تفصیل میں داخل ہونا غیر ضروری ہوگا۔ مختصر یہ کہ آکٹیوین بہت سوکھا اٹھا اور موسم کی عمدگی کے بہانہ کھڑے پرسوار ہو کر بظاہر سیر کرنے چلا گیا۔ چلتے وقت اس نے روسے

پیار کیا۔ اور سائیس کو ساتھ لےنے کی ضرورت نہ سمجھ کر تیز چلتا مقام معینہ پر پہنچا۔ جہاں ڈیوک آف مارچ مونٹ قریباً اسی وقت آگیا۔ اس کے چند منٹ بعد آریسل ولسن سٹیٹہوپ اور کپتان دہمٹی موٹو پر پہنچ گئے۔ اور انہی کے ساتھ ایک ڈاکٹر بھی آگیا۔ مگر وہ محوڑے فاصلہ پر ان کی گاڑی میں ہی رہا۔ فریقین نے گولیاں چلائیں۔ مگر کسی کو زخم نہ آیا۔ اور مسٹر سٹیٹہوپ نے کہہ دیا کہ بس میرا اطمینان ہو گیا۔ دوڑنے دوستانہ انداز سے مصافحہ کیا۔ اور سارا کام مارچ مونٹ کے عرصہ میں ختم ہو گیا۔ مگر واپس ہونے سے پہلے حاضرین نے کامل رازداری کا اقرار کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاملہ اخبارات کے رپورٹروں کے کانوں تک نہیں گیا۔ نہ اس کے متعلق کوئی خبر شائع ہوئی۔

لارڈ آکٹوپس میریڈیٹہ چاشت کے وقت گھر پہنچ گیا۔ اور زو اب بھی اس بارہ میں قطعاً بے خبر رہی کہ ذرا دیر پہلے اس کے عزیز ازجان شوہر کی زندگی خطرہ میں تھی۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ سے آکٹوپس نے اس ایشیئن کانام اور پتہ بیان کر دیا تھا۔ کہ شکست یاب ہونے کی صورت میں وہ اس کی اطلاع میں نازنین کو دے کر میریڈیٹہ کا وعدہ پورا کر سکیں۔ مگر یہ بات اس نے ڈیوک سے بھی نہیں کہی۔ کہ اس ایشیئن وہی نامعلوم حسینہ ہے جس کا ذکر اس نے ڈیوک سے اس وقت کیا تھا۔ جب آفرلڈ کر اس کو شادی کا مستورہ دے رہا تھا۔

باب ۱۳ (الف)

مسٹر میکالے کا مکان

مارچیسٹر سٹریٹ۔ کیونڈش سکور میں میکالے نام ایک بیوہ عورت نے مختصر لیکن شریفانہ وضع کی قیام گاہ کھول رکھی تھی۔ اس کی عمر ۶۵ سال۔ قد چھوٹا اور ٹھکانا مگر عادات تیزی اور پھرتی لئے ہوئے تھیں۔ دن بھر وہ نہایت میلی اور کثیف نظر آتی۔ مگر سہ پہر کو اور اس کے بعد رات تک خوب وضعدار بن جاتی تھی۔ نسلاں سکاج اور عادات کا کفایت شعار تھی۔ یہاں تک کہ ایک بیٹی کی بچت کے لئے تا حد امکان کوشش سے دریغ نہ ہوتا تھا۔ اسی کفایت کے سلسلہ میں چونکہ باورچی خانہ اور گھر کے باقی حصہ دوں میں نوکروں سے مل کر کام کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے دن بھر میلی اور بد وضع بنی رہتی۔ مگر جب ایک بار ان فراہم کا بار دھکا ہوتا۔ تو ریشمی کون پن۔ سرخ فیتوں کی ٹوپی اور ڈھ۔ گھڑی اور زنجیر سجا پورے بناؤ چٹا کے ساتھ آئین میں جا بیٹھتی جہاں بی ہسانی سے گھڑی دو گھڑی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ کفایت کو

بغل کی عزت پر پہنچنے اور نوکروں سے دن رات زیادہ سے زیادہ کام لے کر انہیں کم از کم تنخواہ دینے کے باوجود اس میں شک نہیں مسز میکالے اپنے طور پر دیانت دار عورت تھی۔ یعنی وہ اس طبقہ کی اکثر عورتوں کی طرح ہماروں کی چادہ۔ شکر۔ یکمن وغیرہ میں ہرگز چوری نہ کرتی تھی۔ علاوہ بریں دل کی بری بھی نہ تھی۔ اس کی نہی کی انتہا یہ کہ گھر میں کوئی بیارہم تو رات بھر تیار داری سے دریغ نہ ہوتا تھا۔ اور سنگدل کی مثال یہ کہ وصولی کا دن آنے پر کرایہ دار کتنے بھی غذا ت پیش کرے۔ اس کا اطمینان نہ کر سکتا تھا۔ ایسے حالات میں اس کا جواب یہ ہوتا تھا۔ کہ جب میں مالک مکان کو تاریخ معینہ پر کرایہ ادا کرتی ہوں تو کیا وجہ ہے میری رقم یوم مقررہ کو ادا نہ کی جائے؟ اسی طرح جس پابندی وقت سے ٹیکس افسر اس کے یہاں آتے اسی عین الوقتی سے وہ باقی کمپنیوں سے مطالبات کیا کرتی۔ اس خوب کی عورت مسز میکالے تھی۔ یعنی اس وقت تک نیک۔ رحمدل اور فیاض جب تک اس کے جائز مطالبات۔ اوقات معینہ پر ادا ہوتے رہیں۔ ورنہ سخت۔ بے رحم۔ کورٹ فیض یا کچھ بھی اسے کہہ دو۔

مکان کے زیرین حصہ میں دو کمرے تھے۔ دونوں اس کے پاس۔ ایک سامنے بیٹھک کا کام دیتا تھا دوسرے مٹی جو خوب گاہکوں کے لئے مخصوص تھا۔ اس سے اوپر پہلی منزل تکلف سے آہستہ تھی۔ اور مسز میکالے نے اس کو صرف مالدار شخصوں کی سکونت کے لئے رکھا ہوا تھا۔ اجلاس پارلیمنٹ کے دنوں میں کوئی بیس ممبر جس کی مستقل سکونت دیہات میں ہو عموماً اس میں ٹھہر جاتا تھا۔ دوسری منزل نسبتاً سادہ مگر ہر گز سے با آسائش تھی۔ اور اس سے بھی اوپر شاگرد پیتے کے کمرے تھے۔ جن میں سے ایک اس لئے خالی رہتا تھا۔ کہ پہلی منزل کے کسی امیر مہمان کا ذاتی نوکر ساتھ ہو تو اس میں رہ سکے۔

جس روز ڈویل کا واقعہ پیش آیا۔ اسی دن قریباً دس بجے کا وقت تھا۔ کہ ایک طویل القامت شریف صورت مرہ سادہ مگر عمدہ لباس پہنے آہستہ چلتا ہوا مارٹیر سٹریٹ سے گزرا۔ اور اس مکان کی کھڑکی میں اس مطلب کا اشتہار دیکھ کر کہ پہلی منزل کرایہ کے لئے خالی ہے۔ دروازہ پر دستک دی۔ نوکروں میں سے ایک نے دروازہ کھولا۔ تو اس نے حصہ مذکور دیکھنے کی خواہش کی۔ نوکر سب سے پہلے اسے مسز میکالے کے کمرہ نشست میں لے گیا۔ اور معززہ بیوہ اس کی اطلاع پا کر دوسرے کمرہ میں اجنبی کے سامنے آنے سے پیشتر اپنی صورت میں مناسب اصلاح کرنے لگی۔ چنانچہ اس نے ہاتھ منہ دھویا۔ ریشی گون پہنی۔ اور سرخ فیتوں کی ٹوپی اور طے کر بون پر آٹا ربسم لے ہوئے کمرہ نشست میں داخل ہوئی مسز میکالے انسان کی صورت دیکھ کر اس کے دلی خیالات معلوم کرنے میں خاص مہارت دکھائی تھی۔ جو شخص کرایہ دار کی حیثیت میں آتا وہ سب سے پہلے اس کے چہرہ کو غور سے دیکھتی۔ اور اس طرح یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتی کہ یہ شخص ہر قسم کی واجبات

مقام وقت پہنچا رہا؟ یا کچھ رقم دبا کر کسی روز چپ چاپ بھسک جائے گا۔ اس بارہ میں اس غریب کی مجبوری قابلِ محاط تھی۔ کیونکہ اس طرح کے سرخ و قہر سے بات بات پیش آتے رہتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان لوگوں کی صورتیں یاد کر کے جو کچھ روپیہ دبا کر بھاگ گئے تھے۔ اس نے اس بات کا اندازہ کرنا شروع کیا کہ کس شخص کو محفوظ اور کسے غیر محفوظ سمجھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اب کمرہ نشینت میں اس دراز قمارت شخص کے سامنے آکر جس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس نے در دیدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے چہرہ سے باطنی خصائل کا اندازہ کرنے کی کوشش شروع کی۔

جیسا ہم نے پیشتر بیان کیا ہے۔ یہ شخص دراز قامت اور شکیل تھا۔ بال حن کی رنگت لوہے کی طرح کالی تھی۔ پیشانی کے اوپر گھسے ہوئے۔ اور چاند پران کی مقدار بہت کم تھی۔ مگر گھمچے بھاری اور نبٹا سیاہ تھے۔ گران کی جڑوں میں بھی کہیں کہیں سپیدی جھلک دینے لگی تھی۔ جہاں تک بشرہ کا تعلق ہے وہ ایک شکیل خوش رو آدمی تھا۔ مگر نگاہ سے یہی سمجھتی۔ سردہری اور اداسی کا اظہار ہوتا تھا۔ کہ دیکھنے والے پر اس کا اثر نہایت یقینی تھا۔ رنگت اس طرح ساولی تھی۔ گویا عمر کا بڑا حصہ دھوپ اور کھلی ہوا میں رہ کر بسر کیا ہے۔ رہ گیا عمر کا سوال۔ اس کا جواب دینا واقعی مشکل ہے۔ کیونکہ ممکن ہے اس کی عمر چاس سال ہو۔ یا اس سے چند سال کم یا زیادہ۔ بہر حال چونکہ اس کے دانت خوشنما اور مضبوط تھے۔ اس لئے ظن غالب یہی تھا۔ کہ عمر چاس سے اوپر نہیں ہے۔ لباس سیاہ اور اس کے اوپر نیلے رنگ کا ڈھیلیا بادہ اور پٹھر کھا تھا۔ چونکہ وسط اکٹہ پر کے دن اور موسم معتدل تھا۔ اس لئے مسٹر میکالے نے خیال کیا۔ یہ شخص حال میں ہائی سے اٹھا ہے۔ اس لئے سردی سے محفوظ رہنے کو اس قسم کی احتیاط کی ہے۔ مقوڑی دیتا ہے۔ اس کی طرف نظر غور سے دیکھتی رہی۔ مگر بڑی کوشش کے باوجود اس کی صورت سے اس کا اندازہ نہ کر سکی۔ کہ اس کی نسبت چھی رائے قائم کرنی چاہیے یا بری۔ اس میں شک نہیں وہ شکل و صورت سے شریف تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی نگاہ کی سختی پریشان اور مضطرب کرنے والی تھی۔ علاوہ بریں مسٹر میکالے ایک چارے ہی شخص کے متعلق سخت دھوکا کھا چکی تھی۔ جس کا قصہ یوں ہے کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو پولینڈ کا نائب کہا کرتا تھا۔ اور جس کا نام غیر معمولی طور پر لمبا تھا۔ کچھ عرصہ اس کے مکان پر رہنے کے بعد پانچ پونڈ دبا کر بھاگ گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کی نوابی سراسر فرضی تھی۔ حقیقت میں وہ آئرلینڈ کا کوئی چالیا تھا۔ دوسری طرف اسے ایک عمر رسیدہ شخص کا واقعہ بھی یاد تھا جسے اس نے محض اس کی نگاہ کی سختی کی وجہ سے مکان پر رکنے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر وہ ہمسایہ میں مسٹر سفن کے ماں پورے دس سال رہا اور اس عرصہ میں کرایہ کی رقم بڑی پابندی سے ادا کرتا رہا۔ کبھی چار یا شکر چرائے جانے کی شکایت نہیں

کی۔ اور نہ اور مشکلات پیدا کیں۔ ایسے حالات میں بصورت موجودہ مسز میکالے کو جتنا بھی اضطراب تھا اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ بڑی کوشش کے باوجود وہ اس شخص کی صورت سے سیرت کا اندازہ نہ کر سکی۔

”میرے خیال میں آپ کے مکان کا ایک حصہ کرایے لے خالی ہے؟“ آخر کار اجنبی نے کہا۔ اور اب جو مسز میکالے نے اس کی بھاری مگر نرم آواز میں افسردگی کا اشتراک دیکھا۔ تو چونک گئی۔ کیونکہ وہ اس کے لبوں سے محض غیر معمولی کرخت آواز سننے کی امید رکھتی تھی۔

”جی ہاں ہے۔“ اس نے قدرے مطمئن ہو کر جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے لبوں پر وہ ہلکا تبسم نمودار ہوا۔ جو اس تماش کی عورتیں خاص خاص موقعوں پر پیدا کر لیتی ہیں۔ ”مجھے یقین ہے آپ ضرور اس کو پسند کریں گے۔ مگر کیا آپ کو اپنے اور ہیگم صاحب کے لئے مشترک مکان کی ضرورت ہے یا نہ؟“

”نہیں صرف اپنے لئے۔“ اجنبی نے جواب دیا۔ اور وہ اٹھ کر اس طرح دروازہ کی طرف چلا۔ ”گویا مزید گفتگو کے بغیر خالی حصہ مکان کا معاملہ کرنا چاہتا ہے۔“

”ٹھیک ہے میں ساتھ چل کر دکھاتی ہوں۔“ مسز میکالے نے کہا اور وہ اس کے آگے زمین کی طرف ہولی مگر چلتے چلتے کہنے لگی۔ ”تو یہ ایسا عجیب و غریب کم بخت نے یہاں ڈال دی۔“ پھر زمین کے موڑ پر ایک ڈول کو بازو کی کونٹری میں پھینکتے ہوئے اس نے کہا۔ ”یہ اسی لاپرواہی کے کارنامے ہیں۔ جانے اس وقت کیسے کر رہی ہے۔“

جوں توں کر کے دونوں مذکورہ میں پہنچے۔ اجنبی نے بیٹھنے اور سونے کے کردار کو ہم پاس واقع تھے صرف ایک نظر دیکھا۔ اور کہہ دیا۔ ”یہ جگہ میرے مطلب کے لئے ٹھیک ہے۔“

”اس کا کرایہ بارہ پونڈ ہفتہ وار ہے۔“ مسز میکالے نے کہا جس میں نوکروں کا خرچ بھی شامل ہے لیکن اگر آپ کے ساتھ اپنا ملازم ہو تو اس کے رہنے کو بالائی پھت پر ایک جد لکھو موجود ہے۔“

”میرے ساتھ کوئی ملازم نہیں۔ اور نہ میں کسی کو ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔“ اجنبی نے جواب دیا۔

”بہت اچھا جیسے آپ کی مرضی۔“ مسز میکالے نے کہا۔ آپ دیکھیں گے یہ جگہ بہت پر امن ہے اور یہ کہنا غیر ضروری ہو گا۔ اس نے سر کو نخوت سے سیدھا کرتے ہوئے کہا۔ ”کہ آج تک کسی کو اس کی عزت دینا پر حرف گیری کا موقع نہیں ملا۔ فرمائیے آپ کب آئیں گے؟“

”آمنے سے پہلے میں ایک دو باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“ اجنبی نے کہا۔ ”موجودہ نقاہت میں مجھے ایک

ایسے مکان کی تلاش ہے جس میں کسی طرح کا شور و غل نہ ہو۔ یہی اس گھد میں اور کرایہ دار بھی رہتے ہیں؟
 ”ہاں۔ اس کمرے اور دالی منزل میں دو شخص رہتے ہیں۔ مگر وہ ایسے حلیم ہیں۔ کہ یقیناً آپ کو ان کے
 خلاف اعتراض کا موقع نہ ہوگا۔“

”ان کے بچے ہیں؟“ اجنبی نے پوچھا۔

”نہیں ضرور نہیں بھائی ہیں۔“ مسز میکے نے جواب دیا۔ ”دونو نو عمر اور شریف ہیں۔ اور گزشتہ چھ ماہ
 کے عرصہ میں جب سے یہاں آئے۔ کسی موقع پر کرایہ دار کے میں جنت نہیں کی۔ زمین کی راہ سے اوپر جانے
 آتے ہیں تو چپ چاپ...“

”ان کے علاوہ کوئی اور بھی رہتا ہے؟“

”نہیں۔ اور نہ کسی کی گنجائش ہے۔ اگر اس جگہ کو آپ کرایہ پر لیں۔ تو میرا مکان سارے کا
 سارا رگ جانے کا یہی موقع ہے۔ کرایہ پر دیے جاتے ہیں۔“

”اچھا تو میں اسے لے لیتا ہوں۔“ اجنبی نے جواب دیا۔ ”اور میں آج ہی اس میں آجاؤں گا۔ میرا
 اسباب پاس ہی ایک ہوٹل میں رکھا ہوا ہے۔ میں جا کر اسے بھیج دیتا ہوں...“

”ہاں مگر...“ اجنبی کو دروازہ کی طرف جلتے ہوئے دیکھ کر مسز میکے نے جلدی سے ایسٹ
 لیم میں کہا۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مطلوب تھا۔ کہ جو کچھ میں کہتی ہوں۔ وہ باعث طلال نہ ہونا چاہیے۔ آپ
 ارزاہ ضمانت کسی شخص کی شناخت دے سکیں تو اچھا ہو۔“

”یہ مشکل ہے۔“ اجنبی نے رگ کر کہا۔ ”کیونکہ میں اس جگہ نو وارد ہوں۔ اور لندن میں کوئی شخص
 میرا دوست نہیں۔ لیکن اگر ہر قسم کے اغراجات پیشگی لیکر آپ کا اطمینان ہو جائے تو میں حاضر ہوں۔“
 یہ کہتے ہوئے اس نے جیب سے ایک بھاری سا بٹن اٹکالا۔

”مگر دونو حالتوں میں فرق ہے۔“ مسز میکے نے کہا۔ اور اس کے ساتھ اسے ایک سرخ مو
 شخص کا واقعہ یاد آیا جس نے ہندو دن کا کرایہ پیشگی ادا کیا تھا۔ مگر بعد میں پہلے دس پونڈ کا مندرجہ
 ہوا۔ اور جب ان کا مطالبہ کیا گیا۔ تو چاندی کی تہوہ دانی اور چھ قہیتی چھچھے لیکر فرار ہو گیا۔ اس قسم کے
 تلخ تجربات کے بعد مسز میکے دوبارہ ایسی غلطی کرنے پر ہشمل آمادہ ہو سکتی تھی۔

اتنے میں اجنبی کہنے لگا۔ ”کرایہ داروں کی شناخت کا طریقہ جو آپ نے قائم کر رکھا ہے۔ بیشک
 اچھا ہے۔ اور مجھے آپ کے اس مطالبہ پر کسی طرح کا رنج نہیں۔ آپ کی کارروائی بجائے خود ثابت
 کرتی ہے کہ یہ گھر ہر لحاظ سے عزت دار ہے۔ مگر جیسا میں نے پہلے کہا تھا۔ میں شہر لندن میں اجنبیوں

کوئی سیرادائق نہیں جس کی شناخت دے سکوں... البتہ اگر آپ سٹریٹ میں میرے ساہوکار سے ملینا کرنا چاہیں۔ تو شوق سے کر لیجئے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے ساہوکار کا مفصل پتہ دیا۔ پھر کہنے لگا۔ ”یہ جگہ مجھ کو پسند ہے۔ اور اب دیکھئے دکھانے کی رحمت کے بعد میں نہیں چاہتا اسے چھوڑ کر کوئی اور جگہ تلاش کرتا پھروں۔“

”میں آپ کی عنایت کے لئے ممنون ہوں۔“ مسٹر میکالے نے پھر کسی قدر مطمئن ہو کر کہا۔ ”ان سے دریافت کرنے پر میرا اطمینان ہو جائے گا۔ لیکن معاف کیجئے اب تک مجھے آپ کا اسم گرامی معلوم نہیں ہوا۔“

”آپ ان سے سٹریٹ کلف کی نسبت دریافت کریں؟“ اجنبی نے کہا۔ اور اس کے بعد وہ نصحت ہوا۔

مسٹر میکالے فوراً اس ساہوکار کی طرف روانہ ہوئی جس کا اجنبی نے حوالہ دیا تھا۔ دفتر میں پہنچ کر اس نے ایک محرر سے ذکر کیا تو اس نے ایک اور شخص کا جو دوسرے کمرہ میں بیٹھا تھا۔ پتہ دیا۔ اس سے مسٹر میکالے کا جوش ٹھنڈا پر گیا۔ کیونکہ اس نے سوچا اگر اس شخص کا اس دفتر سے لین دین ہوتا تو محروم خود ہی سب حال کہہ دیتا۔ خیر وہ اس دوسرے شخص کے پاس جس کا محرر نے پتہ دیا تھا گئی وہ اس کی باتوں کو غور سے سنتا رہا۔ اس کے بعد ایک بڑی ہی کتاب کی۔ جو باپس رکھی ہوئی تھی وہی ورق گردانی کرنے لگا۔

کتھڑی ویر وقت ضائع کرنے کے بعد آخر کار اس نے کہا ”سٹریٹ کلف کا حال مجھے کچھ معلوم نہیں...“

”تو اس کے معنی یہ ہیں میرا اتنا وقت ناحق ضائع کیا گیا۔ اور مجھ نہیں مکان کرایہ پر دینے سے کرایہ کی رقم بھی ہاتھ سے چلی جاتی۔“ مسٹر میکالے نے غضبناک ہو کر کہا۔ ”کون کہہ سکتا ہے یہ شخص بھی کسی دن چپ چاپ ایک اور قہوہ دانی اور چاندی کے چھ چیمے بیکر کھسک جاتا۔“

”مگر سنئے تو؟“ ساہوکار نے قلم کو شانہ انداز سے حرکت دیتے ہوئے کہا۔ ”وہ اصل آپ نے میری بات نہیں سمجھی۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ مجھے سٹریٹ کلف کا ذاتی حال معلوم نہیں۔ یعنی وہ کون ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ مگر اس کے باوجود میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کا ایک لاکھ پونڈ سے اوپر روپیہ ہمارے ہاں جمع ہے...“

”ایک لاکھ؟“ مسٹر میکالے نے فرط حیرت سے منہ پھاڑ کر کہا۔ ”ایک لاکھ پونڈ! اور میں قہوہ دانی

اور چاندی کے چھوٹے چوری سے ڈرتی ہوں۔۔۔“

تیمم اگر آپ مسٹر ریڈ کلف کو مکان کرایہ پر دینا چاہتی ہیں۔۔۔ بشرطیکہ آپ کا کرایہ وار دی کلینٹ ریڈ کلف ہو جس کا نام میری بیہوشی میں درج ہے۔ تو اطمینان رکھئے آپ کے بیٹنوں اور بچوں کو کسی طرح کا خطرہ نہیں۔“

سہرا

اتنا کہہ کر ساہوکار نے سر کو ہلکے دم دیا جس کے معنی یہ تھے کہ بس جیسے اس سے زیادہ کہہ نہیں کہنا ہے۔ اور نہ میں ان جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں۔ ناچار مسز میکالے وہاں سے چلی آئی اور ایک کرایہ کی گاڑی میں سوار ہو کر مکان پر پہنچی۔ مگر رستہ میں کئی طرح کے شکوک و شبہات اس محنت اور شکی عورت کے دل میں پیدا ہونے لگے۔ سوچی سمجھی تھی۔ کیا عجب یہ شخص جو مکان کرایہ پر لینا چاہتا ہے حقیقت میں کلینٹ ریڈ کلف نہ ہو۔ کون کہہ سکتا ہے وہ کوئی مہذب ٹھگ ہو جس نے یہ سن کر کہ کلینٹ ریڈ کلف کا بہت سا روپیہ جمع ہے۔ اس کا بھروپ اختیار کر لیا ہو۔ طرح طرح کی بدگمانیاں اس کے دل میں پیدا ہونے لگیں۔ جنہوں نے بد ریح یہاں تک ترقی کی کہ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا خواہ کچھ ہو میں اس شخص کو مکان کرایہ پر نہ دوں گی۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ جس شخص کے پاس ایک لاکھ پونڈ ہوں۔ اس کا سارے لندن میں کوئی شناسا نہ ہو۔ نہیں یہ چال اس خریبی شخص نے محض اس لئے اختیار کی ہے کہ ساہوکار کے سو اکیس کا حالہ دینے کی ضرورت نہ ہو۔ اس قسم کے خیالات دل میں لئے وہ مکان پر واپس ہوئی۔ مگر جس وقت مایٹیرس ٹریٹ سے گزر رہی تھی۔ ٹورسٹ میں مسز سلکن کا مکان دیکھ کر اسے وہ واقعہ یاد آگیا۔ جب ایسے ہی شبہات کی وجہ سے اس نے ایک عمر رسیدہ شریف آدمی کو گھر میں رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر وہ اس ہمسائی کے مکان پر کئی سال رہا۔ ہمیشہ اپنا کرایہ باقاعدگی سے ادا کرتا رہا۔ اور کبھی کسی شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔ اس واقعہ کو یاد کر کے اس نے اپنے موجودہ شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کی۔ غرض اس جدوجہد کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اجنبی کے حق میں فیصلہ کر لیا۔ گو اس کے باوجود فطری بدگمانی کی وجہ سے یہ خیال۔ رہ کر دل میں پیدا ہوتا رہا۔ کہ میں نے اچھا نہیں کیا۔ اور یہ شخص جلد یا بدیر ضرور بد قماش ثابت ہوگا۔ بہر صورت تھوڑی دیر بعد نئے کرایہ دار کا اسباب پاس دے ہوٹل سے آگیا۔ مسز میکالے کی آنکھ وہیر سے اس قہقہے پر لگی ہوئی تھی جو اسباب لیکر آیا۔ پس جب وہ اسباب رکھ چکا۔ تو اس نے اسے اشارہ سے اپنے کمرہ میں بلایا جن کے دو گلاس پر کر کے ایک اسے دیا۔ دوسرا اپنے لئے رکھا۔ اور اس کے بعد اس پر سوالات کی بھرا

مشرع کی ۔

جستے ہو یہ شخص سڑ ٹیکلف کون ہے؟ اس نے پوچھا۔

”نہیں میڈم مجھے اس کا حال معلوم نہیں۔“ ہوٹل کے مزدور نے جواب دیا۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس نے سب نوکرین کو خوب دل کھیل کر انعام دیا ہے۔“

”تو کسے تمہارے ہوٹل میں آئے کتنی مدت ہوئی؟“

”یوں سمجھئے کہ اول مرتبہ وہ چھ سات ہفتے ہوئے آیا تھا۔ مگر اس وقت صرف چند روز ٹھہرا۔ دن بھر اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا پرانے اخبارات دیکھا کرتا تھا۔ ہمارے ہاں۔ ہوٹل میں اخبار ڈاکٹر کا کوئی بیس سال کا پوتا فائل رکھا ہے۔ بس وہ صبح سے رات تک اسی کو دیکھا کرتا تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ اس نے دس اول سے آٹھ تک پڑھ ڈالا ہوگا۔ ہوٹل کے خاندان کا خیال ہے کہ یہ شخص یا کوئی مدبر ہے یا کسی ورثہ کے متعلق جائزہ وارڈن کو تلاش کر رہا ہے۔ یا ممکن ہے وہ کئی سال ملک سے باہر رہنے کے بعد واپس آکر یہ معلوم کرنا چاہتا ہو کہ میری غیر حاضری میں یہاں کیا کیا واقعات ہوئے۔“

”مجیب بات ہے۔“ مسز میکالے نے کہا۔ اور اس کے بعد معاملہ کے مالی پہلو پر غور کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔ ”میرا خیال ہے ضرور وہ کسی وارث ہی کی تلاش میں ہے۔ اور اسی لئے اخبار کے اشتہارات پڑھتا ہے۔ ساہوکار کے ہاں اس نے جو رد و پید جمع کر رکھا ہے۔ وہ بھی غالباً اسی سلسلہ میں ہے۔“

مگر تم کہہ رہے تھے کہ اول مرتبہ وہ صرف چند دن ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔“

”جی ہاں۔ اس سے زیادہ نہیں۔“ ہوٹل کے مزدور نے کہا۔ ”اس کے بعد وہ ایک دستی بیگ ہاتھ میں لیکر دیہات کو روانہ ہو گیا۔ کہتا تھا چند دن تک واپس آؤں گا۔ جاتے وقت بہت گھبراہٹ مولاہم ہوتا تھا۔ اس لئے ہوٹل کابل بھی نہیں بچایا۔ اسی طرح پانچ چھ ہفتے گزر گئے۔ اور ہمارے آقا نے یہ سمجھنا شروع کیا کہ وہ ضرور کوئی دھوکہ باز تھا۔ کیا عجیب اس ٹرنک میں بھی ہے وہ چھوڑ گیا ہے۔ اینٹوں کے ٹکڑے اور پھوس بھرا ہوا۔ اور وہ اپنی ضروری چیزیں دستی بیگ میں رکھ کر ساتھ لے گیا ہو۔“

”ماں واقعی ایسا شک پیدا ہونا قدرتی ہے۔“ مسز میکالے نے جیسے یہ بات دل لگتی تھی کہا۔

”پیرے دل میں تو چھ ہفتے گزرنے سے پہلے ہی شبہ ہو جاتا۔ اچھا پھر؟“

”بس میڈم۔ کل صبح کی بات ہے کہ آقا نے انتظار سے تھک کر ٹرنک کھولنے کا فیصلہ کر لیا۔ مزدور نے کہا۔ چنانچہ مجھے ہلاک اس نے ایک آہنی سلاح لانے کو کہا۔ میں اسے بیک مسٹر ٹیکلف کے کمرہ کی طرف بارہا تھا۔ کہ ایک کرایہ کی گاڑی ہوٹل کے دروازہ پر آکر ٹھہری۔ اور اس سے آٹا کون بڑی مسٹر ریڈ کلف۔ جن کا اسباب اسی دستی بیگ کی صورت میں گاڑی میں لٹا رکھا تھا۔ میں نے جمعے اس

آہنی سلاح کو کپڑوں میں چھپایا اور مسٹر ٹیڈ کلف کو سلام کیا۔ جب آقا کو خبر ہوئی تو پوچھے نہیں وہ کتنے خوش ہوئے۔ اور ایسا ہونا قدرتی تھا۔ کیونکہ مسٹر ٹیڈ کلف کو ذرا سی دیر اور ہو جاتی تو ٹرانک کھل جاتا اور آقا کو مشکل کا سامنا ہوتا۔

”تمہارے آقا کی جگہ میں ہوتی تو ہند ایک ہفتے سے زیادہ انتظار نہ کرتی۔“ مسٹر میکالے نے جلدی سے کہا۔ ”ہاں چہرہ؟“

”بس میڈم۔ ابھی ایک گھنٹہ کی بات ہے کہ مسٹر ٹیڈ کلف نے گھنٹی بجائی۔ اور اپنا بل طلب کیا اب گو وہ پورا ڈیڑھ مہینہ باہر رہا۔ مگر اس کا ٹرانک اس عرصہ میں ہٹل میں ہی پڑا ہوا تھا۔ اس نے آقا سے اس ڈیڑھ مہینہ کا کریڈیٹ بل میں شامل کر دیا۔ ہمارا خانا ماں یوں بہت عرصہ مند ہے۔ مگر اس بل کو لے کر جانے کی اسے بھی جرات نہ ہوتی تھی۔ خیر آقا کے کہنے سے وہ بیگیا۔ مگر یہ کلف کا یہ حال کہ بل کو سرسری نظر دیکھتے ہی چند نوٹ میز پر رکھ دیے۔ ایک لمحہ بھی تال نہیں کیا۔“

”بس۔ بس۔ یہی بات مجھ کو پسند ہے۔“ مسٹر میکالے نے خوش ہو کر کہا۔ اور اس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ بل تیار کرتے وقت میں بھی خوب جی کھول کر خرچ لگاؤں گی۔ چند نامہ اخراجات ان میں اور شامل کر دیے گئے۔ تو یقیناً اس شخص کو اعتراض نہ ہوگا۔

”اس کے علاوہ“ قلی نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”اس نے سب نوکروں کو خوب دل کھول کر انعام دیا۔ بالکل اس طرح گویا یہ چھ ہفتہ کا عرصہ اس نے ہٹل میں رہ کر ہی بسر کیا تھا۔“

”لو۔ ایک نکلاس اور لو۔“ مسٹر میکالے نے جیسی سونے کی چٹیا کے دام میں پھنسنے پر خوشی سے چھوٹی نہ سہتی تھی۔ فیاضانہ انداز سے کہا۔ اور اب ہر قسم کے شکوک و شبہات اور تمام بدگمانیاں جوئے کا پیر کی نسبت اس کے دل میں پیدا ہوئی تھیں رفع ہو گئیں۔

ہٹل کے مزدور نے دوسرا نکلاس بھی خالی کر دیا۔ اور پھر ٹرانک اٹھا کر اوپر کی منزل پر لے گیا۔ جس کے بعد وہ مسٹر میکالے کو سلام کر کے رخصت ہوا۔ اس کے کھوڑی دیر بعد مسٹر ٹیڈ کلف نے آکر اس حصہ مکان میں سکونت اختیار کر لی۔ اس عرصہ میں مسٹر میکالے اپنا بہترین اتوار کو پہننے کا لباس پہن کر ہر سرفرینڈز کی نئی ٹوپی سر پر رکھے اس کے خیر مقدم کو تیار ہو رہی تھی۔ مگر مسٹر ٹیڈ کلف کے خاموشی و اقلہ سے اس کی ضرورت نہ ہوئی۔

باب ۱۳ (ب)

بہن بھائی

جس وقت مسٹر ریڈ کلف نے اس مکان کی پہلی منزل میں سکونت اختیار کی۔ دوسری منزل کے کیمین جن کا ذکر مسٹر میکا نے اشارتاً کیا تھا۔ ایک میز کے پاس جس پر کتا ہیں اور کشیدہ کاری کا سامان رکھا ہوا تھا۔ بیٹھے تھے۔ کمرہ مناسب طور پر آراستہ اور ہر لحاظ سے آرام دہ تھا۔ اور اس کے رہنے والے بہن بھائی دو شخص تھے۔ جو آدمی انہیں سرسری نظر سے دیکھے وہ آسانی سے کہہ سکتا تھا کہ دونوں آدمی بہن کا ذکر تفصیل سے کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پیشتر پہچانے فی الواقعہ وہ کرسٹینا ایشٹن ہی تھی جس کی خاطر لارڈ آکسپین میریڈیٹھ نے ڈویل لڑنا منظور کیا تھا۔ صرف اتنا اور کھانا باقی ہے۔ کہ وہ ۱۶-۱۷ سال کی ایک نہایت حسین لڑکی تھی۔

اس کا بھائی۔ اتنا ہی بڑا اور شکل و صورت میں اسی کے برابر شکل تھا۔ اس کی آنکھیں بھی بہن کی طرح موٹی اور سیاہ تھیں۔ اور گوسر کے بال اتنے کالے نہ تھے۔ مگر ان میں بھی وہی قدرتی چمک پائی جاتی تھی۔ جو کرسٹینا کے بالوں میں تھی۔ بہن کی طرح اس کے دانت بھی مزیوں کی آب رکھتے اور ہر لحاظ سے مکمل تھے۔ اور اسی کی طرح اس کا چہرہ بھی سپید تھا۔ اس طرح کا سپید نہیں جسے نقابت یا علامات کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اس کی سپیدی ایسی تھی جو سیاہ بال اور سیاہ آنکھیں رکھنے والے جوانوں کے چہرہ سے مخصوص اور سرخ رنگت کے فقدان سے پیدا ہوتی ہے۔ کرسٹینا کا اندام نازک۔ چھریرا اور خوش وضع بیان کیا گیا ہے جس میں شباب کی بالیدگی کے سب امکانات موجود تھے اور گو سینہ کی نہایت دھندلہ دہی سے عشاق کی دلربائی کے سامان پیدا کرتی تھی۔ مگر اس حیلے و شیرازی سے جسے ناظرین اس سے منسوب کرنے لگے ہیں۔ لباس کی تراش میں نوہ جن سے زیادہ اخفائے جمال کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اور ہر طرف کی ایسی سپید گردن تنگ گریبان میں محصور تھی۔ بھائی کا بدن گونا گویا اور متناسب الامعنا تھا۔ مگر رفتار شباب کے ساتھ ساتھ اس میں بھی مردانہ بالیدگی کے آثار تھے صورت کی طرح سیرت میں بھی دونوں ایک دوسرے سے ملنے تھے۔ دونوں تعلیم یافتہ اور ذہین تھے۔ دونوں کی فطرت قابل رشک تھی۔ دونوں کو آپس میں بے انداز محبت تھی۔ چنانچہ جس وقت بہن کشیدہ کے کام میں مصروف ہو تو بھائی کوئی کتاب لیکر بیٹھ جاتا۔ اور اس کے وہ حصے پڑھ کر سننے لگتا تھا جو دلچسپ اور سبق آموز ہوں۔

ہن بھائی دونوں کے چہرہ پر ہلکے کی ایک ہلکی نامعلوم جھلک پائی جاتی تھی۔ جو بعض اوقات نمایاں صورت اختیار کر لیتی۔ مگر جب ان میں سے ایک دوسرے کو اس حالت میں دیکھتا تو وہ فوراً مسکرنے کی کوشش کرتا۔ جس سے معلوم ہوتا کہ ان میں کچھ اس قسم کا خاموش سہارہ ہے مگر جہاں تک ممکن ہو اثرات یاس کو غالب نہ ہونے دیا جائے۔ تو ام بچوں میں کئی طرح کی دھمپیاں پائی جاتی ہیں۔ ان میں گہری محبت ہونا یقینی ہوتا ہے۔ اکثر ان میں عظیم ذہنی مشابہت پائی جاتی ہے۔ ان کے مزاج۔ ان کے ذہنی اشتغال بھی بالعموم سادہ سی ہوتے ہیں۔ مگر یہ مشابہتیں جو عام طور پر سبھی قوم بچوں میں پائی جاتی ہیں۔ کبھی اس قدر نمایاں صورت میں نہ دیکھی گئی ہوں گی جیسے ان بھائی بہن میں تھیں۔ جن کا حال لکھا جا رہا ہے۔ ان کے تعلقات میں ایک خاص دلکشی پائی جاتی تھی۔ جس میں اس سبب سے اور اضافہ ہو گیا۔ کہ ان کے نام بھی حقیقت میں تنافس کے ساتھ ایک ہی تھے۔ یعنی بہن کا نام اگر کہ سنیہ تھا تو بھائی کا کرچن۔

جس دن صبح کو لارڈ آکلیون میرٹھ کا اپنے حریف سے ڈویل ہوا۔ یعنی ریجنس پارک میں کر سٹینا انیشن کو ناخوشگوار واقعہ پیش آنے کے دوسرے دن کا ذکر ہے۔ جیسا امید کی جاسکتی ہے۔ کر سٹینا نے اس واقعہ کا سبب حال بھائی سے کہہ دیا تھا۔ کیونکہ وہ کبھی ایک دوسرے سے کوئی بات نہ چھپاتے تھے۔ اب کرچن کا یہ لگا ہوا کتاب سے نظر ہٹا کر بہن کے چہرہ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوتا تھا کہ وہ بچپن اور مضطرب ہے۔ جس کی وجہ اس سے پوشیدہ نہ تھی۔ پہلے اس نے بالارادہ اس مضمون کا ذکر نہیں چھڑا کہ مبادا اس سے بہن کے خیالات پوری طرح اسی معاملہ پر جم جائیں۔ مگر جب اس نے اس کی بے چینی کو ترقی کرنے دیکھا۔ تو کتاب ہاتھ سے رکھ کر پیار کی آواز سے کہنے لگا۔ بہن تمہیں اس طرح فکر مند دیکھ کر میرا دل سخت مضطرب ہوتا ہے۔ خدا کرے تمہاری بے چینی جلد رفع ہو۔“

نازنین کی خوشنمایاہ آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے بہنے لگے۔ اور وہ افسردگی کے لہجہ میں بولی۔ کرچن مجھے اس لئے تشویش ہے کہ ایسا نہ ہو میری وجہ سے دو قیمتی جانوں کو خطرہ پیش آئے۔ یا اس وقت تک ان میں سے ایک ضایع ہو گئی ہو۔“

”مگر کیا مضر پر سیدل نے وعدہ نہ کیا تھا۔ کہ مقابلہ کے نتیجہ کی اطلاع ضرور دے دیتی جاؤ گی؟“ بھائی نے پوچھا۔ ”میرا دل کہتا ہے کہ اگر کوئی ہلکے واقعہ پیش آتا تو ضرور اس وقت تک سارا حال معلوم ہو جاتا۔ اور کیا مضر پر سیدل نے یہ نہ بتایا تھا کہ وہ کہاں رہتے ہیں؟ یہ معلوم ہوتا تو میں خود جا کر ان کا حال دریافت کرتا۔“

نہیں۔ انہوں نے قصداً سمجھنا علم رکھنا کہ ایسا نہ ہو میں حکام کو خبر دے کر ڈویل رکوانے کی کوشش کروں۔“ کرسٹینا نے جواب دیا۔

”ہمیں میں لندن میں آئے تھے جینے ہوئے۔ مگر اس ایک موقع کے سوا میں نے کبھی نہیں تنہا باہر نہیں جلتے دیا۔“ کرسچن نے کہا۔ ”اور میں عہد کرتا ہوں کہ پھر کبھی اکیلا باہر نہ جاسے دوں گا۔“

”کرسچن! نہیں یلو ہے۔ اس روز تم اپنی تصویر کی تبدیلی میں بطرح مصروف تھے۔ اس لئے میں نے تمہارا ہرج کرنا مناسب نہ جانا۔“ کرسٹینا نے جواب دیا۔ ”خلافہ ہیں چونکہ ریجنٹس پارک بالکل پاس ہے۔ اس لئے میں نے سبھاؤ مان سٹرپر سٹن کے مکان تک اکیلا جانے میں کیا عیب ہوگا۔ ہمیں اس روز اپنا ماہوار وظیفہ لینے ان کے وہاں جانا تھا۔ نہیں اس کا خیال نہیں رہا۔ اور میں نے یہ سوچکر کہ تمہیں کپڑے بدلنے دیر ہو جائے گی۔ اور سٹرپر سٹن جو ہمیشہ اصرار کیا کرتے ہیں کہ یوم معینہ کو ذات مقررہ پر وظیفہ لینے آیا کرو خفا ہو جائیں گے۔ یہ معمولی کام اپنے اوپر لے لیا۔۔۔“

”خیر جو کچھ بھی ہو اچھے اس پر سخت ندامت ہے۔ کیونکہ نہ میں اس بات کو بھولتا رہتا ہوں رحمت ہوتی۔“ کرسچن نے کہا۔ ”بہر حال آئندہ کے لئے میں کان کو مانتا لگاتا ہوں کہ کبھی تساہل نہ ہوگا۔ اور میں صحیح وقت پر تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں گا۔۔۔ مگر میں یہ پوچھنا چاہتا تھا۔ کیا اس موقع پر سٹرپر سٹن نے کچھ اور حالات بھی بیان کئے تھے؟“

”بالکل نہیں۔“ کرسٹینا نے جواب دیا۔ ”عام حالات کی طرح اس نے سب کام غیر معمولی جلدی میں کیا۔ اور گو اس کا سلوک گستاخانہ تھا۔ پھر بھی ہر بات میں ایک رنجہ اخفقا پایا جاتا تھا۔ میں پوچھتی ہی رہی کہ اس نے جلد سے کچھ نوکر کے ساتھ دفتر سے رخصت کر دیا۔“

”مجھے بارہا اس راز کو سوچکر تشویش ہوتی ہے۔“ کرسچن نے کہا۔ ”اور اب ایک لمحہ کے لئے اثرات طالع نے اس کے مزاج کی طبعی حالات کو بھی مکر کر دیا۔“ کالی کی زندگی سے میری طبیعت سخت گھبراتی ہے میں چاہتا ہوں کوئی ایسا کام شروع کروں جس سے اپنے لئے روزی کما سکوں۔ اگر جو کچھ ہمیں دیا جاتا ہے وہ محض خیرات کی قسم سے ہے۔ تو جلد اس دولت سے جتنا جلد چھٹکارا حاصل ہو بہتر ہے۔ لیکن اگر معاملہ یہ ہو کر چلائے جن کا اتعال دفعتاً ہو گیا تھا۔ ہمارے لئے کچھ جاذب دھڑکی اور اس کا منتظم سٹرپر سٹن کو مفز کی توخیر یہ اور بات ہے۔ بہر صورت یہ بدبھائی حالت ناگوار ہے۔ کچھ نہ کچھ معلوم ہونا چاہیے۔ جس سے ہماری زندگی پر روشنی پڑ سکے۔ اب کی بار پیاری کرسٹینا میں نے عہد کر لیا ہے کہ جب ماہوار وظیفہ لینے جاؤں گا تو سٹرپر سٹن سے ضرور ادب و استغفال کے ساتھ سب حال معلوم کر سکی

کوشش کروں گا۔

”بھائی میں بھی چاہتی ہوں۔ یہ راز کسی طرح حل ہو۔“ بہن نے کہا۔ پچھلے دو شنبہ کو ایک سال ہو گیا کہ ہمارے چچا کا۔ اس نے ایک آہ سرد کھینچی کہہا۔ ”ایسے افسوسناک حالات میں انتقال ہوا۔ اسی روز ہمارا ایک سال کا سوگ ختم ہوا۔ اور ہم نے ماتمی لباس اتار دیا۔“

”مگر اس ایک سال کے عرصہ میں میں اپنے متعلق اس سے زیادہ کچھ حالات معلوم نہ ہو سکے۔ جسٹس مسٹر ایشٹن کے انتقال پر معلوم تھے۔“ کرکچن نے کہا۔ ”ہاں اس عرصہ میں۔ مسٹر پرسٹن کسی طرح ہمارے معاملہ میں دلچسپی لینے لگے۔ چنانچہ چند ماہ ہوئے انہوں نے ہمیں اپنے خوشنما دیہاتی مکان سے یہاں صدر مقام میں بلوایا اور پوچھے کہہا کہ میں تمہیں زرگی کے کسی شعبہ کے لئے تیار رہونے میں مدد دوں گا۔ مگر دیکھ لو ہمیں یہاں آئے چند ماہ ہو گئے۔ پر حالت جیسی تب تھی ویسی اب ہے۔ مگر نہیں۔ اس طرح رنج و ملال کو دل میں جگہ دینا ٹھیک نہیں۔ یہ ناپاسی میں داخل ہوگا۔ (ہساری) ضروریات چونکہ محدود ہیں۔ اس لئے بارہ یونڈ ماہوار جو ہمیں ملتے ہیں۔ ہمارے لئے ایک چھوٹی سی دولت کا درجہ رکھتے ہیں۔“

بیارے بھائی۔ ”کرکچن نے کہا۔ ”گاہ بگاہ تمہاری زبان سے اس قسم کے الفاظ من کر جوتاب کرتے ہیں کہ تم اپنے دل میں جاتے۔ مردانہ خواہشات رکھتے ہو۔ دل کو جو خوشی ہوتی ہے۔ میں اسے بیان نہیں کر سکتی۔“ ادبیہ کہتے ہوئے اس نے بھائی کی طرف محبت اور خواہرانہ توصیف کی نظروں سے دیکھا۔

اس وقت ایک نوکر نے آکر اطلاع دی۔ ”مس ایک صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنا نام مسٹر پرسپول بیان کیا ہے۔“

”تو شک ہے کہ وہ ہر طرح محظوظ ہیں۔“ کرکچن نے انداز تشکر سے کہا۔ ادب بھائی نے نوکر کو حکم دیا کہ انہیں یہاں بھیج دو۔

لیکن اس وقت جب کہ لارڈ آکلیون میریڈیٹھ زمین کی راہ سے اس کمرہ کی طرف جا رہا ہے۔ ہم موقع سے فائدہ اٹھا کر ان حالات کی توضیح کرتے ہیں جن میں اس نے پرسپول کا فرضی نام اب تک برقرار رکھا۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ وہ کرکچن پر ایک نامعلوم حسینہ کی حیثیت میں عاشق ہو چکا تھا اور گو اس درمیان میں اس نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ وہ سے سیری شاہی خفیہ عشق و محبت پر مبنی ہے۔ تاہم اس پر اسرارنا زمین کے دوبارہ سامنے آتے ہی سے اپنے جذبات کی حقیقت کا علم ہو گیا

میں روز یکشنبہ پارک میں کرسٹینا سے اس کی غیر متوقع ملاقات ہوئی۔ تو اس کی آنکھوں کے آگے سے اک پردہ سا ہٹ گیا۔ اور اس نے معلوم کیا کہ زو سے شادی کرنے کا معاملہ میں میں نے کتنی بھاری غلطی کی ہے۔ اس حقیقت کو اب وہ بہت عرصہ نظر انداز نہ کر سکتا تھا۔ کہ مجھے اگر کسی سے سچا عشق ہو سکتا ہے۔ تو وہ کرسٹینا ایشٹن ہے۔ میرے دل میں اس کے لئے وہ زبردست جذبہ محبت ہے جو روکے نہیں رکھتا۔ دبائے نہیں دیتا۔ اور گو زو کے ساتھ تعلقات زوجیت بن کر کرسٹینا کے ساتھ تعلقات اخلاق کی بنا پر بار بار اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو اس دوسری ملاقات سے بچنا ہی لازم ہے۔ مگر باوجود کوشش کے وہ اس کا حوصلہ نہ کر سکا۔ فی الحقیقت اسے اپنے جذبات پر اتنا قابو نہ تھا۔ کہ وہ اس کشش پر غالب آسکتا۔ جو اسے اس نازنین کی طرف لے جاتی تھی انصافاً ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ خیال ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے دل میں پیدا نہیں ہوا۔ کہ کرسٹینا سے ناجائز تعلق پیدا کرنے یا اسے نیسکی کی راہ صراط سے منحرف کرنے کی کوشش کرے اس کی آرزو فقط یہ تھی کہ پھر ایک بار اس نازنین کے حسن و دیوار کا نظارہ لے۔ پھر ایک بار اسی نعمت پر خوش آمد آواز سنے۔ اور اس اثنا میں ایک نامعلوم۔ چھوٹی۔ مگر زبردست آواز بار بار اس کے سینہ میں کہہ رہی تھی۔ کہ یہ ملاقات آخری نہ ہوگی۔ یہ ملاقات آخری نہیں ہو سکتی۔ اس بارہ میں وہ خود اپنی کمزوری سے اچھی طرح خبردار تھا۔ اور اس حقیقت کو خوب سمجھتا تھا۔ کہ اس سے احتراز آئندہ بھی اتنا ہی غیر ممکن ہوگا جیسا اب ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی جب اس نے سوچا۔ کہ کیا میں اپنا اصلی نام اس پر ظاہر کروں تو ادراک نے جواب دیا کہ نادان اس صورت میں وہ باآسانی معلوم کر لے گی۔ تو شادی شدہ ہے۔ اس قسم کی حقیقت روزمرہ کے واقعات میں بڑی سہولت سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور اگر ایسا ہوگی۔ تو پھر ان ملاقاتوں کا غذا حافظہ البتہ پرسیدل کے فرضی نام سے یہ ملاقاتیں آئندہ بھی جاری رہ سکیں گی۔ اور گو ان سے عملی طور پر فائدہ کچھ نہ ہوگا۔ تاہم یہ کیا کم ہے۔ کہ ان سے اطمینان قلب تو ہوگا۔ سینہ کی خلش نہ رہے گی۔ نہ سہی۔ دل تو ٹھنڈا ہوتا رہیگا عرض اس تفصیل سے جو بات ہمیں ظاہر کرنا مطلوب تھا۔ وہ یہ ہے کہ گو آکٹیوین میرٹھ کی نیت میں فخر نہ تھا۔ گو اس کے دل میں اس نازنین کے خلاف کسی طرح کے فاسد منصوبے مطلق نہیں تھے تاہم ایک زبردست جذبہ مفتونیت کے زیراثر ڈھبے ہوئے شخص کے تئیں کی طرح اس نے اس فرضی نام کی رعایت کا موقع دیکھ کر اس سے فائدہ اٹھانے میں دریغ نہ کیا۔

اسی خوش اشتباہ میں اس نے کمرہ میں داخل ہونے کے وقت تک یہ بھی نہیں سوچا کہ کرسٹینا

کے پاس اور کون ہوگا۔ کیا وہ اپنے والدین کے ساتھ رہتی ہے یا کسی اور رشتہ دار کے ساتھ۔ یہ سب باتیں اور اس کی نسبت باقی حالات اسے قطعاً معلوم نہ تھے۔ سو اس ایک بات کے کہ اس کا ایک بھائی ہے۔ جسے اس نے چند موقوفوں پر اس کے ساتھ پھرنے دیکھا تھا۔ اور جیسا ناظرین کو یاد ہوگا۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ سے ان دونوں کا ذکر بھی کیا تھا۔ جو نوکر دروازہ کھولنے کے لئے آیا۔ اس سے وہ چند ایک سیالیت پوچھنا چاہتا تھا۔ مگر پھر خیال آیا۔ کہ اگر نوکر نے کم فہمی سے یہ سب باتیں انہی سے کہہ دیں جن کی نسبت انہیں دریافت کرنا مطلوب ہے۔ تو اس کا نتیجہ میرے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ پس وہ خاموش رہا۔

مگر وہیں داخل ہوتے ہی اس نے کہا۔ مسٹیشن میں اپنے وعدہ کے مطابق یہ عرض کرنے کو حاضر ہوا ہوں۔ کہ کام ہو گیا۔ اور میں ہر طرح محفوظ رہا۔

یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ اس ناظرین کی طرف بڑھایا۔ جس نے اسے بھولے پن سے پکڑ لیا کیونکہ وہ محسوس کرتی تھی کہ اس شخص نے مجھے ایک آوارہ گرد کی گستاخانہ بدسلوکی سے بچا کر اور میری وجہ سے جان تک کو خطرہ میں ڈال کر میری ذات پر اتنا بھاری احسان کیا ہے۔ جس کا عوض میں کسی حال میں اور نہیں کر سکتی۔

اسی انداز معصومیت سے اس نے اس کے شبیہ عائد طرز عمل کا پھر ایک بار شکریہ ادا کیا اور پوچھا۔ ”اس مقابلہ میں آپ کو کیا انخواسنہ کوئی چوٹ تو نہیں آئی؟“

”بالکل نہیں۔“ میری طبعیت نے جواب دیا۔ ”میرا اس شخص مسٹر سٹینہوپ سے جس نے آپ سے گستاخانہ سلوک کیا تھا۔ مقابلہ ہوا۔ مگر دونوں میں کسی کو گزند نہیں پہنچا۔۔۔ یہ غالباً آپ کے بھائی ہیں یا یہ کہتے ہوئے اس نے کرسمس کی طرف مڑ کر بڑے اطلاق سے ہاتھ بڑھایا جسے اس نے بہن کی طرح انداز خلوص سے پکڑا اس کے بعد آکسیٹین بیٹھ گیا۔ اور بہن بھائی کے ساتھ مختلف معاملات پر گفتگو کرنے لگی۔ ان

کی زبانی اسے معلوم ہوا۔ کہ ان کو صدر رفقہ میں آئے چھ ماہ سے اوپر ہو گئے۔ یہ کہ ان کے والدین کو انتقال کے عرصہ ہوا۔ اور ان کی پردیش ان کے چچا لے کی۔ جس کے پاس گذارہ لائق جائیداد ملتی۔ اور چشمالی انگلنڈ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا۔ اب اس کے انتقال پر دنیا میں ان کا کوئی رشتہ دار یا قرابتی نہ تھا۔ یہ باتیں رفتہ رفتہ اٹلسے گفتگو میں اس کو معلوم ہوئیں۔ مگر نہ تو بہن بھائی نے اس کا ذکر کیا کہ ہمارے گذارہ کی موجودہ صورت کیا ہے۔ اور نہ لارڈ آکسٹین نے اس راز کو معلوم کرنے کی کوشش کی۔ اس مختصر عرصہ میں کہ وہ ان کے پاس با اس نے معلوم کر لیا کہ دونوں نا تجرب کار

دنیاوی حالات سے بے خبر اور بالکل مضموم رہا۔ پس ان کے رد و رد کوئی ایسی بات کہنے سے جو بوجہ تنبیہ ان کے حیات لطیف کے لئے باعث ملال ہو۔ اس نے قطعاً احتراز کیا۔ اس کے بنی جب چلنے کو تیار ہوا۔ تو اس نے کہا کہ آئندہ کبھی اس طرف سے گذر ہو تو مزاج پرسی کو حاضر ہونے کی اجازت دی جائے۔ کر سٹین نے اس کا جواب نہ دیا۔ مگر کرسچن نے اس درخواست کو اس کی عنایت اور دوستانہ خلوص پر محمول کر کے شوق سے رضامندی ظاہر کی۔

لامارڈ آکسیون میریڈیکہ کو رخصت ہوئے نفوذی دیر ہوئی تھی۔ اور بہن بھائی اس بات پر خوش ہو رہے تھے۔ کہ ڈویل کا واقعہ اس خوش اسلوبی سے طے ہو گیا۔ کہ مسز میکا لے گھبرائی ہوئی کمرہ میں داخل ہوئی۔ وہ نوکریہ حالت دیکھ کر سخت وحشت ہوئی۔ مگر وہ کچھ پوچھا ہی چاہتے ہیں کہ وہ خود کہنے لگی۔ یہ جو رکنش پارک میں ایک شخص مسٹر پرسٹن راکر تھا۔ کیا تمہارا اس سے کسی طرح کا لین دین ہے؟ کیا وہ تمہارا دوست یا دینی یا سرپرست ہے؟ میرا خیال ہے تم نے ایک دو مرتبہ اس کا ذکر تو کیا تھا۔

بہن بھائی نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ مگر مسز میکا لے کے الفاظ اور اس کے اضطراب سے ان کی پریٹنی بڑھ گئی کسی نامعلوم وجہ سے یہ خیال ان کے دل میں پیدا ہوا کہ ضرور کوئی ناخوشگوار واقعہ ظہور میں آیا ہے۔

اچھا تو اس مسٹر پرسٹن کے پاس تمہارا بہت سارو پیہ جمع تھا؟ مسز میکا لے نے پوچھا۔
نہیں اس بارہ میں کچھ معلوم نہیں۔ کرسچن نے جواب دیا۔ بارہا ہم نے صحیح حالات جاننے کی کوشش کی مگر قاصر رہے۔۔۔ لیکن آپ کس لئے پوچھتی ہیں؟

”مجھے خیال ہے۔ تمہیں اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوگا۔“ مسز میکا لے نے کہنا شروع کیا۔ مگر ان کی بڑھتی ہوئی پریشانی دیکھ کر جلد ہی ہی کہنے لگی۔ دیکھو گھبراؤ نہیں۔۔۔ گھبراہٹ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔۔۔ اگرچہ بات واقعی گھبرانے کی ہے۔۔۔

لیکن میڈم کہے تو ہو کیا ہے؟ کر سٹین نے تشویش اور بے چینی سے پوچھا۔ ”ہیں وہ یہ تک امید ہم کی حالت میں نہ رکھئے۔“

تو ایہ ہے کہ مسٹر پرسٹن بھاگ گیا۔ عدم پتہ ہو گیا۔ ”مسز میکا لے نے جواب دیا۔ اس نے بے شمار جلسا دیاں کی ہیں۔ اور پولیس نے اس کی حرارت کے لئے انعام مشہر کر رکھا ہے۔ ابھی ابھی میں نے ایک اشتہار دیکھا۔ اس لئے خیال آیا کہیں وہ ہی پرسٹن نہ ہو۔ جس سے تمہارا لین دین تھا۔ اور

اب معلوم ہوتا ہے کہ وہی تھا جوزف پرسٹن ... سکند کیمبرج ٹیریس ...

واقعی یہ شخص وہی تھا جس کے ماں سے بہن بھائی ماہوار وظیفہ لیا کرتے تھے۔ مذرتی طور پر یہ خیران کے لئے سخت روح فرسا ثابت ہوئی۔ ایک منٹ سے زیادہ عرصہ وہ انداز حیرت سے مسز میکالے کی طرف دیکھتے رہے، پھر کسی مشترکہ خیال کے زیر اثر۔ ایک دوسرے سے تسکین حاصل کرنے کے لئے بغلیں ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کر مسز میکالے کے بدترین اندیشوں کی تصدیق ہو گئی ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ کہ وہ دل کی بُری نہ تھی۔ لیکن زرطبی کی ہوس اور نقصان کے اندیشے ہر حال میں اس کے حسیات لطیف پر غالب ہو جاتے تھے۔ اس موقع پر بھی ایسا ہی ہوا۔ یعنی گو اسے ان میتوں سے موجودہ مصیبت میں دلی ہمدردی تھی۔ مگر اس کے ساتھ یہ خیال بھی فوراً پیدا ہوا کہ کیا یہ لوگ اپنی موجودہ صورتحال میں اس مکان کا کرایہ ادا کر سکیں گے؟ کیا آئندہ ان سے ۲۵ شلنگ ہفتہ وار کی رقم وصول کرنے کی امید ہو سکتی ہے؟

لیکایک اس نے کہا۔ ”اچھا ہو کہ تم مسٹر پرسٹن کے مکان پر جا کر سب حالات معلوم کرو۔ میرا خیال ہے مکان اس وقت پولیس کے قبضہ میں ہے۔ مگر تم جا کر اتنا تو معلوم کر لو گے کہ وہ اپنے پیچھے تمہاری نسبت کوئی معنی دینا دینا چھوڑ گیا یا نہیں۔“

ہات بہن بھائی دونوں کے دل لگی۔ اور انہوں نے اس پر فوراً عمل کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ جب مسز میکالے چلی گئی تو وہ پھر ایک دوسرے سے بغلیں ہو گئے۔ اور آپس میں تسلی اور تسکین کے الفاظ کہنے کے بعد۔ تباہی لباس کے لئے اپنے کمر میں گئے۔ چند منٹ میں تیار ہو کر اکٹھے گھر سے نکلے۔ اس کے بعد جب وہ بازار میں بازو ڈالے ریجنٹس پارک کی طرف جا رہے تھے۔ تو گو دونوں چپ تھے مگر ایک کی موٹی سیاہ آنکھیں رہ رہ کر دوسرے کے چہرہ کی طرف اس طرح اٹھتی تھیں۔ گویا اس نے ایک دوسرے کی ہمت بندھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ بہن بھائی اور بھائی بہن کی حوصلہ افزائی کے لئے چہرہ پر آثار اطمینان پیدا کرتا تھا۔ مگر یہ اندیشہ دونوں کے دلوں میں موجود تھا۔ کہ ایسا نہ ہو مسٹر پرسٹن کے جرائم ہماری تباہی اور بربادی کا موجب ثابت ہوں۔ رستہ میں کئی دہر داس تشکیل جوڑے کو دیکھنے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہر شخص کے قلب پر اس نازنین کے حسن و انوار اور اس نوجوان کے جمال و لطیف کا اثر ہوتا تھا۔ ان کی صورتی مشابہت ہر شخص کے لئے ایک کشش خاص پیدا کر رہی تھی۔ مگر اپنی محبت میں انہیں لوگوں کی اس دلچسپی کا کچھ خیال نہ تھا۔

اس جگہ سرسری طور پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مسٹر پرسٹن قریباً ۵۰ سال عمر کا ٹھکانا۔

لاغر اندام شخص تھا۔ عادات سے بھرتی اور انداز سے کاروباری اہمیت ظاہر ہوئی تھی۔ شہر میں اس کا سامان کارہ خاصا اچھا چلتا تھا۔ مگر سکونت کیمرج ٹیرس واقع ایجنش پارک میں تھی۔ عوام میں مشہور تھا کہ بہت مالدار ہے۔ لیکن مسٹر آر بیج کے برخلاف اسے طبقہ اعلیٰ کی بود و ماند سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور وہ اس سے قصداً احتراز کرتا تھا۔ ایسے حالات میں اس کا ایجنش پارک ایسے فیشنل حصہ میں سکونت رکھنا حیرت خیز سمجھا جاسکتا ہے۔ مگر شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ کاروبار کو روزوال دیکھ کر اس نے عمداً اس جگہ کی سکونت اس لئے پسند کی کہ لوگ جتنے اس سے زیادہ مالدار تصور کریں۔ جتنا وہ حقیقت میں تھا۔ وہ بے اولاد تھا۔ فی الحقیقت اس کی شادی اب تک نہ ہوئی تھی۔ اور یہ امر اس کا طعنے موجب اطمینان تھا۔ کہ اس کی وجہ سے چند بے گناہ جانوں کو مبتلائے مصیبت نہیں ہونا پڑا۔

کر سچن اور کر سٹیا پہلے ہوئے کیمرج ٹیرس میں پہنچے۔ اور مکان کے دروازہ پر دستک دی ایک سپاہی نے اگر دروازہ کھولا جس کی زبانی معلوم ہوا کہ مسٹر پرسن قریباً ۳۰ ہزار پونڈ مالیت کی جہاز لڑی کے بعد فرار ہو گیا ہے۔ اور پولیس کو شبہ ہے کہ تحقیقات سے بعض اور وارداتیں بھی ظاہر ہوں گی۔ اس کے جرائم کا انکشاف مالی حلقہ کے کسی کاروباری شخص کی بدولت اسی روز صبح کو ہوا تھا مگر جس وقت پولیس کے آدمی اطلاع پا کر اسے گرفتار کرنے کیمرج ٹیرس میں گئے تو وہ عدم پتہ ہو چکا تھا۔ معلوم ہوا شب گذشتہ ہی کسی طرف کو فرار ہو گیا ہے۔ بہن بھائی کو سپاہی کی زبانی یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے دفتر یا مکان سے کوئی کار آمد یا مفید کاغذات برآمد نہیں ہوئے۔ گو اس کی خواہش یہ تھی کہ اس قسم کی راکہ پڑی ہوئی دیکھی گئی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے بعض دست ویزات کو قصداً چلا دیا ہے۔

یہ حالات تھے جو کہ کر سچن اور کر سٹیا کو سپاہی کی زبانی معلوم ہوئے۔ اور اس کے بعد چونکہ کوئی بات دریافت طلب باقی نہ تھی۔ اس لئے وہ افسردہ و پژمردہ چپ چاپ مکان کی طرف واپس چلے گئے تھوڑی دیر خاموش رہے۔ دو نو محسوس کرتے تھے کہ دنیا میں ہم بے نصیب ہیں کا جو تھوڑا بہت آسرا تھا وہ بھی جاتا رہا۔ اس کے بعد یکایک دونوں کی نگاہیں ملیں۔ اور اس کے ساتھ ہی آنکھوں سے سیلاب اشک بہ نکلا۔ اس وقت اگر گزر گاہ عام کا خیال نہ ہوتا۔ تو وہ یقیناً وہیں ایک دوسرے سے بغلیگر ہو کر رونے لگتے۔

دفتر کر سچن نے مردانہ استقلال سے آنکھیں پونچھ کر کہا۔ بہن اس طرح ملول و مایوس ہونا واجب نہیں مسٹر پرسن نے گروعد سے ہمت کئے۔ مگر آج تک میرے لئے کوئی روزگار تلاش نہ کیا۔

بہر حال اب میں اپنی سعی و کوشش سے کوئی سبیل پیدا کروں گا۔ میں کوئی کام - کوئی تحفہ سنا کام بھی جس سے غور سے بہت آمدنی کی صورت پیدا ہو۔ شوق سے کرنا منظور کروں گا۔ پیاری کرسٹینا۔ میں جی تو ذکر محنت کروں گا۔ اور تمہیں آسائش سے رکھوں گا۔“

بھائی میں خود محنت کروں گی۔“ کرسٹینا نے جواب دیا۔ ”واقعی ہمیں مایوس نہ ہونا چاہیے۔ خدا کے فضل سے ہم دونوں کو اچھی تعلیم حاصل ہے۔ اور اس شہر آباد میں رہ کر گذرہ لائق کام لینا کچھ ایسا دشوار نہ ہوگا۔“

ان باتوں سے دونوں کا اطمینان ہو گیا۔ آنسو خشک ہوئے۔ اور دل سے اثرات پاس بھی جاتے رہے۔ دونوں کو ایک دوسرے پر بھروسہ اور خدا کی ذات پاک پر اعتماد تھا۔ علاوہ بریں عہد شباب مایوسیوں سے بالاتر ہوتا ہے۔ پس دونوں جلد مطمئن ہو گئے۔ اور گھر کی طرف جاتے ہوئے انہوں نے آئندہ تہاویز پر غور کرنا شروع کیا۔ دونوں نے طے کیا کہ موجودہ حالات میں ۲۵ شنگ ہفتہ وار کرایہ کے مکان میں رہنا ٹھیک نہ ہوگا۔ اس لئے مسٹر میکاے سے جھگڑا کہہ دیا جائے کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہوگا۔ یہاں سے رخصت ہو جائیں گے جس وقت مارٹیر سٹریٹ میں پہنچے۔ تو مسٹر میکاے۔ جو بے چینی سے ان کی دلچسپی کی منتظر تھی دروازہ کھولنے لگی۔ اور انہیں اپنے کمرہ نشست میں لے گئی انہوں نے اس سے سب حال کہہ دیا۔ اور بیان کیا کہ ہمارا ارادہ بہت جلد کسی انارل کا یہ کے مکان میں اٹھ ٹھکانے کا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اب ہمیں چونکہ آمدنی کی کوئی صورت نہیں ہے اس لئے خود ہی محنت کر کے گدمان کرنی ہوگی۔ معلوم ہوا ان کے پاس پہننے کے کپڑے کافی تھے اور چند کم قیمت زیورات کے علاوہ چودہ پنڈ پونڈ نقد بھی تھے۔

سب حالات سن کر مسٹر میکاے نے کہا۔ ”عزیز بچو اس مصیبت میں مجھے تم سے دلی مہر دہی ہے اور اگر میں کسی طرح تمہاری امداد کر سکوں۔ تو بیچ جاؤ مجھے اس سے دریغ نہ ہوگا۔ مجھے معلوم ہے کہ پارک سٹریٹ کیمڈن ٹون میں ایک بیوہ عورت کا چھوٹا سا مکان ہے جس کا ایک حصہ کرایہ لینے والی ہے وہاں تمہیں دس شنگ ہفتہ وار دین دو اچھے کمرے مل جائیں گے۔ بچپن کی ضرورت ہو تو میرا نام لے دینا۔ تمہاری اس جگہ کی سکونت کے متعلق یہ کہ موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے میں ہر ممکن رعایت سے کام لینے کو آمادہ ہوں۔ نیا ہفتہ شروع ہو چکا ہے۔ اور قاعدہ کے مطابق کرایہ دار مکان خالی کرنا چاہئے تو اس کے لئے ایک ہفتہ پہلے اطلاع دینا لازم ہوتا ہے۔ لیکن تمہاری حالت میں میں آخری شرط پر زیادہ زور نہیں دیتی۔ اس لئے اگر تم نے ہفتہ کا پورا کرایہ دے دو۔ تو بس میرا اطمینان ہو

بلے گا۔ اس کے ساتھ ہی میں تمہیں مشورہ دیتی ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے چلے جاؤ۔ اس لئے نہیں کہ مجھے تمہارا رہنا ناپسند ہے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ بصورتِ موجودہ تمہیں ہر ممکن طریق پر کٹاوت سے کام لینا چاہیے۔ ”کرسٹینا سے خاص طور پر اس نے کہا ”تمہیں اس میں یہ صلاح دیتی ہوں کہ کشیدہ کاری سے آمدنی کی صورت پیدا کرو۔ یہ کام کسی طرح قابلِ اعتراض نہیں۔ اور فائدہ مند بہت ہے۔ شہر میں مسٹر سیمویل عمانویل نامی گرجا بنائے ہیں۔ ان کے ہاں اس طرح کا کام وافر ہے۔ ان کے پاس جاؤ گی تو ضرور کوئی دھندلا اہل جائے گا۔ لیکن تمہاری نسبت ماسٹر اسٹیشن مجھے واقعی حیرت ہے کہ کون کام تجویز کرے۔ اس کے باوجود میں خیال رکھوں گی۔ اور جیسے ہی کوئی کام نظر آئے۔ اس کی اطلاع بھیج دوں گی۔ اب دو نوکیک کا ایک ایک ٹکڑا کھا کر شراب کا کٹا س پی لو۔ اور یہاں سے پارک سٹریٹ میں مسٹر کانکر کے مکان پر چلے جاؤ۔“

بہن بھائی نے مسٹر میکالے کا اس قیمتی مشورہ کے لئے شکر یہ ادا کیا۔ مگر اس کی دعوت سے ممنوعیت کے ساتھ انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنی جدید تجویز پر ملتا نضر عمل کرنا چاہتے تھے۔ دونوں کینسل پارک سے گشتِ یکم ٹن ٹن کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ان کے جاتے ہی مسٹر میکالے نے جو ہر کام پھرتی سے کرنے کی عادی تھی جمعٹ اس مطلب کا اشتہار کھڑکی میں چسپاں کر دیا۔ کہ مکان کا ایک حصہ کہ ایہ کٹے خالی ہے۔ ایک بار سے اس خیال سے قدرے ملال ہوا کہ میں نے ہفتہ رواں کا کرایہ ۲۵ شلنگ وصول کرنے کے لئے ناخوشی اصرار کیا۔ کیونکہ وہ شام کو نہیں توکل سویرے ضرور ہی رخصت ہو جائیں گے۔ اور میرا مکان بھی خالی ہوتے ہی روک جائے گا۔ لیکن ضمیر کی اس آواز کو اس نے یہ کہہ کر دبایا۔ کہ میری طرف سے یہ رعایت کیسے کم ہے۔ کہ میں نے انہیں ایک ہفتہ کی اطلاع دینے پر مجبور نہیں کیا۔ جس کے لئے میں اگر چاہتی۔ تو ان سے ۲۵ شلنگ اور وصول کر سکتی تھی۔ علاوہ بریں میں نے انہیں اشیا خوراک پیش کرنے میں کیا کم نرمی کی ہے۔ مانا کہ انہوں نے میری دعوت قبول نہیں کی۔ مگر اس میں قصور ان کا ہے۔ میرا نہیں۔ مجھ سے جہاں تک ممکن تھا فیاضانہ سلوک ہی کیا ہے۔ عرض اس قسم کے خیالات سے اس نے دل کو سمجھانے کی کوشش کی کہ میں نے ان سے جتنے الاکان نرمی برتی ہے جس کے بن۔ اس نے وہی چیز جو بہن بھائی کو پیش کی تھیں۔ خود ادا کر لی۔ شروع کر دیں۔

فریجا دو گھنٹہ کے عرصہ میں وہ دونوں مسٹر کانکر سے انتظامات کر کے واپس آئے اور اسی شام رخصت ہونے کے ارادہ سے اسبابِ ہائے نکلے۔

یہ کام رات کو نو بجے کے قریب ختم ہوا۔ بکس بندھ گئے۔ تو ایک کرایہ کی گاڑی طلب کی گئی۔ جس پر سوار ہو کر دونوں تین زیادہ غریبی کی زندگی بسر کرنے کو نئے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ رخصت ہوتے وقت انہوں نے یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی چیز وہ نہیں لگتی۔ کمرہ میں آخری نظر ڈالی، تو دونوں میں حسرت و اندوہ کا احساس ہوا۔ دونوں نے ایک ہی وقت میں محسوس کیا۔ کہ ہم دنیاوی جدوجہد میں ابھرنے کی بجائے پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ ہمارے لئے ہستی کا محاربہ عظیم حقیقی معنوں میں اب شروع ہوا ہے لیکن جس وقت دونوں ایک دوسرے سے ہٹا کر ہوئے۔ تو اس محبت و اعتماد نے جو دونوں کے دلوں میں تھا۔ یاس کو سکون و امید میں بدل دیا۔ اور وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے کمرہ نشست سے باہر نکلے۔ زینہ کی راد سے اتر رہے تھے۔ تو اس کے وسطی حصہ میں پہنچنے پر پہلی منزل کے کمرہ دروازہ یکایک کھلا۔ اور سٹرک کلف وہی لبادہ اوڑھے۔ سر سر ٹوپی رکھے نمودار ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہیں حار ہائے۔ مگر انہیں دیکھ کر اس کی سیاہ آنکھیں بہن بھائی کی طرف جم گئیں۔ اس کے دل میں کسی نامعلوم وجہ سے ان کے لئے ایک عجیب ہمدردی پیدا ہو گئی۔

کہنے لگا۔ آپ لوگ شاید اس مکان کے دو کمرے حصہ میں رہتے ہیں جس کا ذکر گھر کی مالکین نے صبح مجھ سے کیا تھا؟

جواب میں کرپین نے بیان کیا۔ جناب۔ بے شک ہم دونوں ایک عرصہ سے اس گھر میں رہا کرتے تھے۔ مگر اب... یہاں سے جا رہے ہیں۔

”اچھا“ سٹرک کلف نے انداز حسرت سے کہا ”مجھے یہ سن کر بہت افسوس ہوا۔ آپ لوگوں سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوتی۔“

اتنا کہہ کر اس نے سر کو خم دیتے ہوئے سلام کیا۔ اور تیز چلتا زینہ سے اتر کر باہر چلا گیا۔ مگر جس وقت اس نے تین بہن بھائی کو خلیقاۃ الہیہ سے سلام کیا۔ تو اس کے لبوں پر حسرت آمیز تبسم نمودار ہوا۔ نگاہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک ہی نظر میں اس کو ان دونوں غیر معمولی دلچسپی ہو گئی ہے۔

مسز میکا لے تین بہن کو رخصت کرنے کے لئے زینہ کے نیچے کھڑی یہ سب باتیں دیکھ رہی تھیں آہستہ سے کہنے لگی ”عجیب آدمی ہے!... لیکن مالدار بھی بہت ہے۔ اور یہ بات کچھ کم موجب تسکین نہیں۔ کیونکہ روپیہ کے بغیر ایسے خطی آدمی مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے۔“ پھر بہن بھائی سے اس نے کہا ”میرے عزیز۔ الوداع۔ جب کبھی اس سٹریٹ آنا ہو تو ضرور ملا کرنا۔ اور دیکھو مس ایشٹن مسٹر میکا لے عمانوئیل کا نام نہ بھولیں۔“

ہن بہانی نے مسٹر میکے کو رخصتی - سلام کیا - پھر کرایہ کی گاڑی پر سوار ہو کر اس گھر کی طرف چلے۔ جہاں ان کی زندگی کے دور جدید کا آغاز ہوا تھا۔
مگر افسوس کن شکل حالات میں!

دوسری جلد ختم ہوئی

زمانہ حال کے پینالٹس

ولیم لکپو کے پراسرار اور حیرت خیز ناوولوں کے ترجمے

منزل مقصود - "سٹاپ" کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے - یہ ناول اردو میں ایک بالکل ہی نئی چیز ہے۔ عاشق و معشوق کے درمیان ایک تبرک کی حد فاصل ہے۔ اور ان کو بتایا گیا ہے کہ اگر وہ ایک دوسرے کے وصل کی آرزو کریں گے - تو ان میں سے ایک کا اس قبر میں دفن ہونا یقینی ہے۔ کس لئے؟ اس کا مکمل دیکھنے لائق ہے۔ ۲۵ صفحہ مجلد قیمت ۴۸ پراسرار اجنبی - ڈی گریٹ وائٹ کوئین کا ترجمہ از مسٹر جی۔ پی بھٹناگر بڑا زبردست اور پُر پیچ ناول ہے جس میں مغربی افریقہ کی ایک پراسرار پہاڑی سلطنت کے واقعات اور اس کی مکمل کے حیرت خیز حالات و کشمکش پر یہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ ۸۴ صفحہ قیمت ۴۸ تین بلوری آنکھیں - "تھری گلاس آئینر" کا ترجمہ از قاضی رحمت صاحب بی۔ اے تین بلوری آنکھوں کا راز پڑھنے والے کو بے اختیار بے چین کر دیتا ہے۔ ۱۰۰ صفحہ قیمت ۱۰ پراسرار شادی - ایک اور پراسرار ناول کا ترجمہ قاضی رحمت صاحب بی۔ اے کے قلم سے جس میں لندن کے ایک جہلی نواب کی عیاری اور ایک خوفناک سازش کے حیرت خیز حالات بیان کئے گئے ہیں۔ ایک شخص کی شادی ایک لاش سے کی جاتی ہے کیوں؟ اور کس لئے؟

اس کا مکمل ناول کے مطالعہ ہی سے معلوم ہوگا ۱۰۴ صفحہ قیمت ۱۰

سیاہ پوش - "این آئی فار این آئی" کا ترجمہ آغا حیدر حسین صاحب لکھنؤی کے قلم سے ایک عجیب اور ہوشربا ناول ہے جس کا راز دیکھنے ہی سے نفقہ لگتا ہے ۱۳۱ صفحہ قیمت ۱۵

لال برادر میں ۷ - پارسنرز و ڈونلکھا لاہور

انگریزی اور فرانسیسی کے بہترین ناولوں کے ترجمے
فہرست کتب شائع کردہ

لال براؤس ۷۔ پارسنز روڈ نوکھا۔ لاہور جارج ڈبلیو۔ ایم ریٹلڈس کے ناول

فسانہ لندن (سلسلہ اول) ریٹلڈس کے بلند ترین ناول سٹریٹ آف لندن کے سلسلہ اول کا اردو ترجمہ منشی تیرہ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ ریٹلڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ و عبرت خیز اور سبق آموز ناول یہی ہے۔ قابل مصنف نے اس میں نیکی اور بدی کے دور استے معین ہیں۔ اور دو نوجوان ایک ہی وقت میں ان دوسروں کو پر ایک ہی منزل مقصود کا مہیاابی کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ پہلی دشوار گزار اور پرشور مقامات سے گذرتی ہے۔ مگر اس کے کنارے جا بجا آسانی فرودگاہیں موجود ہیں۔ دوسری سیدھی ڈھلوان اور بظاہر شاداب مگر چلنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پر ہے۔ مصنف یہ دکھانا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔ یہ اس ناول کا خاصہ بلباٹ ہے مگر جڑی طور پر اس قدر متنوع۔ ایسے عجیب اور اتنے حیرت خیز کہ یہ کڑے سٹائل کے گئے ہیں۔ کہ انسان پر دھت ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔ اور ایک بار شروع کر کے ختم کئے بغیر طبیعت کو چین نہیں آتا۔ غضب کا دل فریب ناول ہے۔ اور اس پر مصنف کی جادو بیانی اور شستہ طرز تحریر نے غضب کر دیا ہے۔ نیکی اور بدی۔ گناہ اور پاکبازی۔ افلاس و ثول کے بے شمار حیرت خیز نظارے پیش کئے ہیں۔

اس کتاب کا ترجمہ بڑی محنت سے کیا گیا ہے۔ جو ہر لحاظ سے اصل عبارت کے مطابق ہے۔ مگر پھر بھی ترجمہ معلوم نہیں ہوتا۔ سیکرڈ سندات خوشنودی موصول ہوئی ہیں۔ ۱۷ جلدوں میں مکمل ضخامت ۴۴۴ صفحات سے زیادہ قیمت مدعیہ محصول ڈاک الگ۔ جدا جدا حصے بھی طلب کئے جاسکتے ہیں۔ حصہ اول کی قیمت چھ اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ اور علاوہ محصول ڈاک ہے۔

فسانہ لندن (سلسلہ ثانی) سٹریٹ آف لندن کے سلسلہ دوم کا اردو ترجمہ منشی تیرہ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ ریٹلڈس کے معرکہ آرا ناول سٹریٹ آف لندن کے دوسلے ہیں۔ یاپوں کہنا چاہیے۔ کہ دو جدا گانہ داستانیں ہیں جنہیں اس نام سے شائع کیا گیا ہے۔ سلسلہ ثانی سلسلہ اول

لئے کا پتہ :- لال براؤس ۷۔ پارسنز روڈ نوکھا لاہور

سے بلحاظ نفس مضمون بالکل مختلف ہے۔ اس ناول کا ہیرو جدا کیرکٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے۔
 نگہ نگار کی اور سحر نگاری کے اعتبار سے یہ سلسلہ ... اگر ممکن سمجھا جائے ... تو سلسلہ اول پر بھی فوجیت
 رکھتا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک انتہائی خصیصہ یہ ہے کہ جہاں سلسلہ اول میں امیر طبقہ کی برائی
 دکھائی ہیں، وہاں اس میں ان کی خرمیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ
 دولت ہر حال میں انسان کی فطری خواہشوں کو تلف نہیں کر دیتی۔ اور آدمی میں فیاضی اور شرف کا
 جو ہر وجود ہو۔ اور خدا سے نیکی کی فوجیت دے۔ تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی ہمتی کے لئے کیونکر
 صرف کر سکتا ہے۔ پھر دکھایا ہے کہ امیر اپنے بھائی کی مصیبت میں دستگیری کرے تو وہ غریب
 ایک ایسے زبردست ایثار کا ثبوت دیتا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ غنیمت اس داستان
 میں سیکرٹوں نے کیرکٹر شامل کئے گئے ہیں۔ یہیں سمجھنا چاہیے کہ مصنف کے دماغ نے ایک ٹھہر
 آباد کیا ہے جس کے افراد کی حرکات و سکنات آپ کے لئے غایت درجہ دلچسپی رکھتی ہیں۔

۲۵۔ جلدوں میں مکمل صفحات ۲۶۶۴ صفحات سے زیادہ قیمت ۱۲ روپے ۱۲/۱۲

جدید بھی طلب کئے جاسکتے ہیں۔ ہر حصہ کی قیمت ۱۲ روپے ۱۲/۱۲

خونی تلوار۔ ریٹالڈس کے ہینریٹا ریجنی ناول ایسی کہ آف گنگلنگ کارڈ و زجر منشی ترقی رام صاحب
 فیروز پوری کے قلم سے۔ ریٹالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ اب
 پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے۔ اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی ساتھ پڑھا دیا ہے۔ جیسا ۱۹۱۹ء

میں امرت سرس پیش آیا تھا۔ ایسے ہولناک واقعہ پر ریٹالڈس کی تحریر۔ پوچھے نہیں اس میں کسی
 کچھ دلچسپیاں مرکوز ہیں۔ گنگلنگ کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اتنا خفاک کہ مورخ اب تک
 اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ ریٹالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں
 پیش کیا ہے۔ وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیے۔ جب وطن اور قومی غیرت کی تصویر۔ آزادی کی حالت
 میں قربانی کا اندازہ۔ سیاسی مظالم کی نہ بھولنے والی داستان۔ مکمل ۸۵۸ صفحے قیمت ۱۲ روپے

باپ کا قاتل۔ ریٹالڈس کے زبردست ناول پیری سائیڈ کا ترجمہ منشی شمیم الدین صاحب بلوچی
 کے قلم سے۔ کیا یہ بتانی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے؟ کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا
 منظر نہیں ہے؟ باپ اپنے چھوٹے بیٹے کو زانو پر بٹھا کر پیار کرتا اور اس کے نرم چٹکیے اور گھوٹے
 ہوئے بالوں پر مانتہ پھیرتا ہے۔ یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بعضی قطعی
 فروغ دیتا ہے۔ اور صرف یہ امید اس کے لئے باعث راحت ہوتی ہے کہ میں اپنے بچے
 تلے کا پتہ لال برادر سس۔ پارسنر روڈ ٹونکھا۔ لاہور

کے لئے دافرو ملت کی سکون۔ اسی فکر میں اس کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ الہی ہی بچہ جوان ہو کر باپ کو قتل کرے۔۔۔ یہی ننھے ننھے ماٹھ اتنے قوی ہو جائیں۔ کہ اس پر محبت ملن میں خیر بھونک دیں۔ جو ہر وقت اسی کے لئے فکر مند اور مضطرب رہتا تھا۔ مائے کیا فطرت انسانی اس درجہ قابلِ نظیر ہو سکتی ہے! نہایت زوردار۔ بڑا پرورد۔ غایتِ درجہ سبق آموز مکمل ۶ جلدیں ۵۲۵ صفحے قیمت لیبر

الگرینڈر ڈوماس کے ناول

وطن پرست۔ نامی ناول ریجنس ڈاکٹر کا ترجمہ از منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری۔ اتنا دلچسپ۔ حیرت خیز اور درناک افسانہ شاید کبھی آپ کی نظر سے نہیں گزرا ہوگا۔ دنیا بھر کے پولیٹیکل ناویوں میں یہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک محب وطن نوجوان اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لئے کھرے کھلتا ہے۔ مگر جلد ہی اسی اسیر قیدی بن ہو جاتا ہے۔ قید خانہ میں اس کو عذابِ عظیم کی دھمکی دی جاتی ہے۔ مگر جس ہمت و استقلال کے ساتھ وہ بائے ثبات قائم رکھتا ہے۔ اس کی کیفیت بڑھنے والے پر وجہ کی حالت طاری کرتی ہے۔ ان زرمیہ کارناموں کے پہلو۔ پہلو ایک عاشق صادق ناظرین کی داستانِ محبت اور یہی دلچسپی پیدا کرتی ہے۔ پلاٹ اور بیان میں بے نظیر۔ ناول رسالہ میں بالکل میلوڈراما کا لطف دیتا ہے۔ فی الحقیقت اگر آپ اس کا مطالعہ کرتے وقت تخیل میں سیلج قائم کر لیں۔ تو اس کے سارے کیرکٹر زندہ ایکڑوں کی طرح نقل و حرکت کرنے نظر آتے ہیں۔ گویا مصنف نے اپنے زورِ تحریر سے ایک بے جان قصہ کو جاندارانہ کی حیثیت دیدی ہے۔ ولولہ خیز سین۔ وجہ آور زخار سے عشق صادق کی فرحت خیز تصویر پر حب وطن کا ایثارِ عظیم۔ عشق اور حب وطن کا مقابلہ۔ اس ناول کو ہماری سفارش پر ضرور دیکھئے۔ آپ مدت و رازِ تنگ سے نہیں بھولیں گے۔ ۴۴۳ صفحے۔ قیمت ۵۲۵

مارس لیپلانک کے ناول

خونی میرا۔ ڈی ایسٹ آف آرمین پون کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ یہ اپنی طرز کا پہلا اور آخری ناول ہے۔ اس میں نامی سرافرساں شرلاک ہاٹک مشہور عالمِ جر آرمین پون سے مقابلہ ہوتا ہے۔ کس طرح ایک کی مشیاری دوسرے کی عیاری کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتی ہے۔ اور کیونکہ ایک اپنے عظیم النظیر ذہن رسائی مدد سے دوسرے سے کاپتہ۔۔۔ لال برادر رس۔۔۔ پارسنر وڈو کو کھانا ہور

کی لام اب عاقبت یعنی پر غالب آنا چاہتا ہے۔ اس جدوجہد کی داستان غامت درج دیکھ پ
ہے۔ شہلاک نامہ کی سر اغرسانہ جدوجہد اور آرمین لوہن کی مدافعتہ کارروائیاں صرف دس روز
ہیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور واقعات اس طرح جلد جلد تبدیل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کہ پڑھنے والے
کو استعجاب مہتا ہے۔ کہ ان ڈائل کا کیرکٹر شہلاک نامہ اپنی مختلف فرق البشر قباہینوں کے کاٹا
سے بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکا ہے۔ مگر لوہن کے مقابلہ میں اسے بھی جو رکس اٹھانی پڑتی
ہیں۔ اور جو دشواریاں پیش آتی ہیں۔ ان کی آخری حیثیت پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا
ہے۔ کہ کانن ڈائل کے پیدا کردہ کیرکٹر کے مقابلہ میں اگر کوئی دوسرا شخص اسی پایہ کا کیرکٹر
پیدا کر سکتا ہے۔ تو وہ صرف لیبلانک ہی ہے۔ خائن کی طرز تحریر عام دیکھی تحریروں سے
بالکل جدا ہے۔ اور سادی کتاب میں التزام کے ساتھ تلاش کرنے پر بھی ایسا کوئی فقرہ نہیں
مل سکتا ہے جس کے نکال دینے پر کتاب کی خوبی میں فرق نہ آئے۔ قصہ کا ہر باب۔ باب
کا ہر حصہ۔ ہر صفحہ۔ یہاں تک کہ ہر سطر بدن میں سنسنی پیدا کرتی ہے۔ پڑھنے والا حیرت میں
آکر سوچتا ہے کہ اس سے آگے کیا ہوگا۔ اور اس کی عمیت اس قدر بڑھتی ہے کہ قصہ ختم کئے
بغیر چین نہیں آتا۔ دو جلدوں میں مکمل ۱۶۹ صفحے قیمت چھ

انقلاب یورپ۔ ناول ۱۳۸ کا ترجمہ منشی تیرقہ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔
عشق سیاست اور سر اغرسانی ان تینوں کا مرکب یہ ناول ہے۔ جس کے ترجمے اس سے
پیشتر یورپ کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں ہو چکے ہیں۔ قصہ کی دیکھی کا یہ عالم ہے کہ اگر آپ
پہلا باب پڑھ لیں تو ختم کئے بغیر کھانا پینا اور سونا حرام ہو جائے۔ پہلے یہ ناول ہاقضا رسالہ
ترجمان میں چھپا تھا۔ اور اس کی دیکھی کی یہ کیفیت تھی کہ لوگ دنوں پہلے پرچہ کے لئے چشم براہ
تھے۔ اب ناظرین کے اصرار پر اسے کتابی صورت میں تیار کیا گیا ہے۔ غضب کا دلغریب
قصہ اور سکتے میں لانے والے نظارے۔ اپ دگش ہے کہ برسوں یاد رہے۔ اور اب
پراسرار کہ منید حرام کر دے۔ ۵۱۰ صفحے۔ قیمت للہ

شریف بد معاش۔ نگہ کش آف آرمین لوہن کا ترجمہ منشی تیرقہ رام صاحب فیروز پوری
کے قلم سے جس میں آرمین لوہن کی بعض حیرت خیز عیدیوں کا ذکر نہایت دلکش پیرایہ میں کیا
گیا ہے۔ جس طریق پر اس شخص نے پبلک کی آنکھوں میں خاک جھونکی۔ فرانسیسی پولیس کے
اگلے کارکنوں کو آؤ بنایا۔ عظیم خطرات کا مقابلہ کیا۔ اور ہر بار بال بال بچتا رہا۔ اس کا ذکر خود اس کی
لئے کاہتہ ۱۔ لال ہرادرے ۷ پارسنر روڈ لکھا۔ لاہور

زبان سے - آرمین لوپن کا لیکر کٹر اردو میں ایک بالکل نئی چیز ہے۔ اور پبلک نے اسے جس قدر پسند کیا ہے۔ اس کا اندازہ اس غیر معمولی مانگ سے ہو سکتا ہے۔ جو اس کے باقی ناولوں کے لئے پیدا ہوئی۔ اگر آرمین لوپن کے واقعات زندگی آپ کے لئے کچھ دلچسپی رکھتے ہیں۔ تو ضرور یہ کتاب بھی سنگا دیکھیے۔ حصہ اول ۱۰۵ صفحہ قیمت بارہ آنہ (۱۲) حصہ دوم ۶۵ صفحہ قیمت اڑھائی روپے۔

چلتا پرزہ - کمنشنر آف آرمین لوپن کے آخری حصہ کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ یہ ناول بھی نامی چور آرمین لوپن کے بعض زبردست کارناموں پر مشتمل ہے۔ جن لوگوں نے اس شخص کے معرکوں کا ذکر پڑھا ہے۔ وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ ناول کس پایہ کا ہے۔ مشرین، بدعاش کے بحملہ کے لئے اسے ضرور پڑھنا چاہیے۔ ۵۴ صفحہ قیمت ۸ روپے۔

نقلی نواب - زبردست ناول "آرمین لوپن" کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ آرمین لوپن کے متعلق یہ سب کچھ جاننا دل ہے۔ اور اس محاکمے بالخصوص قابل ملاحظہ ہے۔ ۳۴ صفحہ قیمت ۶ روپے۔

رابرٹ ہینز کے ناول

روحوں کا خراج - رابرٹ ہینز اور لارڈ فیڈرک ہلٹن کے مشترکہ افسانہ اسے ٹریوٹ آن سولز کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ یہ ایک حیرت خیز قصہ ہے۔ جس میں مصنفوں کی رنگین بیانی نے ایک خاص ہی شان پیدا کر دی ہے۔ ایک شخص تین روحوں کا خراج دے کر طاقت و عظمت حاصل کرتا ہے۔ مگر اس کا انجام غامت و درجہ عبرت ناک ہے۔ اس طرز پر اس پایہ کا کوئی ناول آپ کی نظر سے نہیں گذرا ہوگا۔ ہم ۶۵ صفحہ قیمت ۱۰ روپے۔

ولیم بیکو کے ناول

منزل مقصود لوٹھ ٹاپ کا ترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے۔ یہ ناول اردو میں ایک بالکل ہی نئی چیز ہے۔ عاشق و معشوق کے درمیان ایک قبر کی حد حاصل ہے۔ اور ان کو بتایا گیا ہے۔ کہ اگر وہ ایک دوسرے کے وصل کی آرزو کریں گے۔ تو ان میں سے ایک کا اس قبر میں دفن ہونا یقینی ہے۔ کس لئے؟ اس راز کا حل دیکھنے لائق ہے۔ ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ ایسا پاسرر قصہ جس کے سر باب میں ایک نیا راز نمودار ہوتا ہے۔ ہرگز آپ کی نظر سے نہیں گذرا ہوگا۔ ۲۵۰ صفحہ قیمت ۱۲ روپے۔

شاعر رند زمانہ ٹیکور و غیرہ

لئے کا پتہ ۱۵۰ مال ہاؤس ۴ - پارسنر روڈ ڈیکنگ لاہور

خونی تلوار

رینالڈس کے منیٹیئر تاجینی ناول میکس آف گنگنکو کا اردو ترجمہ
منشی تریقہ رام صاحب فیروز پوری کے قلم سے

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ اب پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے۔ اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی ساتھ پر حادی ہے جیسا ۱۹۱۹ء میں امرت سر میں پیش آیا تھا۔ ایسے ہونا واقعہ پر رینالڈس کی تحریر۔ پوچھے نہیں اس میں کیسی کچھ دلچسپیاں مرکوز ہیں۔ گنگنکو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے۔ آنا خفناک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے کاچتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے۔ وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیے جب وطن اور قومی غیرت کی تصویر۔ آزادی کی حمایت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی منظم کی نہ بھولنے والی داستان مکمل ۸۸ صفحہ قیمت لکھ روپیہ

باپ کا قاتل

رینالڈس کے زبردست ناول پیری سائڈ کا ترجمہ

منشی نسیم الدین صاحب بلہوری کے قلم سے

کیا یہ تباہی کی حاجت ہو کہ یہ ناول گنگنکو کا پوچھے؟ کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا منظر نہیں ہے؟ باپ اپنے چہرے بچہ کو زانو پر بٹھا کر بیا کرنا اور اس کے زخم چکلیے اور گھوٹے ہوئے بالوں پر ناکھ پیرنا ہے۔ یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر دیتا ہے۔ اور صرف یہ امید رکھ لے باٹ حاجت موتی ہے کہ میں اپنی جگہ کے لئے دافرو دلت ک سکوں۔ اسی فکر میں اس کی ساری زندگی بسر موتی ہے۔ الٹی ہی بچہ جو اب ہو کہ باپ کو قتل کرے۔ یہی ننھے ننھے ہاتھ اتنے قوی ہو جائیں کہ اس پر محبت دلیں صخر بھونگ دیں۔ جو ہر دلت اسی کے لئے فکر مند اور مضطرب رہتا تھا۔ اے کیا نفرت انسانی اس درجہ قابل فحش ہو سکتی ہے!

نہایت زور دار۔ بڑا درد و غامت درجہ سبق آموز مکمل ۶ جلدیں ۵۷۵ صفحہ قیمت لکھ روپیہ

لال برادر س ۷۔ پارسنرز روڈ نوکھا لاہور

نوحی طوار

ریٹالڈس کے منتقلی تاریخی ناول میکیرائن گنگلو کا اردو ترجمہ
منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری قلم سے

ریٹالڈس کے ناول میں اچھا نیا اور نہایت دلچسپ کام ہے۔ اس کا ترجمہ اب پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے۔ اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی سادہ پر عادی ہے جیسا کہ ہمیں ہر صحت مندی میں پیش آتا ہے۔ ایسے ہر کام واقعہ پر ریٹالڈس کی تحریر پوچھ نہیں اس میں کیسی کچھ دیکھیں گے۔
گنگلو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اتنا خوفناک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ ریٹالڈس نے اپنی ہاد ونگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے۔ وہ اسی کا سہہ سمجھنا چاہیے۔ جب وطن اور قومی غیرت کی تصویر اتنا دلی کی حمایت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی نظام کی نہ بھولنے والی داستان مکمل ۸۵۸ صفحہ قیمت ۸ روپیہ

باپ کا قاتل

ریٹالڈس کے زبردست ناول پیری سائڈ کا ترجمہ

منشی نسیم الدین صاحب پھیری قلم سے
کیا یہ تیار کی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا منظر نہیں ہے؟
باپ اپنے بیٹے کے گورنر پر جٹا کر بیکار کرنا اور اس کے نرم چکھے اور گھوڑے ہونے والوں پر ناقہ پیرنا ہے۔
یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابلِ قربانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر دیتا ہے۔ اور صرف اس سید کے لئے ہاتھ
ماتحت کرتی ہے گورنر اپنی جگہ کے لئے اور فروخت کی سکون۔ اسی طرح اس کی سہیلی نے گورنر کو ہے۔ اپنی بیوی کو جان
ہر گز باپ کو قتل کرے۔۔۔ یہی نکتہ ہے کہ قاتل نے قوی ہو جائیں۔ کہ اس کی محبت والی بیوی کو قتل کر دیں۔ جو ہر وقت
اسی کے لئے کھڑی رہے اور غصہ و غم کی حالت میں اس کے قابلِ قربانی ہو گئی ہے۔
حقیقت یہ کہ وہ۔۔۔ ہر روز وہاں سے اور ہر روز وہاں سے۔۔۔ ہر روز وہاں سے۔۔۔ ہر روز وہاں سے۔۔۔ ہر روز وہاں سے۔۔۔
لال پور میں کے پیر سائڈ کا ترجمہ

ہمارے مطبوعات کی مختصر فہرست

وہ ناول جو ہم نے اب تک ماہوار سلسلہ میں شائع کئے ہیں۔

جارج ڈبلیو ایم۔ ریٹیلڈس

کتاب	اصل	مترجم	صفحات	قیمت
سنانڈن (۱۷ حصے)	مسٹر زیف لندن (سلسلہ اول)	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۲۲۴	۵/۶
(۲۵ حصے)	(سلسلہ ثانی)	"	۲۶۶	۵/۶
باپ کا قاتل (۶ حصے)	پیری سائڈ	منشی شمیم الدین صاحب بھدري	۵۲۵	۵/۶
خونی تدار	میکر آف گنگو	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۸۵۸	۵/۶

مارس لیبلانک

الغلاب یورپ	۸۱۳	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۵۱۰	۵/۶
شرین بدعاش (۲۷ حصے)	کنفشنز آن آرسین پون	"	۱۶۰	۵/۶
چٹا پردہ	آخری حصہ	"	۵۶	۵/۶
خونی ہیرا (۲ حصے)	ایسٹ آن آرسین پون	"	۱۶۹	۵/۶

ایڈگر جیسن اور مارس لیبلانک

نقلی نواب	آرسین پون	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۲۲۴	۵/۶
-----------	-----------	--------------------------------	-----	-----

ولیم بکبو

منزل مقصود	ہسٹاپ	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۲۵۰	۵/۶
------------	-------	--------------------------------	-----	-----

الکریڈر ڈوماس

وطن پرست	ریجنس ڈاٹر	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۳۴۰	۵/۶
----------	------------	--------------------------------	-----	-----

رابرٹ ہچینز اور لارڈ فریڈرک ہملٹن

ردوں کا فرج	ٹریوٹ آن سولز	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۶۴	۱۰/۶
-------------	---------------	--------------------------------	----	------

شاعر ربنڈر ناتھ ٹیگور وغیرہ

افسانہ بیگال	...	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۱۳۵	۱۲/۶
--------------	-----	--------------------------------	-----	------

کائنات کا تاج	کٹ	...	۳۵	۴/۶
---------------	----	-----	----	-----

لال برادرس، پارسنز روڈ لونگھا لاہور

